لدعوة الحق

خطباتِ بندیالوی رحمہ اللہ

جلد پنجم

نماز میں پڑھے ہوئے کلمات کا ترجمہ و تفسیر اور مختلف فیہ مسائل میں مسلکِ احناف کی ترجیح کے موضوع پر ۱۶ تقاریر کا مجموعہ

محمد عطاء اللہ بندیالوی

لہ دعوۃ الحق

نماز میں پڑھے گئے کلمات کا ترجمہ اور تفسیر
اور مختلف فیہ مسائل میں مسلک احناف کی ترجیح کے موضوع پر سولہ تقاریر کا مجموعہ

ابو عقبان فواد الرحمٰن ساجد

خطباتِ بندیالوی

جلد پنجم

محمد عطاء اللہ بندیالوی

نشر و اشاعت
شعبہ نشر و اشاعت
جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ
سرگودھا پاکستان

نام کتاب خطباتِ بندیالوی

نام مصنف محمد عطااللہ بندیالوی

ناشر اشاعت التوحید والسنہ جامعہ ضیاء العلوم سرگودھا

تعداد باراول 1100

تاریخ اشاعت دسمبر 2010

قیمت

کمپیوٹر کمپوزنگ نصراللہ مہر (0303-4830826)

آئینہ

انتساب		ش
تقدیم		ج
پہلی تقریر	اہمیت نماز	1
دوسری تقریر	سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ	35
تیسری تقریر	وَتَبَارَكَ اسْمُكَ	68
چوتھی تقریر	وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ	90
پانچویں تقریر	سورۃ الفاتحہ۔ تَعَوُّذْ	113
چھٹی تقریر	تَسْمِيَه	131
ساتویں تقریر	فاتحہ خلف امام	160
آٹھویں تقریر	عظمتِ فاتحہ واسمائے فاتحہ	182
نویں تقریر	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	195
دسویں تقریر	اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ	221
گیارہویں تقریر	اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ	237
بارہویں تقریر	اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ تا وَلَا الضَّآلِّيْنَ	262
تیرہویں تقریر	سورۃ الاخلاص	291
چودہویں تقریر	رفع یدین سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ	307
پندرہویں تقریر	تَشَهُّدْ	330
سولہویں تقریر	درود اور دعا	355

انتساب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ماں تو ہر شخص کی یقیناً عظیم ہوتی ہے!

مگر میری ماں! اس لحاظ سے انتہائی عظیم اور خوش قسمت تھیں کہ وہ ایک جید عالم دین کی لختِ جگر تھیں....... ان کے والدِ محترم مولانا میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور فاضلِ دیوبند تھے۔

میری ماں اس لحاظ سے بھی خوش نصیب تھیں کہ ان کے تین بھائی باعمل عالم دین تھے۔

جس گھرانے میں میری ماں کی شادی ہوئی وہ ایک معروف علمی گھرانہ تھا...... میری ماں کے سسر مولانا فضل کریم حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد اور بہت بڑے فقیہ عالم دین تھے۔

میری ماں کو جس شخصیت کی رفیقۂ حیات بننے کا شرف حاصل ہوا، وہ حضرت مدنیؒ اور حضرت مفتی کفایت اللہؒ کے شاگرد اور مفسر قرآن تھے۔

میری ماں کی کوکھ سے جنم لینے والے پانچوں بیٹے...... لوگوں کی نگاہوں میں علماء کے زمرے میں شامل ہیں۔

میری ماں کے تین نواسے اور دو پوتے ماشاء اللہ زیورِ دین سے آراستہ ہیں۔

میری ماں اس لحاظ سے بھی خوش نصیب تھیں کہ انہوں نے رئیس المفسرین، امام الموحدین مولانا حسین علیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

میری ماں ایک عالم کی بیٹی، تین علماء کی بہن، ایک عالم کی بہو، مفسرِ قرآن کی رفیقہ حیات، پانچ عالم بیٹوں کی ماں، تین عالم نواسوں کی نانی، اور دو عالم پوتوں کی دادی... کتنی خوش بخت اور خوش نصیب تھیں میری ماں!

اس کی عظمت اور بخت کی بلندی کے سامنے بادشاہوں کے تخت بھی ہیچ ہوں گے۔ یقین جانئے، ماں کی محبت ہی ہر غرض سے مبرّا اور بے لوث ہوتی ہے...

... ماں کی محبت میں کوئی لالچ اور حرص پوشیدہ نہیں ہوتا۔ ایک فلاسفر کا مقولہ ہے:

بھائی قطع تعلق کر سکتا ہے...... بہن رشتہ توڑ سکتی ہے

دوست بے وفائی کر سکتا ہے...... برادری کٹ سکتی ہے

کائنات کی ہر شے غداری پر اتر سکتی ہے

...... مگر ماں کی محبت میں فتور نہیں آسکتا۔

ایک بیٹا سفر کی صعوبتیں طے کر کے گھر پہنچا...... گھر پہنچتے ہی ہر کوئی لائے گئے تحفوں پر ٹوٹ پڑا...... اور ماں؟...... شاعر کہتا ہے: ع

اپنے اپنے تحفے سب نے بانٹ لئے تھے

حالِ سفر کا میری ماں نے پوچھا تھا

خطباتِ بندیالوی کی پانچویں جلد کا انتساب اپنی پیاری اور محترمہ ماں کے نام کرتے ہوئے خوشی اور فخر محسوس کر رہا ہوں۔

ہر پڑھنے والا میری دعا پر آمین کہہ دے...... کہ اللہ تعالیٰ میری مرحومہ ماں کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے۔ آمین

محمد عطاء اللہ بندیالوی

۱۴ نومبر ۲۰۱۱ء بروز اتوار

تقدیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبات بندیالوی کی پانچویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے...... اس سے پہلے خطباتِ بندیالوی کی چار جلدیں اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔

پہلی جلد آیۃ الکرسی کی تفسیر و تشریح پر مشتمل ۲۵ تقاریر کا مجموعہ ہے جس میں مسئلہ توحید کے تقریباً تمام پہلو زیرِ بحث آئے ہیں۔

دوسری جلد سیرت و عظمتِ امام الانبیاء ﷺ کے موضوع پر ۱۶ تقاریر پر مشتمل ہے...... تیسری اور چوتھی جلد میں سیرتِ انبیاء کرام (از آدمؑ تا امام الانبیاءؐ جن کا تذکرہ قرآن نے کیا ہے) کے عنوان سے تقریباً ۳۴ تقاریر جمع کی گئی ہیں...... جن میں سے ۹ تقاریر امام الانبیاء ﷺ کی سیرتِ طیبہ (از ولادت تا وفات ترتیب وار) کے عنوان سے شامل ہیں۔

آپ کے زیرِ مطالعہ خطباتِ بندیالوی کی پانچویں جلد نماز میں پڑھے گئے الفاظ اور کلمات کا ترجمہ اور تشریح کے موضوع پر تقاریر کا مجموعہ ہے۔

اس حقیقت سے آپ انکار نہیں کر سکتے کہ ہمارے معاشرے کے اکثر نمازی...... نماز کا ترجمہ و تفسیر نہیں جانتے...... اس لئے وہ نماز بھی پڑھتے رہتے ہیں اور شرکیہ افعال بھی کرتے رہتے ہیں...... وہ نماز میں اِیَّاکَ نَعۡبُدُ بھی پڑھتے ہیں اور ان کے سر غیر اللہ کے آستانوں پر بھی جھکتے رہتے ہیں...... وہ نماز میں اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ بھی پڑھتے ہیں اور مدد کے لئے غیر اللہ کو غائبانہ صدائیں بھی لگاتے رہتے ہیں... یقین جانئے نماز اول تا آخر اللہ ربُّ العزت کی توحید کا بیان اور اعلان ہے، نماز شروع بھی اللہ کے نام سے ہوتی ہے اور ختم بھی اللہ کے نام پر ہوتی ہے......

نماز کا ترجمہ اور آسان تشریح سننے کے لئے لوگ بھی ذہنی طور پر خوشی محسوس کرتے ہیں
خطباء اپنے جمعۃ المبارک کے خطبات میں اسے ترتیب وار بیان کریں گے تو ان شاء اللہ
ان کے مقتدیوں اور سننے والوں کی تعداد بھی بڑھے گی اور دلچسپی بھی پیدا ہوگی۔

میں نے نماز کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے مختلف فیہ مسائل میں مسلک احناف کی ترجیح کو وزنی دلائل سے ثابت کیا ہے۔۔۔۔۔۔ خطباء حضرات اپنے ماحول کو دیکھ کر اور مزید کتب کا مطالعہ کر کے اسے بیان کریں گے تو لازماً سننے والوں کو فائدہ ہوگا

میری تبلیغی مصروفیات۔۔۔ اور روز کے سفر۔۔۔ اور پھر صحت کی خرابی کے باوجود سالِ گذشتہ میں خطباتِ بندیالوی کی تین جلدیں مرتب ہو کر آپ کے ہاتھ میں پہنچ چکی ہیں۔۔۔ یہ سب اللہ رب العزت کا فضل و کرم اور رحمت ہے۔۔۔۔۔۔ اگر اشاعت التوحید والسنہ سے تعلق رکھنے والے علماء اور مخلص اراکین کی دعائیں میرے شامل حال رہیں تو ان شاء اللہ العزیز خطباتِ بندیالوی کی چھٹی جلد (سیرت و عظمتِ سیدنا حسینؓ، منقبتِ معاویہؓ و حسنؓ، سیدنا علیؓ کا روشن کردار اور واقعہ کربلا کے عنوان سے) بہت جلد آپکے ہاتھ میں ہوگی۔

خطباتِ بندیالوی کی پانچویں جلد میں جس قدر خوبی اور کوئی وصف ہے تو یہ میرے اللہ مہربان کی رحمت اور آپ حضرات کی دعاؤں کی وجہ سے ہے۔

انسان نسیان سے مرکب ہے۔۔۔۔۔۔ خطا کا پتلا ہے۔۔۔۔۔۔ غلطیوں کا مجسمہ ہے۔ اس جلد میں آپ کو کوئی سقم اور غلطی نظر آئے تو ازراہِ ہمدردی مطلع فرمائیں۔۔۔۔۔۔ آئندہ ایڈیشن میں آپ کے شکریہ کے ساتھ اصلاح کر دی جائے گی۔

طالب الدعا
محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب
۲۷ نومبر ۲۰۱۰ بروز ہفتہ

پہلی تقریر

فضیلت و اہمیتِ نماز

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ○ (عنکبوت:۴۵)

جو کتاب (قرآن) آپ کی طرف اتارا گیا ہے اُسے پڑھیے اور نماز کو قائم رکھیے، بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور بری باتوں سے اور اللہ کی یاد (توحید) سب سے بڑی ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○

سامعینِ گرامی! میں چاہتا ہوں کہ جمعۃ المبارک کے خطبات میں نماز کے اندر پڑھے گئے کلمات و آیات کا ترجمہ و تفسیر...... وضاحت کے ساتھ بیان کروں...... تاکہ آپ نماز پڑھیں تو آپ کو پتہ ہو کہ میں نماز میں کیا پڑھ رہا ہوں...... میں نماز میں اللہ سے کیا کہہ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ جواب میں مجھے کیا کہہ رہا ہے۔

میں نے باوضو...... قبلہ رخ ہو کر اور ہاتھ باندھ کر اور دو زانوں بیٹھ کر اللہ سے کیا کیا وعدے کیے ہیں؟ اور کیا کیا عہد و پیمان باندھے ہیں؟

میں نے نماز میں بار بار اللہ رب العزت سے کیا عہد کیا ہے اور مسجد سے باہر آ کر ......اور نماز سے فارغ ہو کر میرا کردار، میرا عمل اور میرا فعل کیا ہے؟

آج ہمارا پرابلم اور ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ کلمہ پڑھنے والوں کی اکثریت نماز پڑھتی ہی نہیں...... انہیں نماز کی فضیلت واہمیت اور فرضیت کا احساس تک نہیں ہے... وہ پانچ وقت اللہ کے منادی (مؤذن) کی آواز حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ (آؤ نماز کی طرف) سنتے ہیں مگر ٹس سے مس نہیں ہوتے...... ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی...... ان کے قدم مسجد کی طرف نماز کی ادائیگی کے لیے نہیں اٹھتے۔

دنیا کے مال و اسباب نے...... تجارت و سوداگری نے...... دنیاوی کاموں کی مصروفیات نے لوگوں کو نماز سے اور اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے......

پھر جو لوگ نماز پڑھتے ہیں...... ان کی نماز میں خشوع و خضوع نہیں ہوتا...... یکسوئی اور توجہ نہیں ہوتی...... نماز میں دھیان اللہ کی طرف رکھنے کے بجائے دنیا کے کاموں کی طرف اور دنیا کے دھندوں کی طرف ہوتا ہے۔

پھر سب سے بڑا مسئلہ اور پرابلم یہ ہے کہ جو لوگ نماز کے پابند ہیں...... اور نماز کی اہمیت و فرضیت کو سمجھتے ہیں ان میں سے اکثر لوگوں کو نماز میں پڑھے گئے کلمات اور الفاظ کے ترجمے اور مفہوم کا قطعاً علم نہیں ہوتا۔

وہ طوطے کی طرح رٹے رٹائے الفاظ دہرا دیتے ہیں...... بلا سمجھے نماز کے الفاظ و کلمات پڑھتے رہتے ہیں۔

میرا دعویٰ میں دعوے سے کہتا ہوں اور یقیناً آپ میرے اس دعوے کی تائید کریں گے کہ ہمارے ملک میں نماز پڑھنے والوں میں اٹھانوے فیصد لوگوں کو کوئی علم

نہیں ہوتا کہ ہم نے نماز میں جو کلمات ادا کیے ہیں...... جو الفاظ زبان سے نکالے ہیں ان کا ترجمہ اور مفہوم کیا ہے؟...... شاید دو فیصد لوگ ایسے ہوں جو نماز میں پڑھے گئے کلمات کا ترجمہ اور مفہوم جانتے اور سمجھتے ہوں۔

میرا دوسرا دعویٰ اور میرا دوسرا دعویٰ یہ ہے اور آپ میں سے ذی ہوش اور عقل مند افراد میرے اس دعوے سے اتفاق کریں گے...... کہ اگر کوئی شخص نماز میں پڑھے گئے کلمات کو سمجھ کر پڑھ لے...... ان کلمات کا ترجمہ اور مفہوم سمجھ لے...... اسے معلوم ہو کہ میں نے باوضو قبلہ رُخ ہو کر اللہ سے کیا کیا وعدے کیے ہیں...... تو اس شخص کے دل میں اور سینے میں شرک والی بیماری نہیں رہ سکتی۔

ایک شخص نماز بھی پڑھے اور پھر شرک بھی کرے...... ایک شخص نماز بھی پڑھے اور پھر سجدے غیر اللہ کے لیے کرلے...... ایک شخص نماز بھی پڑھے اور نذر نیاز غیر اللہ کے نام کی دے...... ایک شخص نماز بھی پڑھے اور مصائب میں غیر اللہ کو پکارے...... ایک شخص نماز میں اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا وعدہ بھی کرے اور پھر مدد غیر اللہ سے مانگے...... یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اس بیچارے نے طوطے کی طرح رٹی رٹائی نماز پڑھ لی ہے... اور اسے پڑھے گئے کلمات اور ادا کیے گئے الفاظ کا معنی اور مفہوم معلوم نہیں ہے

اس خرابی کی بنا پر...... خیر خواہی کے جذبے سے میں چاہتا ہوں کہ جمعۃ المبارک کے خطبات میں...... میں نماز میں پڑھے گئے کلمات اور الفاظ کا ترجمہ اور تفسیر...... اور مفہوم بیان کروں...... تاکہ سننے والے حضرات نماز کا ترجمہ اور مفہوم سمجھ لیں...... اس طرح نماز پڑھتے ہوئے انہیں لطف بھی آئے گا اور ان شاءاللہ عقیدے کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔

فضیلت و اہمیتِ نماز میں چاہتا ہوں کہ نماز کا ترجمہ اور مفہوم بیان

کرنے سے پہلے نماز کی فضیلت...... نماز کی فرضیت اور نماز کی اہمیت پر کچھ روشنی ڈالوں تاکہ جو بدنصیب حضرات نماز نہیں پڑھتے یا ادائیگی میں سستی اور غفلت کرتے ہیں... وہ نمازی بن جائیں اور سستی اور غفلت کی اس چادر کو اتار پھینکیں۔

نماز پہلی شریعتوں میں بھی

آپ جانتے ہیں کہ دین اسلام کے پانچ ستونوں میں نماز دوسرا اہم ستون ہے...... پانچ ارکانِ اسلام میں سے کلمہ کے بعد دوسرا رکن نماز ہے۔

نماز ہر عاقل بالغ شخص پر فرض ہے، جو کلمہ پڑھنے کے بعد دائرۂ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ عجیب بات اور لطف کی بات یہ ہے کہ نماز کی فرضیت صرف اُمتِ محمدیہ کے لیے نہیں ہے بلکہ پہلی شریعتوں میں تقریباً ہر امت پر...... اور اس امت کے رسول پر کسی نہ کسی صورت، ہیئت اور نوعیت سے نماز فرض رہی ہے اور اس وقت کے مسلمان نماز والے فریضہ کو ادا کرتے رہے ہیں۔

خصوصاً ملت ابراہیم میں

بطورِ خاص ملتِ ابراہیم میں اور دینِ حنیف میں نماز والا فرض نمایاں اور ممتاز رہا ہے۔

کیا آپ نہیں جانتے کہ جدّ الانبیاء حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام جب اللہ کا حکم پاکر اپنے اکلوتے اور شیر خوار لختِ جگر اسماعیل کو...... اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو بے آب و گیاہ...... سنسان جنگل میں...... (جہاں نہ کوئی آبادی تھی...... نہ پانی...... نہ سبزہ، نہ کوئی درخت...... نہ مکان، نہ جھونپڑی...... نہ کوئی مونس اور نہ کوئی غمگسار تھا) چھوڑ کر جا رہے تھے...... تو انہوں نے اللہ رب العزت کے دربار میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے:

رَبَّنَا إِنِّيْٓ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ

الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ (ابراہیم:۳۷)

اے ہمارے پالنہار مولا! میں اپنی کچھ اولاد کو ایک بے آب و گیاہ میدان میں تیرے مقدس گھر کے قریب چھوڑ کر جا رہا ہوں...... انہیں یہاں بسا رہا ہوں، تاکہ وہ نماز کو قائم رکھیں۔

(سامعینِ گرامی قدر! یہاں ایک لمحہ کے لیے ٹھہریے اور سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کی دُعا کے الفاظ پر غور فرمائیے۔

بے آب و گیاہ جنگل میں...... جہاں نہ آبادی، نہ سبزہ، نہ پانی...... اپنی بیوی صنفِ نازک کو اور شیر خوار بچے کو چھوڑ کر آ رہے ہیں...... مگر ان کی روزی اور کھانے پینے کے لیے پھلوں کی درخواست بعد میں کی...... اور انہیں نمازی بنانے کی دُعا پہلے کی...... حضرت ابراہیم کی نگاہوں میں...... اور ان کے دل میں اولاد کے لیے دنیا اور دنیا کے مال اور روزی کی اہمیت ثانوی درجہ رکھتی ہے، لیکن دین کے کام پہلا درجہ رکھتے ہیں)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اس دُعا کو قرآن نے جہاں ذکر فرمایا... اس جگہ پر اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک دعا کا تذکرہ فرمایا:

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ

(ابراهیم:۴۰)

اے میرے پالنہار! مجھے نماز کو قائم کرنے والا بنا دے اور میری اولاد میں سے بھی (ایسے لوگ بنا دے جو نماز کو قائم رکھیں) اے میرے رب اور میری دعا کو قبول فرما۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں نماز ان پر فرض تھی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اور نماز

حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے فرزندِ ارجمند سیدنا اسماعیل علیہ السلام جن کے لیے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ انہیں نماز قائم کرنے والا بنادے...... ان کی نسبت قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ (مریم : ۵۵)

"سیدنا اسماعیل اپنے اہل وعیال کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام...... اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی ذُرّیت میں آنے والے انبیاءِ کرام کے بارے میں قرآن شہادت دیتا ہے:

وَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ (انبیاء۷۳)

اور ہم نے ان کو حکم بھیجا نیک کام کرنے کا اور نماز کو قائم رکھنے کا۔

حضرت شعیب علیہ السلام اور نماز

قرآن مجید نے کئی جگہوں پر ایک برگزیدہ نبی اور رسول کا تذکرہ کیا ہے...... حضرت شعیب علیہ السلام...... وہ اپنی قوم کو غیر اللہ کی عبادت و پرستش سے روکتے ہیں...... قوم کو شرک سے بچنے کی اور کم تولنے سے رکنے کی تلقین کرتے ہیں...... تو قوم ان کی تبلیغ اور پیغامِ توحید کے جواب میں کہتی ہے:

اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا (ھود ۸۷)

کیا تیری نماز تجھے یہی سکھاتی ہے کہ ہم ان کی عبادت و پکار کرنا چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے۔

سامعینِ گرامی قدر! حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے جواب پر غور فرمائیے...... پیغمبر کو طعنہ دے رہے ہیں کہ بڑی لمبی لمبی نمازیں پڑھتا ہے...... تجھے

تیری نماز یہی سبق دیتی ہے کہ ہم آباء واجداد کے دین کو چھوڑ دیں؟

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے دین میں نماز فرض تھی اور حضرت شعیب نماز پڑھا کرتے تھے...... اور دوسری بات یہ واضح ہوئی کہ مشرکین کا اپنے دین پر ڈٹ جانا اور اڑ جانا کسی مضبوط دلیل کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ صرف آباء واجداد کی اندھی تقلید کی وجہ سے ہوتا ہے۔

حضرت لقمان اور نماز قرآن مجید نے حضرت لقمان علیہ السلام کی اُن سبق آموز نصیحتوں کا ذکر فرمایا ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کیں تھیں...... بلکہ جس سورت میں ان نصیحتوں کا ذکر ہے اس سورت کو حضرت لقمان علیہ السلام کے نام سے منسوب کر کے اس کا نام سورۃ لقمان تجویز کیا گیا۔

پہلی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: میرے بیٹے!

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان : ۱۳)

• اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا بے شک شرک ظلمِ عظیم (بھاری بے انصافی ہے)

میرے بیٹے! باقی گناہ صرف ظلم ہیں...... قتل، ڈاکہ زنی، چوری چکاری، زنا، کذب بیانی، بہتان تراز ی، غیبت، چغل خوری، تکبر وغرور، سود خوری ملاوٹ اور کم تولنا، وعدہ خلافی اور عہد شکنی...... بیٹا یہ سب ظلم ہیں... مگر شرک، یہ صرف ظلم نہیں ہے بلکہ ظلمِ عظیم ہے... شرک بغاوت ہے... شرک ایمان کے لیے سرطان ہے۔

عقیدے کی اصلاح کے بعد حضرت لقمان علیہ السلام نے دوسری نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ (لقمان ۱۷)

اے میرے بیٹے نماز کو قائم رکھ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نماز

بنی اسرائیل میں آنے والے انبیاءِ کرام علیہم السلام میں حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا اسمِ گرامی بہت نمایاں اور ممتاز ہے...... وہ صاحبِ کتاب نبی اور صاحبِ شریعت رسول ہیں...... وہ کلیم اللہ کے منصب پر فائز ہیں... وہ کوہِ طور پر ہیں اور انہیں نبوت و رسالت سے سرفراز کیا جا رہا ہے...... اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى...... میں نے آپ کو چنا اور پسند کیا (نبوت و رسالت کے لیے اور شرفِ کلام کے لیے) جو حکم آپ کو ملے اسے غور سے سنو...... پھر پہلا حکم اور پہلی وحی اُتری:

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (طٰهٰ: ۱۳)

بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں لہٰذا میری عبادت کر۔

عقیدے کی اصلاح کے بعد اور مسئلۂ توحید کی وحی کے بعد دوسرا حکم ملا:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (طٰهٰ ۱۴)

اور نماز کو قائم رکھ میری یاد کے لیے۔

یہاں بتلایا کہ نماز سے مقصود اللہ کی یاد ہے...... گویا نماز سے غافل ہونا اللہ کی یاد سے غافل ہونا ہے۔

قرآنِ مجید نے ایک عہد کا ذکر کیا ہے جو اللہ ربّ العزت نے بنی اسرائیل سے لیا تھا...... اور اس عہد پر عمل درآمد کروانے کے لیے بارہ سردار مقرر کیے تھے اور کہا تھا کہ اگر تم میری باتوں کو مان لو تو میری حمایت و نصرت تمہارے ساتھ ہو گی...... ان میں پہلا عہد اور پہلا وعدہ کیا تھا؟

قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ (مائدہ ۱۲)

اللہ نے فرمایا (اے بنی اسرائیل) میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم قائم رکھو گے نماز کو۔

حضرت زکریا علیہ السلام اور نماز

حضرت زکریا علیہ السلام نے بڑھاپے کی حالت میں ...... جب ان کی ہڈیاں روئی کی طرح زم ہو گئی تھیں...... ان کے سر کے بال سفید ہو گئے تھے...... جسمانی قوتیں مفقود اور بدنی طاقتیں معدوم ہو گئی تھیں...... انہوں نے ایسی حالت میں پوری امید بلکہ یقین کے ساتھ بیٹے کی درخواست کی......

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً......

میرے پالنہار مولا مجھے پاکیزہ اولاد عطا فرما

(معلوم ہوا اولاد کے خزانے کسی نبی اور ولی کے پاس نہیں صرف اور صرف اللہ کے پاس ہیں...... اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اولاد لینے کے لیے دروازہ بھی اللہ ربّ العزت کا کھٹکھٹانا چاہیے)

اللہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا...... اور جب بیٹے کی خوشخبری سنائی تو ان کی کیفیت کیا تھی؟ قرآن نے اس کو ذکر فرمایا:

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ (ال عمران: ۳۹)

پھر زکریا کو فرشتوں نے آواز دی جب وہ حجرے کے اندر نماز میں کھڑے تھے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نماز

بنی اسرائیل میں تشریف لانے والے انبیاء کرام میں سب سے آخر میں جلوہ افروز ہونے والے پیغمبر کا نام سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہے...... اللہ ربّ العزت نے انہیں ماں کی گود میں بولنے کے شرف سے نوازا...... انہوں نے ماں کی گود میں کلام کرتے ہوئے کہا:

وَاَوْصَانِيْ بِالصَّلٰوةِ (مریم: ۳۱)

اللہ ربّ العزت نے مجھے نماز کا حکم دیا ہے۔

سامعینِ گرامی قدر! یہ جتنے انبیاء کرام کا تذکرہ میں نے آپ کے سامنے کیا ہے ...... اور قرآن مجید کی مختلف آیتوں کے حوالے میں نے پیش کیے ہیں...... ان سے یہ بات اور یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ شریعتِ محمدیہ سے پہلی شریعتوں میں بھی نماز کی فرضیت موجود تھی...... تقریباً تمام انبیاء کرام خود بھی نماز پڑھتے تھے اور اپنی اپنی امتوں کو بھی نماز پڑھنے کی تلقین کرتے تھے۔

نماز اور عیسائیّت و یہودیّت

امام الانبیاء ﷺ کے مبارک زمانے میں یہود و نصاریٰ بھی نماز پڑھا کرتے تھے (چاہے اس کی صورت، ہیئت اور شکل کوئی سی ہو) نبی اکرم ﷺ کے کچھ ارشادات سے ان کی نمازوں کا ثبوت اور تذکرہ ملتا ہے۔

کنز العمال صفحہ ۲۷ جلد چہارم پر ایک حدیث ہے، جس کا مفہوم یہ ہے:

لوگو! جب نماز پڑھو تو تہبند باندھ لیا کرو یا چادر اوڑھ لیا کرو، یہودیوں کی طرح ننگے بدن نماز نہ پڑھا کرو۔

اور اسی کنز العمال کے صفحہ ۱۱۲ پر ایک حدیث درج ہے، جس کا مفہوم یہ ہے:

تم نماز میں یہودیوں کی طرح مت جھومو!

اور کنز العمال صفحہ ۸۴ جلد چہارم پر ایک حدیث ہے، جس کا مفہوم یہ ہے:

میری امت میں اس وقت تک دین کا کچھ نہ کچھ اثر رہے گا جب تک میری امت کے لوگ یہودیوں کی تقلید اور پیروی میں...... مغرب کی نماز میں ستاروں کے نکلنے کا...... اور صبح کی نماز میں عیسائیوں کی تقلید اور پیروی میں...... ستاروں کے ڈوبنے کا انتظار نہ کریں گے۔

امام الانبیاء ﷺ کے ان ارشاداتِ گرامی سے واضح ہوا اور معلوم ہوا کہ عرب میں رہنے والے یہودی اور عیسائی ان میں سے بھی چند لوگ ایسے تھے جو نماز ادا کرتے تھے۔

اُمّتِ محمدیہ اور نماز اُمتِ محمدیہ پر بھی سابقہ امتوں کی طرح کلمۂ اسلام کے بعد اعمال میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئی۔

مکہ مکرمہ میں تقریباً بارہ سال مسلسل امام الانبیاء ﷺ نے ایمان بنانے پر زور دیا...... عقیدہ بنانے پر محنت کی...... آپ مکی سورتوں کا مطالعہ کریں، وہاں آپ کو ایک ہی بات ملے گی...... لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ...... اللہ کی الوہیت کی تبلیغ اور غیر اللہ سے الوہیت کی نفی...... عقیدہ کی حیثیت ایمان میں ایسی رہی ہے جیسی بنیاد کی حیثیت مکان میں ہے...... سمجھدار اور عقلمند لوگ مکان کی بنیاد بہت مضبوط بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسی طرح امام الانبیاء ﷺ نے مسلسل بارہ سال مکہ مکرمہ میں عقیدۂ توحید کے مضبوط بنانے پر محنت فرمائی...... عقلی اور نقلی دلائل سے اللہ کی الوہیت اور معبودیت کو واضح کیا...... مختلف مثالوں سے اللہ کی الوہیت و معبودیت سمجھانے کی کوشش کی ...... مسلسل بارہ سال لوگوں کو شرک سے بچانے اور شرک کی حقیقت سمجھانے پر زور دیا۔

نبوت کے بارہویں سال اعمال میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئی...... اور پھر قرآنِ مجید کی مختلف سورتوں میں بار بار تاکید کے ساتھ مسلمانوں کو نماز کی ادائیگی کا حکم اور ترغیب دی گئی۔

عقیدے کے بعد نماز کی فرضیت...... ذرا ذہن میں رہے...... امام الانبیاء ﷺ کے ہاں جب بھی کوئی سائل ایمان و اسلام کی حقیقت کے بارے میں پوچھنے کے لیے آیا تو آپ نے کلمۂ اسلام کی تلقین کے بعد نماز کی فرضیت کا ذکر فرمایا،

اسی طرح کوئی باہر سے وفد اسلام کی حقیقت سمجھنے کے لیے آیا تو آپ نے اسے کلمۂ توحید کے بعد نماز کی تعلیم و ترغیب دی۔ اس بات پر، اور اس حقیقت پر، اور اس

عنوان پر صرف ایک حدیث سماعت فرمائیے۔

امام الانبیاء ﷺ کا مشہور و معروف ارشادِ گرامی ہے:

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَ اَقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ وَ الْحَجِّ وَ صَوْمِ رَمَضَانَ (بخاری)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ سب سے پہلے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا الٰہ اور معبود کوئی نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں... کلمہ اسلام کی شہادت کے بعد دوسری چیز نماز کو قائم رکھنا... تیسری چیز زکوٰۃ کی ادائیگی...... چوتھی چیز حجِ بیت اللہ اور پانچویں چیز رمضان کے روزے رکھنا۔

اس ارشادِ نبوی سے یہ بات اور یہ حقیقت دن کے اجالے کی طرح روشن اور واضح ہوگئی کہ ایمان کے بعد دوسرے نمبر پر سب سے اہم اور سب سے ضروری چیز نماز ہے۔

سب سے پہلی پوچھ نماز کے بارے میں

اور یہ بات بھی بڑی عجیب ہے کہ جس طرح ایمان کے بعد تمام اعمال میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئی...... اسی طرح قیامت کے دن اعمال کے بارے میں سب سے پہلے پوچھ بھی نماز کے بارے میں ہوگی...... امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلٰوةُ ( )

قیامت کے دن (اعمال میں) بندے سے سب سے پہلے حساب نماز کے بارے میں ہوگا۔

صاحبِ "نامِ حق" نے فارسی میں اس حدیث کا کتنا خوبصورت ترجمہ فرمایا ہے۔

ع روزِ محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسشِ نماز بود

قیامت کے دن جب جان مصیبت میں گرفتار ہوگی...... اعمال میں سب سے پہلے پوچھ نماز کی ہوگی۔

نمازعرش پر بُلا کر فرض فرمائی

اور یہ بات بھی بڑی عجیب ہے... اور اس سے نماز کی اہمیت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تمام ارکانِ اسلام...... اور تمام فرائض... روزہ ہو... حج ہو... قربانی ہو یا جہاد ہو، فرش پر فرض کیے گئے...... یعنی امام الانبیاء ﷺ زمین پر تھے...... جبریلِ امین وحی لے کر آئے اور یہ اعمال امت پر لاگو کردیے گئے...... مگر نماز کی اہمیت کے پیشِ نظر...... نماز فرض کرنے کے لیے امام الانبیاء ﷺ کو عرش پر بلایا گیا...... معراج کا مبارک سفر کروایا گیا...... اور اپنے پاس بلا کر نماز کا تحفہ عطا کیا گیا...... اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ ( )

نماز مومن کی معراج ہے۔

نماز کسی صورت میں معاف نہیں

ہر کلمہ پڑھنے والا...... کوئی چھوٹا ہو یا بڑا...... شہری ہو یا دیہاتی...... عالم ہو یا جاہل...... نیک ہو یا بد، وہ جانتا ہے بلکہ یقین رکھتا ہے کہ نماز ہر مسلمان پر فرض ہے... اور باقی فرائض کی طرح اس فرض میں کوئی چھوٹ اور کوئی رخصت نہیں۔

ذرا غور کیجیے زکوٰۃ بھی ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن ہے...... فرائض میں سے ایک فریضہ ہے...... مگر زکوٰۃ ہر مسلمان پر فرض نہیں، صرف اس شخص پر فرض ہے جو صاحبِ نصاب ہو (یعنی ۷½ تولہ سونا یا ۵۲ تولہ چاندی یا اتنی مالیت کا سامانِ تجارت رکھتا ہو) اور پھر سال میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے...... جو مسلمان

صاحبِ نصاب نہیں اس پر اللہ ربُّ العزّت نے زکوٰۃ کو فرض نہیں فرمایا۔

اسی طرح رمضان المبارک کے روزے بھی فرض ہیں...... مگر بیمار شخص اور مسافر آدمی کو رخصت عطا کر دی گئی کہ اگر روزہ رکھنے سے دقت اور تکلیف ہوتی ہو تو وقتی طور پر اسے چھوڑ دے اور بعد میں اس کی قضا کرے...... مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ اس پر دلیل ہے۔

شیخ فانی یا ایسا بیمار جس کا صحت مند ہونا ممکن نہیں... اس پر روزے معاف کر دیے گئے... ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اور فدیہ دیں۔

اسی طرح بیت اللہ کا حج ہے...... وہ ہر مسلمان پر فرض نہیں، بلکہ صرف اس مسلمان پر فرض ہے جو اتنی دولت اور رقم کا مالک ہو کہ مکہ مکرمہ پہنچ سکتا ہو اور جتنے دن حج کے سفر میں صرف ہوں گے اتنے دنوں کا خرچہ گھر والوں کے لیے رکھتا ہو...... اور حج بھی زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے۔

مگر ان تمام ارکان اور ان تمام فرائض کے برعکس نماز اسلام کا ایسا رکن اور ایسا فریضہ ہے جو ہر مسلمان پر بلوغ سے لے کر روح کے نکلنے تک... جب تک ہوش و حواس برقرار رہیں فرض ہے (صرف اس عورت کو نماز معاف کی گئی جو ایامِ حیض میں ہو)

کوئی بیمار ہو یا مسافر، کسی حالت میں بھی رخصت نہیں...... اگر کھڑے ہونے پر قدرت نہیں رکھتا تو بیٹھ کر پڑھے (لیکن پڑھے ضرور) اگر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر پڑھے (لیکن پڑھے ضرور) اگر رکوع اور سجود کرنے پر قادر نہیں تو اشاروں سے پڑھ لے (لیکن پڑھے ضرور)

میدانِ جنگ میں کفار سے لڑائی ہو رہی ہے... عین لڑائی میں نماز کا وقت آ جاتا ہے (لیکن پھر بھی نماز معاف نہیں) تو حکم ہے کہ مجاہدین کی ایک جماعت کفار کے لشکر کے سامنے کھڑی رہے، اور دوسری جماعت اللہ کے حضور سربسجود ہو جائے۔

اور اگر لڑائی گھمسان کی ہو جائے کہ ایک جماعت علیحدہ ہو کر نماز ادا نہیں کر سکتی تو پھر اس مجبوری میں نماز معاف نہیں ہوتی بلکہ حکم ہوا کہ سواری پر بیٹھے بیٹھے نماز ادا کرے... اور اگر سواری کا منہ قبلہ کی طرف رکھنا مشکل ہو تو سواری کا منہ جس طرف ہو جائے اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے...... اَيْنَمَا تَوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰه

ترکِ نماز کفر

سامعینِ گرامی! اسلام کے جتنے ارکان ہیں...... اور دین کے جتنے احکام ہیں ان میں سے کسی کے ترک کرنے اور چھوڑنے پر کفر کا فتویٰ استعمال نہیں کیا گیا...... مگر نماز کے ترک پر اتنی شدید وعید سنائی گئی:

بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ (مسلم۔ مشکوۃ ص:۵۸)

بندے کو اور کفر کو ملانے والی چیز نماز کا چھوڑنا ہے۔

ایک دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ (   )

جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی وہ کفر کے قریب پہنچ گیا۔

بڑی سخت وعید ہے... کچھ مفسرین اور بعض ائمہ اسے اپنے ظاہر پر رکھتے ہیں، ان کا خیال یہ ہے کہ بلا عذر... جان بوجھ کر نماز کو ترک کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

مگر کچھ علماءِ کرام اور ائمہ مجتہدین اس حدیث کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں ترک سے مراد انکار ہے...... جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کر دے وہ کافر ہو جائے گا...... یا اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ کفر کے قریب پہنچ گیا۔

بے نماز جنّت سے محروم

قرآنِ مجید نے ایک مقام پر جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان ہونے والی گفتگو اور سوال و جواب کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اہلِ جنت...... جنت میں پہنچ جائیں گے...... اور جہنمی جہنم کے حوالے

ہو جائیں گے...... جنتی، جہنمیوں سے سوال پوچھیں گے...... مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ...... تم دوزخ میں کس وجہ سے داخل ہوئے؟...... کیا فردِ جرم تم پر عائد ہوئی؟...... کیا جرم تم پر لاگو ہوا؟...... قَالُوْا ...... جہنمی جواب میں کہیں گے...... ذرا جہنمیوں کا جواب سنیے گا

لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (مدثر: ۴۳) ہم نماز کے پابند نہیں تھے۔

نماز میں سستی... نماز کی عدم ادائیگی جہنم میں داخلے کا سبب بن گئی۔

بے نماز کا انجام

امام الانبیاء ﷺ کا ایک ارشادِ گرامی پیش کرتا ہوں۔ اسے ذرا غور سے سنیے اور دیکھیے کہ آپ نے بے نماز شخص کے لیے کتنی سخت وعید فرمائی:

جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے تو نماز اس شخص کے لیے قیامت کے دن ایک نور بن جائے گی...... وقت حساب اس شخص کے لیے حجت اور دلیل بن جائے گی اور نماز اس شخص کی نجات کا سبب بن جائے گی۔

اور جو شخص نماز کا اہتمام نہیں کرتا لَمْ يَكُنْ لَّهٗ نُوْرٌ وَّلَا بُرْهَانٌ وَّ لَا نِجَاةٌ...... اس شخص کے لیے نہ قیامت کے دن روشنی ہوگی اور نہ اس کے پاس کوئی حجت اور دلیل ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ اور سبب ہوگا۔

وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ فِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ وَ اُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ

(مشکوٰۃ: ۶۹)

اور نماز کے چھوڑنے والے کا حشر قیامت کے دن فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا (استغفر اللہ)

ڈرنے کی بات ہے...... مقامِ خوف ہے۔ ترکِ نماز اتنا شدید گناہ!... اور اتنی شدید سزا کہ صرف دوزخ میں داخل نہیں ہوگا بلکہ فرعون اور ہامان کے ساتھ اس بد نصیب کا حشر ہوگا!

امام الانبیاء ﷺ کی آخری وصیت

امام الانبیاء ﷺ وقتاً فوقتاً نماز کی فضیلت اور نماز کے بارے میں اپنے ساتھیوں کو تاکید فرماتے رہتے تھے...... مختلف انداز سے انہیں نماز کی ادائیگی کی ترغیب دیتے رہتے تھے، کبھی فرمایا: قُرَّتُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ...... میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ کبھی فرمایا: لَا سَھْمَ فِی الْاِسْلَامِ مِمَّنْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ ...... جو نماز نہیں پڑھتا اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

آپ نے اپنے انتقال سے پہلے جو وصیت فرمائی وہ بھی نماز اور حقوق العباد سے متعلق تھی...... فرمایا اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ...... لوگو! نماز کا خیال رکھنا اور اپنے ماتحتوں کا خیال رکھنا...... آپ نے عالمِ بقا کی طرف جانے سے پہلے...... انتہائی اہم اور جامع نصیحت فرمائی...... اَلصَّلٰوۃُ نماز کی پابندی کی، یعنی حقوق اللہ کی ادائیگی...... اور وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ماتحتوں کے ساتھ حسنِ سلوک یعنی حقوق العباد کا خیال رکھنا۔

نماز کی فضیلت

سامعینِ گرامی! اب تک میں نے جو کچھ بیان کیا وہ نماز کی اہمیت کے بارے اور نماز کی عدم ادائیگی پر سزا اور وعید کے بارے میں تھا...... آئیے! اب کچھ بیان نماز کی فضیلت کے بارے میں ہو جائے...

نماز گناہوں کا کفارہ

مشہور صحابی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ فِی الشِّتَآءِ وَالْوَرَقُ یَتَھَا فَتُ...

امام الانبیاء ﷺ خزاں کے موسم میں...... پت جھڑ کے موسم میں باہر تشریف لائے...... موسم ایسا تھا کہ درختوں کے پتے کثرت کے ساتھ گر رہے تھے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ سردی کے موسم میں درختوں سے پتے کس کثرت سے گرتے ہیں...

بعض درختوں پر تو ایک پتہ بھی باقی نہیں رہتا۔

ابو ذرؓ کہتے ہیں:

فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذَالِكَ الْوَرَقُ يَتَهَافَتُ .... (مسند احمد، مشکوۃ ص:۵۸)

آپ نے درخت کی ایک ٹہنی کو پکڑ کر ہلایا، اُس درخت کے پتے اور زیادہ کثرت کے ساتھ گرنے لگے...

پھر امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا: ابُو ذر!

اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَيُصَلِّ الصَّلٰوةَ يُرِيْدُ وَجَهَ اللهُ فَتَهَافَتَ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا تَهَافَتَ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ (مسند احمد، مشکوۃ ص:۵۸)

جب کوئی مسلمان بندہ خلوصِ دل سے اللّٰہ ربُّ العزت کی رضا کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس بندے کے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے اس درخت سے پتے گر رہے ہیں۔

ایک اور حدیث حضرت ابو ذر غفاریؓ کی روایت آپ نے سنی...... امام الانبیاء ﷺ نے درخت کے پتوں کے گرنے کی مثال دے کر سمجھانے کی کوشش کی کہ نماز پڑھنے سے بندے کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ایک دوسری مثال کے ساتھ اس بات کو اور زیادہ واضح فرمایا حضرت سیّدنا ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ

امام الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِ كُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ بَقِيَ مِنْ دَرْنِهٖ شَيْءٌ ( )

تم بتلاؤ کہ اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر ہو جس میں وہ شخص روزانہ پانچ

مرتبہ غسل کرتا ہے، کیا اس شخص کے بدن پر کچھ میل باقی رہ سکتی ہے؟

صحابہ کرام نے جواب میں عرض کیا

لَا یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ

ایسے شخص کے بدن پر میل باقی نہیں رہ سکتی۔

امام الانبیاء ﷺ نے صحابہ کرام کا جواب سن کر فرمایا

فَکَذَالِکَ مَثَلُ الصَّلٰوۃِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰہُ بِہِنَّ الْخَطَایَا

(مشکوۃ ص:۸۷، بخاری، مسلم)

یہی حال پانچ نمازوں کا ہے کہ جو شخص دن میں پانچ مرتبہ اللہ ربّ العزت کے دربار میں نماز کے لیے حاضری دیتا ہے اللہ ربّ العزت اس کے سب گناہ مٹا دیتا ہے۔

تیسری حدیث

اسی سے ملتی جلتی ایک اور مثال آپ نے بیان فرمائی:

کہ ایک شخص کارخانے میں کام کرتا ہو جس سے اس کے بدن پر میل کچیل لگ جاتا ہے...... جب وہ کام سے فارغ ہو کر گھر کی طرف آتا ہے تو اس کے گھر اور کارخانے کے درمیان پانچ نہریں پڑتی ہوں...... وہ شخص ہر نہر سے نہاتا ہوا اور غسل کرتا ہوا گھر پہنچا ہے، پانچ مرتبہ نہانے کے بعد کیا اس شخص کے بدن پر کچھ میل باقی رہ گیا ہوگا؟

ظاہر بات ہے، وہ شخص اگر پانچ نہروں پر وقفہ وقفہ سے غسل کرتا ہوا گھر پہنچے گا تو اس کے بدن پر رائی کے دانہ کے برابر بھی میل باقی نہیں رہ سکتی۔

آپ ﷺ نے فرمایا یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے کہ انسان جو خطا کا پُتلا ہے...... اس سے ہر لمحہ گناہ سرزد ہوتے ہیں مگر ہر نماز اس کے گناہوں اور خطاؤں کو مٹا کر رکھ دیتی ہے۔

ایک مسئلے کی وضاحت

تین مثالیں جو امام الانبیاء ﷺ نے بیان فرمائیں ...... جن کو میں نے جیسا آپ کے سامنے بیان کیا...... اور آپ نے انہیں سنا...... ان مثالوں میں ذکر ہے کہ نماز انسان سے سرزد ہونے والے گناہوں کو مٹا دیتی ہے... جس طرح پت جھڑ کے موسم میں درختوں سے پتے جھڑتے ہیں...... جس طرح پانچ نہروں میں نہانے سے...... یا ایک نہر میں پانچ مرتبہ نہانے سے میل کچیل دور ہو جاتا ہے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ ان مٹنے والے اور معاف ہونے والے گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں... چھوٹے چھوٹے گناہ...... اس لیے کہ کبیرہ گناہ بغیر استغفار اور بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔

اس لیے نماز ادا کرنے کے ساتھ ساتھ توبہ اور استغفار کا اہتمام بھی لازماً کرنا چاہیے...... تاکہ صغیرہ اور کبیرہ گناہ سب کے سب معاف ہو جائیں۔

نماز گناہوں کو...... ہر قسم کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ نمازی التحیات میں درود کے بعد دعائیں مانگتا ہے، جس میں گناہوں سے استغفار بھی ہوتا ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ

اے ہمارے پالنہار مولا! مجھے معاف فرما دے اور میرے ماں باپ کو بھی معاف فرما دے اور تمام مومنوں کو معاف فرما دے جس روز حساب لیا جائے۔

امام الانبیاء ﷺ نے حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دُعا سکھائی تھی کہ نماز میں سلام سے پہلے پڑھ لیا کرو!

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ رَّحِیْمِ

( )

اے میرے مولا! میں نے اپنی جان پر (گناہ کر کے) بہت ظلم کیے ہیں اور تیرے علاوہ گناہوں کو بخشنے والا بھی کوئی نہیں، مجھے معاف فرمادے، معاف کرنا اپنی طرف سے اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو ہی ہے بخشنے والا رحم کرنے والا۔

ان دُعاؤں کے علاوہ امام الانبیاء ﷺ کا معمول تھا (جس میں آپ ﷺ نے امت کو تعلیم دی) کہ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللہ...... کہتے تھے۔

باجماعت نماز کی اہمیت وفضیلت

سامعینِ گرامی قدر! میں نے بڑی تفصیل کے ساتھ...... نماز کی فضیلت واہمیت پر روشنی ڈالی ہے...... اور قرآن وحدیث کے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ نماز دین کا ایک اہم ستون ہے...... اور نماز چھوڑنے والا اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں ہے...... اور بے نماز شخص کو آخرت میں عذابِ الٰہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اب میں آپ کے سامنے نماز ہی کے سلسلہ میں ایک اور پہلو پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں...... ہمارے معاشرے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نماز تو پابندی کے ساتھ پڑھتے ہیں...... مگر اس کے لیے جماعت کا اہتمام نہیں کرتے...... نماز ادا کرتے ہیں مگر باجماعت نماز نہیں پڑھتے حالانکہ امام الانبیاء ﷺ نے جس طرح نماز کی شدید تاکید فرمائی ہے...... اسی طرح باجماعت نماز ادا کرنے کی بھی سخت تاکید کی ہے۔

آپ ﷺ کا ایک فرمان ہے، ذرا غور سے سنیے!

صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوۃِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّ عِشْرِیْنَ دَرَجَۃً (بخاری،مسلم،مشکوۃ ص: ۹۵)

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے:

جس شخص نے آذان کی آواز سنی اور مسجد میں آنے سے کوئی عذر مانع بھی نہیں، یعنی کوئی خوف یا بیماری بھی نہیں، جان بوجھ کر باجماعت نماز میں شامل نہیں ہوتا۔۔۔

لَمْ تُقْبَلْ مِنْہُ الصَّلٰوۃُ الَّتِیْ صَلّٰی (ابو داؤد ، مشکوۃ ص : ۹۶)

اس کی اکیلے پڑھی ہوئی نماز درجہ قبولیت نہیں پاتی (یعنی نماز کامل نہیں ہوتی)

انتہائی سخت وعید جو حضرات باجماعت نماز پڑھنے کا اہتمام اور کوشش نہیں کرتے۔۔۔۔۔۔اور مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی طرف توجہ نہیں دیتے۔۔۔۔۔۔ بغیر عذر کے گھر میں یا دکان میں نماز پڑھ لیتے ہیں، ان کے بارے میں امام الانبیاء رحمۃ للعالمین ﷺ کا ایک ارشادِ گرامی ذرا غور سے سنیے!

لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ فِتْیَانِیْ فَیَجْمَعُوْا لِیْ حُزَمًا مِنْ حَطَبٍ ثُمَّ اٰتِیْ قَوْمًا یُصَلُّوْنَ فِیْ بُیُوْتِهِمْ لَیْسَتْ بِهِمْ عِلَّۃٌ فَاُحَرِّقُهَا عَلَیْهِمْ۔ (مسلم، ابوداؤد)

میرا دل چاہتا ہے کہ چند نوجوانوں کو حکم دوں کہ بہت سی لکڑیاں جمع کر کے لائیں۔۔۔۔۔۔ پھر میں ان لوگوں کے ہاں جاؤں جو بغیر عذر کے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں۔۔۔۔۔۔ اور جا کر ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔

اور ایک روایت میں جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

اگر گھروں میں عورتیں نہ ہوتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں عشاء کی نماز کی امامت کرواتا اور میں نوجوانوں کو حکم دیتا کہ جو لوگ گھروں میں ہیں ان کے گھروں کو آگ لگا دو۔ (مشکوۃ ص:۹۷)

یہ کون کہہ رہا ہے؟ باجماعت نماز نہ پڑھنے والوں کے لیے اتنے سخت لفظ...... اور اس قدر شدید وعید...... کس کی زبان سے نکل رہی ہے...... ذرا غور تو فرمائیے...... اتنے سخت الفاظ، گھر جلانے کے الفاظ کون کہہ رہا ہے... جو رحمۃ للعالمین ہے...... جو رحمتِ کائنات ہے...... جو رحمت و شفقت میں تمام انبیاء کرام میں ممتاز ہے...... جس کی شفقت، مہربانی، نرمی، اور معافی کا جذبہ مسلمانوں ہی کے لیے نہیں بلکہ وہ اپنے دشمنوں اور کافروں کے لیے بھی نرمی و شفقت کا جذبہ رکھتے ہیں...... جو گالیاں کھا کر دعائیں دیتے ہیں...... پتھروں کے جواب میں پھول برساتے ہیں...... سختی کے جواب میں نرمی کرتے ہیں...... صرف نرمی نہیں معافی کا اعلان فرماتے ہیں۔

ذرا دیکھو تو سہی جو رسولِ رحمت اپنے مخالفین اور کفار کے لیے بھی نرمی اور مہربانی کے جذبات رکھتا ہے...... وہ شفیق و مشفق پیغمبر کہتا ہے کہ جو لوگ باجماعت نماز نہیں پڑھتے اور بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں میرا دل کرتا ہے کہ میں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں...

نماز میں خشوع و خضوع سامعینِ گرامی قدر! اب میں کچھ ان نمازیوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں... جو نماز پابندی سے بھی ادا کرتے ہیں... باجماعت نماز پڑھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں...... مگر ان کی نمازیں خشوع و خضوع سے خالی ہوتی ہیں... ہم سب ان میں شامل ہیں... آج ہماری نمازیں محض رسم ہو کر رہ گئی ہیں۔

؎ رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالی نہ رہی

آج ہماری نمازیں عاجزی اور تضرع سے خالی ہو کر رہ گئی ہیں۔۔۔۔۔۔ ہمارا جسم نماز میں مصروف ہوتا ہے مگر ہمارا دل و دماغ جسم کا ساتھ دینے سے انکاری ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔ زبان سے نماز کے کلمات تو ادا ہو رہے ہوتے ہیں مگر ان کے معنی و مفہوم سے ہم ناآشنا ہوتے ہیں

طرح طرح کے خیالات۔۔۔۔۔۔ اور طرح طرح کے وسوسے اور سوچیں ہمیں نماز ہی میں آتی ہیں۔۔۔۔۔۔ نہ ہمارا قیام صحیح اور نہ رکوع درست۔۔۔۔۔۔ نہ ہمارا سجدہ صحیح اور نہ جلسہ درست۔۔۔۔۔۔ نہ ہمارا التحیات میں بیٹھنا صحیح اور نہ قومہ درست۔۔۔ نہ یہ احساس کے ہم اللہ کے حضور کھڑے ہیں۔۔۔۔۔۔ ایسی نمازیں نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہیں۔

قرآن کہتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ...

(مؤمنون ۱،۲)

بلاشک وشبہ فلاح اور کامیابی پاگئے مومن۔۔۔۔ جو اپنی نمازوں میں خشوع اور عاجزی کرنے والے ہیں)۔

خشوع کیا ہے؟ اس آیت میں نماز کو خشوع سے ادا کرنا ضروری قرار دیا ہے۔۔۔۔۔۔ مگر خشوع کہتے کسے ہیں؟

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خَاشِعُوْنَ کی تفسیر سَاکِنُوْنَ اور خَآئِفُوْنَ سے کی ہے۔۔۔ خشوع نام ہے عاجزی کا، زاری کرنے کا، گڑگڑانے کا، جھکنے کا، پست ہو جانے کا، انکساری کا۔۔۔

کچھ علماء کا خیال ہے کہ خشوع صرف سکون اور پست ہونے کا نام نہیں ہے

...... بلکہ خشوع کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ اللہ ربُّ العزت کے سامنے صرف اس کی کمر اور پیشانی اور سر ہی نہ جھکے بلکہ اس کا دل دماغ اور باطن بھی سرِ تسلیم خم کرے۔

وہ نماز میں قیام، رکوع، سجود اس طرح کریں...... ان کی ہیئت وصورت ایسی ہو کہ ایک ایک چیز سے ان کے دل کا خشوع ظاہر ہو رہا ہو اور جسم کا ایک ایک عضو دل کے خشوع کی گواہی دے رہا ہو...... نمازی نماز پڑھتے ہوئے اپنی تمام تر توجہ نماز کے اندر رکھے اور اللہ رب العزت کے سوا ہر چیز سے منہ موڑ لے...... نماز کے کلمات سمجھ کر پڑھے اور اور ان پر غور وتدبر کرے۔

نماز کے ظاہری آداب کا بھی خیال اور لحاظ رکھے...... وہ مؤدب کھڑا ہو ...... اس کی نگاہ اِدھر اُدھر نہ گھومے بلکہ سجدہ کی جگہ پر جمی رہے...... جسم کو بِلا ضرورت حرکت نہ دے...... نہ انگلیاں چٹخائے، نہ کپڑوں کو سمیٹے اور نہ انہیں سنوارنے میں لگا رہے...... داڑھی کے ساتھ نہ کھیلے...... نہ سر کھجائے...... یہ نماز کا ظاہری اور باطنی خشوع ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

جب اصحابِ رسول نماز میں مصروف ہوتے تو اپنی تمام تر توجہ نماز کی طرف رکھتے تھے...... اپنی نظریں سجدے والی جگہ پر مرکوز رکھتے تھے اور ان کو یقین ہوتا تھا کہ اللہ کے سامنے کھڑے ہیں، وہ ادھر ادھر التفات اور توجہ نہیں کرتے تھے۔ (الدر المنثور ص: ۸۴ جلد: ۶)

حدیث میں آتا ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا وہ نماز کے دوران اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا، آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا: اگر اس شخص کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے ظاہری اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔

قرآنِ مجید میں اللہ ربُّ العزت نے کیا فرمایا، ذرا سنیے...

وَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ○الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلٰوتِھِمْ سَاھُوْنَ○
الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُ وْنَ... (ماعون:۴ تا ۶)

ہلاکت اور خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے، جو اپنی نماز سے غافل اور بے خبر ہیں، وہ جو دکھلاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔

سَاھُوْنَ غافل اور بے خبر......یعنی وہ نہیں جانتے کہ نماز میں وہ کس سے مناجات کر رہے ہیں......کس سے سرگوشیاں ہو رہی ہیں اور نماز سے مقصد کیا ہے (اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ... کہ نماز کا اصلی مقصد لوگوں کے دلوں میں خوفِ خدا پیدا کر کے انہیں رب کی نافرمانیوں سے روکنا ہے)

اور وہ نہیں جانتے کہ نماز کس توجہ اور اہتمام کے لائق ہے۔

یہ کیسی نماز ہوئی کہ کبھی پڑھی اور کبھی نہ پڑھی......وقت بے وقت پڑھنے لگے......گپ شپ میں اور دنیا کے کاموں میں جان بوجھ کر وقت تنگ کر دیا......پھر پڑھنے لگے تو دو چار ٹکریں لگالیں۔

کچھ خبر اور پتہ نہیں ہوتا کہ کس کے سامنے کھڑے ہیں؟ جو صرف بادشاہ نہیں بلکہ شہنشاہ ہے......احکم الحاکمین ہے......ایسے دربار میں کس شان سے حاضری دے رہے ہیں۔

لوگو! ذرا غور تو کرو، کیا اللہ ربُّ العزت ہمارے اٹھنے اور بیٹھنے......جھک جانے اور سیدھے ہو جانے اور دوزانوں ہو کر بیٹھنے ہی کو دیکھتا ہے......اور ہمارے باطن کو اور ہمارے دل کو نہیں دیکھتا کہ اس میں کہاں تک اخلاص اور خشوع کا رنگ موجود ہے...!

ہماری نمازیں خشوع سے خالی آج بدقسمتی اور بدبختی سے ہم میں ننانویں فیصد لوگ ایسے ہیں کہ جن کی نمازیں خشوع اور خضوع سے خالی ہیں۔

اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم ہمہ تن گوش ہو کر پوری توجہ اور اخلاص کے ساتھ نماز ادا نہیں کرتے...... ہمیں یہ احساس اور یقین نہیں ہوتا کہ ہم مالک الملک اور شہنشاہ کے دربار میں اپنی عرضی اور درخواست لیے کھڑے ہیں (دنیا کی عدالتوں میں جب ہم پیش ہوتے ہیں تو ہماری حالت کیا ہوتی ہے...... کتنے مؤدب اور کتنے خوفزدہ ہوتے ہیں...... کس قدر احترام کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں) اور یہ یقین نہیں ہوتا کہ شاید یہ ہماری زندگی کی آخری نماز ہو۔

اگر ہمارے دل اور ہمارے دماغ میں یہ بات پختہ ہو جائے کہ اپنے مالک و مولا کے دربار میں کھڑے ہیں...... اور شاید یہ نماز میری زندگی کی آخری نماز ہو تو پھر نماز میں خشوع و خضوع اور عاجزی لازماً پیدا ہو گی۔

صحابہ کرام کی نمازیں

یہ یقین اصحابِ رسول کے دل و دماغ میں آ گیا تھا، بلکہ سما گیا تھا...... تو پھر ان کی نمازوں پر...... ان کی نمازوں کے قیام و سجود پر...... ان کی نمازوں کے رکوع و تَشَہُّد پر آسمان کے فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔

ایک غزوہ کے موقع پر امام الانبیاء ﷺ نے دو صحابہ کے ذمے لگایا کہ وہ رات کو پہرہ دیں گے...... تاکہ دشمن رات کی تاریکی میں ہماری غفلت سے فائدہ اٹھا کر حملہ نہ کر دے۔

پہرے داروں نے فیصلہ کیا کہ اگر دونوں جاگتے رہے تو نیند کا کسی وقت بھی غلبہ ہو سکتا ہے اور اگر نیند غالب آ گئی تو امام الانبیاء کے حکم کی سرتابی ہو جائے گی۔

اس لیے پہلی نصف رات ایک جاگے اور دوسرا آرام کرے...... اور آخری نصف رات دوسرا جاگے...... جس صحابی کے جاگنے کی باری تھی اس نے نفلوں کی نیت باندھی اور سورۂ کہف کی تلاوت شروع کر دی...... وہ بڑی عاجزی و خشوع سے ہمہ تن گوش ہو کر... جامد و ساکت اور ساکن اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گیا۔

دشمن کے جاسوسوں نے دور سے دیکھا...... دیکھتے رہے کہ کیا کوئی نشان ہے......؟ کوئی ستون ہے...؟ یا لکڑی کا تنا گرا ہوا ہے......؟ یا کوئی آدمی ہے......؟ یعنی اس نمازی صحابی کے وجود میں معمولی حرکت بھی نہیں ہو رہی تھی۔

دشمن نے دُور سے تیر چلایا...... تیران کے جسم میں پیوست ہو جاتا ہے...... خون نکلتا ہے، مگر اس صحابی کے جسم میں پھر بھی کوئی حرکت نہیں ہوتی۔

دشمن نے دوسرا تیر مارا...... دوسرا تیر بھی لگ جاتا ہے، مگر یہ صحابی پہاڑ کی طرح مضبوط اپنی جگہ پر جما ہوا ہے، نہ نماز توڑتا ہے اور نہ نماز کو مختصر کرتا ہے۔

دشمن نے تیسرا تیر چلایا...... اتنے میں ان کا ساتھی بیدار ہو گیا...... اس نے دیکھا خون بہ رہا ہے۔

وہ پوچھتا ہے...... جب تمہیں پہلا تیر لگا تو تم نے مجھے کیوں نہ جگایا...؟

اس نمازی نے کہا:

نماز میں قرآن کی تلاوت کرنے میں اور اپنے رب سے باتیں کرنے میں اتنا مزہ آ رہا تھا کہ اگر کوئی جسم کو کاٹ بھی دیتا تو مجھے احساس تک نہ ہوتا...... میں نے سورۂ کہف کی تلاوت شروع کی تھی، دل نہیں کرتا تھا کہ پوری کرنے سے پہلے نماز توڑ دوں (ابوداؤد)

تاریخ وسیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ خلیفۂ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے ہوئے جب رکوع میں جاتے تو اتنے ساکت وساکن ہو جاتے کہ پرندے دیوار سمجھ کر آپ کی پیٹھ پر بیٹھ جاتے۔

حضرت عروہ بن زبیر کے کسی عضو میں زخم ہو گیا...... زہر کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے اس عضو کو کاٹنا ضروری ہو گیا...... حضرت عروہ نے کہا جب میں نماز پڑھنا شروع کروں اس دوران تم اس عضو کو کاٹ دینا...... چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور

انہیں عضو کے کٹنے کا مطلقاً پتا نہ چلا۔

امام اعظم ابو حنیفہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک سانپ چھت سے گر گیا...... لوگ خوف کے مارے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے مگر امام اعظمؒ جو نماز میں مشغول تھے انہیں کچھ پتا نہ چلا کہ مسجد میں یہ بھاگ دوڑ کیوں ہوئی!

اسے کہتے ہیں نماز میں خشوع و خضوع...... یہ لوگ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ...... کے حقیقی مصداق ہیں کہ نماز میں ان کے جسم پر تیر لگتے ہیں مگر نماز کے خشوع میں بال برابر فرق نہیں آتا...... خون بہتا ہے...... عضو کٹتا ہے...... مسجد میں چھت سے سانپ گرتا ہے مگر ان کی نمازوں میں اور ان کے خشوع میں ذرہ برابر فرق نہیں آتا۔

نماز میں سکون کی حالت یہ ہے کہ پرندے ان کی پیٹھ کو دیوار سمجھ کر بیٹھ جاتے ہیں...... مگر بدقسمتی سے ہماری نمازیں شریعتِ اسلامیہ کی ہدایت وتعلیمات کے سراسر خلاف ہیں...... نہ ہمارا قیام صحیح...... نہ رکوع و سجود درست...... نہ تشہد کے آداب کا خیال...... دوڑتے ہوئے آئے، بے خیالی سے وضو کیا اور بے توجہی سے نیت باندھ لی...... جسم نماز میں مصروف اور دل و دماغ کہیں دور کے خیالات میں گم...... زبان سے طوطے کی طرح رٹے رٹائے الفاظ نکل رہے ہیں اور وہ بھی صحیح نہیں، غلط سلط...... ذہن میں طرح طرح کے خیالات اور وسوسے لائے جا رہے ہیں...... جلدی جلدی بے خیالی سے چند ٹکریں ماریں اور اس یقین سے چل دیے کہ اب اللہ ربُّ العزت کو چاہیے کہ وہ ہماری یہ خوبصورت ادائیگی والی نماز ضرور قبول کرے۔

حالانکہ عجلت اور جلد بازی میں پڑھی گئی نماز کے متعلق امام الانبیاء ﷺ کا ایک ارشاد گرامی ہے، ذرا اسے سنیے:

ایک موقع پر ایک شخص مسجدِ نبوی میں آیا اور انتہائی عجلت اور جلد بازی سے نماز پڑھنے لگا، نماز کی ادائیگی کا لحاظ نہ کیا...... قیام، قومہ، رکوع، سجدہ اور جلسہ کا خیال نہ کیا، وہ نماز سے فارغ ہوا...... امام الانبیاء ﷺ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے، آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا:

اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ...... (   )

واپس جا اور دوبارہ نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔

یعنی عجلت اور جلد بازی میں پڑھی ہوئی نماز...... جس میں ارکان صحیح طور پر ادا نہ ہوں ایسی نماز...... نماز نہیں کہلاتی۔

اس شخص نے دوبارہ اسی طرح عجلت میں نماز پڑھی...... آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا... جب تیسری بار ایسے ہی ہوا...... تو اس شخص نے عرض کیا:

وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا اُحْسِنُ غَیْرَہٗ فَعَلِّمْنِیْ (   )

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دینِ حق دے کر بھیجا ہے... میں اس سے اچھے انداز اور بہتر طریقے سے نماز ادا نہیں کر سکتا...... آپ مجھے صحیح طریقہ سمجھا دیں۔

پھر آپ نے اسے سمجھایا کہ اطمینان کے ساتھ قیام کرو...... پھر رکوع و سجود سکون سے ادا کرو۔ (بخاری، مسلم)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نماز کے اندر کوئی مسلمان بے توجہی سے اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو اللہ ربُّ العزت اس بندے سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

میرے بندے! کدھر دیکھ رہے ہو میری طرف دیکھ...... کیا تیری نگاہوں میں مجھ سے بہتر کوئی اور چیز ہے؟

وہ نمازی دوبارہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو اللہ ربُّ العزت دوبارہ اسی طرح فرماتا

ہے۔۔۔۔۔۔ پھر تیسری مرتبہ نمازی سے یہی حرکت صادر ہوتی ہے تو اللہ ربّ العزت اس نمازی سے منہ پھیر لیتا ہے۔ (کنز العمال)

ایک اور حدیث میں آیا ہے۔۔۔

امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

اَسْؤَ النَّاسِ سِرْقَةً الَّذِیْ یُسْرِقُ صَلٰوتَهٗ ( )

تمام چوروں میں سے بدترین اور برا چور وہ شخص ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے۔

صحابہؓ نے یہ ارشاد سن کر پوچھا:

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ یُسْرِقُ صَلٰوتَهٗ

یارسول اللہ! وہ نماز میں کیسے چوری کرتا ہے؟

آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

لَا یُتِمَّ رُکُوْعَهَا وَ سُجُوْدَهَا

رکوع وسجود پوری طرح اور اچھی طرح ادا نہیں کرتا۔۔۔ یہ نماز کی چوری ہے

دوسری وجہ ہماری نمازیں خشوع وخضوع سے خالی ہیں۔۔۔۔۔۔ طرح طرح کے خیالات دل و دماغ میں آتے ہیں۔۔۔۔۔۔ پوری یکسوئی اور مکمل توجہ نماز میں نہیں ہوتی اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ طوطے کی طرح رٹے رٹائے کلمات اور الفاظ نماز میں دہرا دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔ اور ہمیں ان کلمات اور الفاظ کے ترجمے اور مفہوم کا قطعاً کوئی علم نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔ ہم نہیں جانتے کہ ہم نے نماز میں اپنے اللہ سے کیا کہا ہے؟ اور اللہ ربّ العزت نے جواب میں کیا کہا ہے؟ ہم نے نماز میں اللہ ربّ العزت سے کیا کیا وعدے کیے ہیں؟ اور کیا کیا درخواست پیش کی ہے؟

میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر نمازی کو۔۔۔۔۔۔ نماز کے الفاظ وکلمات کا ترجمہ و مفہوم آتا ہو اور وہ نماز میں کلمات ادا کرتے ہوئے ان کے معنی ومفہوم کو دھیان میں

رکھے تو دنیا کے وسوسے اور خیالات نمازی کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتے۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ نماز میں جو کچھ پڑھیں، اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔۔۔

۔۔۔اگر بے پروائی اور بے توجہی سے نماز کے ترجمہ کی طرف دل اور ذہن متوجہ نہ ہوا۔۔۔تو یادرکھیے ایسی نماز کا دل اور دماغ پر کچھ اثر مرتب نہیں ہوگا۔

اور ایسی بے کیف اور بے روح نماز، نمازی کو گناہوں، بدکرداریوں۔۔۔

۔۔۔بے حیائیوں اور برائیوں سے نہیں روک سکتی۔

نمازی کو گناہوں سے۔۔۔عصیاں کاریوں سے۔۔۔ برائیوں اور بے حیائیوں سے وہی نماز روک سکتی ہے۔ جس نماز میں خشوع ہو، خضوع ہو، عاجزی وانکساری ہو۔۔۔

۔۔۔یکسوئی ہو۔ اور یہ سب صفات تب پیدا ہوسکتی ہیں جب نمازی نماز کے الفاظ و کلمات کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

قرآنِ مجید میں نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے۔۔۔۔۔۔ اس کی وجہ یہی بیان کی گئی ہے کہ نشہ میں مست شخص بے حال ہوتا ہے اور سمجھنے والا دل اور سوچنے والا دماغ اس کا ساتھ نہیں دیتا۔

قرآن میں ارشاد ہوا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ( )

اے ایمان والو! جب تم نشہ میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک (اتنا ہوش آجائے) کہ جو کہہ رہے ہو اس کو سمجھ سکو،

(یہ آیت کریمہ شراب اور نشہ آور چیزوں کے حرام ہونے سے پہلے اتری ہے)

اس آیت سے اتنی بات اور اتنی حقیقت تو واضح ہوگئی کہ نماز میں جو کلمات پڑھے جائیں ان کو سمجھنے کی بھی ضرورت ہے۔

اسی لیے امام الانبیاء ﷺ نے نیند کے غلبہ کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی... کیونکہ نیند کے غلبہ کے وقت بھی انسان فہم وتدبُر سے عاری اور خالی ہوتا ہے۔

ارشادِ نبوی ہے:

نمازی کو جب نیند آجائے تو اسے سو جانا چاہیے، پھر اسے چاہیے کہ ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ وہ جو کچھ پڑھتا ہے اسے سمجھے۔ (بخاری، ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ایک رات جب آپ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے خیمہ سے سر مبارک باہر نکال کر فرمایا:

لوگو! نمازی جب نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے...

...نمازی کو جاننا اور سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنے رب سے کیا عرض کر رہا ہے۔

(مسند احمد ص:۳۶، ۳۷ ج:۲)

ایک اور حدیث میں آیا ہے:

جو شخص اچھی طرح سے وضو کرتا ہے، پھر اس طرح سے نماز پڑھتا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اُسے سمجھتا بھی ہے...... جب ایسا شخص نماز مکمل کر لیتا ہے تو ایسے ہو جاتا ہے جیسے آج اس کی ماں نے جنا ہو۔ (مستدرک حاکم)

آخری گزارش

سامعینِ گرامی قدر! میرے اس بیان سے اتنی بات تو آپ نے سمجھ لی ہوگی کہ ایک نمازی کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز میں پڑھے گئے کلمات و الفاظ کا ترجمہ اور مفہوم سمجھتا ہو...... اور نماز کے الفاظ کو سمجھ کر پڑھے تو ایسی نماز اسے بے حیائی اور برائیوں سے روک دے گی۔

اس ضرورت کے پیشِ نظر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ جمعۃ المبارک کے خطبات میں...... مَیں نماز میں پڑھے جانے والے کلمات کا ترجمہ، تشریح اور مفہوم بیان کروں... تاکہ آپ کو نماز کا ترجمہ بھی آجائے اور مفہوم بھی سمجھ میں آجائے... تاکہ آپ کی اور میری نمازیں پُرکیف اور خشوع وخضوع سے مالا مال ہو جائیں۔

اللہ ربُّ العزّت مجھے بیان کرنے اور سمجھانے کی توفیق بخشے، اور آپ کو سننے اور سمجھنے کی دولت سے نواز دے۔ آمین

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْن

دوسری تقریر

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ دَعْوٰهُمْ فِیْهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ وَ اٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (یونس:۱۰)

(جنتی جب جنت کا نظارہ کریں گے) تو اُن کے منہ سے یہ بات نکلے گی: ... پاک ہے تو اے اللہ... اور اُن کی باہمی دعا سلام ہو گی اور ان کی آخری بات ہو گی کہ... تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○

سامعینِ گرامی! میں کوشش کروں گا کہ جمعۃ المبارک کے خطبات میں نماز میں پڑھے گئے کلمات والفاظ کا ترجمہ... مختصر تفسیر... عام فہم مفہوم... اور تشریح کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ نماز کی ادائیگی کے اہم مسائل پر بھی روشنی ڈالوں، تاکہ نماز کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ آپ نماز کے موٹے موٹے مسائل سے بھی واقف اور آگاہ ہو جائیں۔

نماز کے لیے وضو نماز کے لیے وضو کا کرنا لازمی اور ضروری ہے، بغیر وضو کے نماز ادا نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید میں اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا

وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنَ (مائدہ:)

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولیا کرو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں سمیت دھوؤ۔

اس آیتِ کریمہ میں وضو کے چار فرائض کا تذکرہ ہوا ہے۔

ایک منہ کا دھونا...... دوسرا ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا...... تیسرا سر کا مسح کرنا...... اور چوتھا فرض ہے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا۔

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کے بعد امام الانبیاء ﷺ کا ایک ارشادِ گرامی اس سلسلہ میں سماعت فرمائیے:

لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ (مسلم:۱۱۹)

کوئی نماز بغیر وضو کے قبول نہیں کی جاتی۔

ایک اور حدیث میں ہے:

لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّاَ (بخاری ص:۲۵ ج:۱)

جس شخص کا وضو ٹوٹ جائے اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی یہاں تک کہ وہ وضو کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ (مشکوٰۃ ص:۳۹ ج:۱)

امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا کہ جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی وضو ہے۔

نماز میں قبلہ رُو ہونا | اچھی طرح وضو کرنے کے بعد نمازی کے لیے ضروری ہے

کہ وہ سفر میں ہو یا گھر میں...... سواری پر سوار ہو یا زمین پر کھڑا ہو...... اپنا منہ اور اپنا رخ بیت اللہ کی سمت کرے۔

قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ (البقرہ ص: ۱۴۴)

پس آپ پھیر لیں اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔

نماز کی نیت کوئی سی بھی نماز پڑھنی ہو...... مثلاً ظہر کی یا عشاء کی...

... فرض نماز یا نفلی نماز... اس کی نیت کرنا ضروری ہے۔ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (بخاری ص:۹ ج:۱)

بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

نمازی کو چاہیے کہ وہ نماز ادا کرتے ہوئے یہ نیت بھی لازماً کرے کہ میں فلاں وقت کی نماز خالصتاً اللہ کے لیے پڑھ رہا ہوں۔

قرآنِ کریم نے کئی جگہوں میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ (الزمر)

پس عبادت کر اللہ کی خالص اس کی عبادت۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (البینہ)

اور لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت خالص کریں۔

یاد رکھیے! نیت کا تعلق دل سے ہے...... آپ گھر سے مسجد کے لیے چلے ہیں... آپ کے ذہن میں ہے کہ ظہر کی نماز پڑھنے جا رہا ہوں یا فجر کی...... جمعہ

پڑھنے جارہا ہوں یا عید... پھر یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ میرا منہ قبلہ کی جانب ہے... اور یہ بھی پتہ ہے کہ باجماعت پڑھ رہا ہوں یا تنہا پڑھ رہا ہوں۔

اسی دل کے ارادے کا نام نیت ہے...... اور اگر کوئی شخص ذرا شکی مزاج ہو اور زبان سے بھی نیت کے الفاظ کہہ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں...... مگر زبان سے الفاظِ نیت کی ادائیگی کو لازمی اور ضروری نہ جانے۔

تکبیر تحریمہ | ہر نماز کی ابتداء اور آغاز میں اَللّٰهُ اَكْبَرْ کہہ کر نیت باندھنے کا نام تکبیرِ تحریمہ ہے اور یہ نماز کے فرائض میں شامل ہے اور تکبیرِ تحریمہ کا کہنا لازمی اور ضروری ہے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرْ کا معنی ہے اللہ سب سے بڑا ہے...... اللہ سب سے عالی، متعال اور اکبر ہے، اپنے علم کے لحاظ سے بھی اور اپنی قدرت کے لحاظ سے بھی...... اللہ سب سے بڑا ہے...... اپنے اختیارات کے لحاظ سے بھی اور اپنے تصرف کے لحاظ سے بھی...... اپنی طاقت کے لحاظ سے بھی اور اپنی قوت کے اعتبار سے بھی...... اپنے خزانوں کے لحاظ سے بھی...... اپنی سخاوت کے لحاظ سے بھی...... اور اپنی عطاؤ بخشش کے اعتبار سے بھی۔

نمازی کو کہا جا رہا ہے...... نمازی سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ نماز کی ابتداء میں اس بات کا اقرار و عہد کرے کہ سپر طاقت...... اور قوت والی حکومت کسی کی نہیں بلکہ سپر طاقت صرف اور صرف اللہ ربُّ العزت کی ہے...... میں بہت بڑا ہوں... جس طرح میں سب سے بڑا ہوں اسی طرح میری پکڑ بھی سب سے زیادہ سخت اور شدید ہے۔

اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ میری نافرمانیوں اور حکم عدولیوں سے اجتناب کرے اور میرے ہر فرمان اور میرے ہر حکم کی تعمیل اور پیروی کرے۔

یہ صدا اور یہ پیغام اَللّٰهُ اَكْبَرْ والا ایسا پیغام ہے کہ ہر مسلمان کے کان میں ہر

آواز سے پہلے پہنچایا گیا...... مسلمان کے گھر میں بچہ پیدا ہوتا ہے تو پہلی آواز جو اس کے کان کے پردے سے ٹکراتی ہے وہ یہی آواز ہے اَللّٰہُ اَکْبَرْ اَللّٰہُ اَکْبَرْ پھر دن میں پانچ مرتبہ بار بار اس کے کانوں تک یہ آواز اور یہ پیغام پہنچایا جاتا ہے اَللّٰہُ اَکْبَرْ اَللّٰہُ اَکْبَرْ

پھر ہر باجماعت نماز سے پہلے ایک دفعہ پھر اس کے کان میں یہ صدا گونجتی ہے، جب مکبّر تکبیر کہتا ہے اَللّٰہُ اَکْبَرْ اَللّٰہُ اَکْبَرْ

پھر ہر دو رکعت والی نماز میں دس مرتبہ اس سے اقرار کروایا جاتا ہے
اَللّٰہُ اَکْبَرْ اَللّٰہُ اَکْبَرْ

پھر عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن عید کی نماز پڑھنے کے لیے آنے والے مسلمان سے کہا گیا کہ عیدگاہ آتے ہوئے اور پھر واپس جاتے ہوئے کبھی آہستہ آواز سے اور کبھی بلند آواز سے یہ نغمہ گا اور یہ صدا لگا:

اَللّٰہُ اَکْبَرْ اَللّٰہُ اَکْبَرْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرْ اَللّٰہُ اَکْبَرْ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ

غرضیکہ ہر مسلمان کے دل و دماغ میں ہر آن اور ہر لحہ یہ یقین پختہ کرنے کے لیے اُس سے اقرار کروایا جاتا ہے کہ اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہہ کر ہر ایک کی کبریائی کا تصور دل سے نکال اور میری کبریائی کا یقین دل میں بٹھا...

اسے تکبیرِ تحریمہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس تکبیر کے کہتے ہی نمازی پر وہ سب چیزیں اور وہ سب باتیں حرام ہو جاتی ہیں جو اس تکبیر سے پہلے حلال اور جائز تھیں۔

مثلاً کھانا پینا، سونا لیٹنا، چلنا پھرنا...... یہ سب چیزیں اور باتیں نمازی کے لیے حلال تھیں مگر نماز میں داخل ہونے کے لیے جوں ہی اَللّٰہُ اَکْبَرْ (تکبیرِ تحریمہ) کہا تو یہ سب باتیں اور یہ سب چیزیں اس پر حرام ہو گئیں۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (مدثر)　　　　اور اپنے رب کی کبریائی بیان کیجیے۔

امام الانبیاء ﷺ کا ایک ارشاد گرامی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَ تَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَ تَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ　　(ترمذی ص:۳ ج:۱)

نماز کی چابی وضو ہے اور نماز کی تحریم (یعنی جس سے حلال چیزیں بھی نمازی پر حرام ہو جائیں) اللہ اکبر کہنا ہے اور اس کی تحلیل (یعنی جس کے بعد وہ حرام ہونے والی باتیں نمازی کے لیے حلال اور جائز ہو جائیں) سلام پھیرنا ہے۔

تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھانا چاہیے۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

اِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيْ بِهِمَا اُذُنَيْهِ　　(مسلم ص:۱۶۸ ج:۱)

بے شک نبی اکرم ﷺ جب اللہ اکبر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے کانوں کے بالمقابل لے آتے۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا صَلّٰى رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَكُوْنَ اِبهَامَاه حَذَا اُذُنَيْهِ　　(مسند احمد ص:۳۰۳ ج:۴)

نبی اکرم ﷺ نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاتے۔

نماز میں ہاتھ کہاں باندھنے ہیں؟ آج بدقسمتی سے ہمارے

ملک میں کچھ لوگ ایسے ایسے مسائل پر عوام کو آپس میں الجھا رہے ہیں...... جن مسائل کی اتنی اہمیت نہیں ہے کہ نماز کا ہونا یا نہ ہونا ان پر موقوف ہو...... مگر آج منبر ومحراب پر ایسے مسائل کے بارے سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے اور اپنی جہالت کی بناء پر علم کو ظاہر کرنے کے لیے...... دھواں دھار تقریریں ہوتی ہیں...... پھر نوبت بحث وتکرار تک پہنچتی ہے...... پھر مناظرے کے میدان سجتے ہیں...... اور پھر لڑائیاں اور مجادلے ہوتے ہیں۔

ایسے مسائل میں ایک مسئلہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا بھی ہے...... کہ نماز میں ہاتھ کہاں باندھنے چاہئیں؟... ناف کے نیچے یا ناف پر یا ناف کے اوپر... یا سینے پر یا ہاتھ گلے میں لٹکا لینے چاہئیں یا ہاتھ باندھنے ہی نہیں چاہئیں، چھوڑ دینے چاہئیں۔

مگر اس سے پہلے کہ میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ ذکر کروں...... اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک نماز میں ہاتھ باندھنا صرف مسنون ہے...... نماز میں ہاتھ باندھنا نہ فرض ہے کہ ہاتھ نہ باندھنے والی کی نماز نہ ہوتی ہو...... اور نہ واجب ہے کہ غلطی سے باندھنے یاد نہ رہے تو سجدۂ سہو لازم آ جائے، صرف مسنون ہے۔

ائمہ اربعہ کے ہاں ہاتھ باندھنے کا فروعی اختلاف موجود ہے...... ہمارے امام...... سراج الائمہ حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ نماز میں نمازی کو چاہیے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے...... اور اپنے اس نظریے پر وہ بہت سے دلائل رکھتے ہیں:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَضَعُ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ (مصنف ابن ابی شیبہ ص: ۳۹۰، ج:۱)

میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

خلیفہ رابع امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِی الصَّلٰوةِ وَضۡعَ الۡاَكُفِّ عَلَى الۡاَكُفِّ تَحۡتَ السُّرَّةِ (مسند احمد ص:۱۱۰، ج:۱، ابوداؤد ص:)

بے شک نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

امام ترمذی نماز میں ہاتھ باندھنے کی مختلف روایات کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وَرَاٰى بَعۡضُهُمۡ اَنۡ يَّضَعَهَا فَوۡقَ السُّرَّةِ وَرَاٰى بَعۡضُهُمۡ اَنۡ يَّضَعَهَا تَحۡتَ السُّرَّةِ وَ كُلٌّ ذَالِكَ وَاسِعٌ عِنۡدَهُمۡ

(ترمذی ص:۳۴، ج:۱)

بعض علماء کا خیال ہے کہ نمازی اپنے ہاتھ ناف کے اوپر رکھے (سینے پر نہیں) اور کچھ کا خیال یہ ہے کہ نمازی اپنے ہاتھ ناف کے نیچے رکھے اور محدثین کے نزدیک یہ سب جائز ہے۔

تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد اور ہاتھ باندھ لینے کے بعد سورۃ فاتحہ کی قرات سے پہلے نمازی کو ثنا پڑھنی چاہیے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ابنِ ماجہ ص:۵۸ پر اور نسائی ص:۱۴۳ پر موجود ہے......اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ترمذی ص:۳۳ ج:۱......اور ابوداؤد ص:۱۲۹ جلد:۱ پر موجود ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو یہ ثنا پڑھتے تھے

سُبۡحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمۡدِكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيۡرُكَ

اور اس کا اللہ ربُّ العزت نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ (طور: ۴۸)

اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجیے جب آپ کھڑے ہوں (یعنی نماز کے لیے)

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ سامعینِ گرامی! میرے بیان کرنے کا اصل مقصد نماز میں پڑھے گئے کلمات کا ترجمہ اور تفسیر سمجھانا ہے اس لیے ثنا میں پڑھے گئے کلمات اور الفاظ کا ترجمہ اور تفسیر بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں:

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ...... اے اللہ! تو پاک ہے...

وَ بِحَمْدِكَ ...... ساتھ اپنی خوبیوں کے......

میرے اللہ! تو صفتوں والا ہے... کمالات والا ہے...

اس سے پہلے کہ میں سُبْحٰنَكَ اللہ کا مفہوم بیان کروں، یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ دنیا کی ہر ذی روح مخلوق اور غیر ذی روح مخلوق...... غرضیکہ دنیا کی ہر ہر چیز اللہ کی تسبیح میں مصروف ہے:

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِن لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ

(بنی اسرآئیل: ۴۴)

سات آسمان اور زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے سب اللہ کی تسبیح کر رہی ہیں، اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہی ہے مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

کچھ علماء کا خیال ہے، جیسے امام رازیؒ کہ اس سے مراد تسبیح حالی ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کا وجود اس بات پر شاہد اور گواہ ہے کہ وہ سُبْحَانَ ہے۔

مگر جمہور علماءِ امت کا خیال ہے کہ اس سے مراد قولی تسبیح ہے... ہر ہر چیز اپنے

اپنے انداز میں اور اپنی اپنی بولی میں اللہ ربُّ العزت کی تسبیح وتحمید میں مصروف ہے۔

قرآنِ کریم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ (ص:۱۸)

ہم نے پہاڑوں کو (داؤدؑ) کے لیے مسخر کر دیا تھا اور وہ داؤد کے ساتھ صبح اور شام تسبیح پڑھتے تھے۔

اگر پہاڑوں کی تسبیح سے مراد حالی تسبیح ہوتی تو پہاڑوں کو مسخر کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، لہذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ پہاڑوں کی تسبیح سے مراد قولی تسبیح ہے۔

قرآن نے کسی مقام پر فرمایا:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ (الحشر:۱)

اللہ ہی کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔

اور دوسرے مقام پر قرآن کہتا ہے:

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (الجمعه:۱)

اللہ ہی کی پاکی بیان کرتا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں وہ اللہ جو بادشاہ ہے پاک ذات زبردست حکمتوں والا۔

سامعینِ گرامی! اس پر میں کتنی آیات پیش کروں......قرآن نے کئی مقامات پر اس حقیقت کو واضح اور بیان کیا ہے کہ:

زمین وآسمان کی ہر چیز وَاِنَّ مِنْ شَيْءٍ انسان ہوں یا جنات، ملائکہ ہوں یا حشرات الارض، خشکی ہو یا تری، بحر ہو یا بر، ندیاں ہوں یا نہریں، سمندر ہوں یا دریا، پرندے ہوں یا چرندے یا درندے، جنت کی حوریں ہوں یا پریاں، بادل ہوں یا بارش یا پڑنے والے اولے، آسمان ہو یا اس میں جڑے ہوئے تارے، ضیاء پاشیاں کرتا ہوا چاند ہو

یا آتشیں کرنوں والا سورج، سدرۃ المنتہیٰ میں رہنے والی مخلوق ہو یا تحت الثریٰ میں بسنے والی مخلوق، عرش ہو یا حاملین عرش فرشتے، نباتات ہوں یا جمادات، درخت ہوں یا ان کی شاخیں اور پتے... پھل ہوں یا پھول، زمین پر رینگنے والے کیڑے مکوڑے...... غرضیکہ کائنات کی ہر جاندار چیز اور غیر جاندار چیز...... ذی روح یا غیر ذی روح، وہ سب کے سب اللہ ربُّ العزت کی تسبیح وتحمید میں مصروف ہیں۔

ملائکہ بھی اللہ ربُّ العزت حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے اپنا ارادہ فرشتوں پر ظاہر فرمایا کہ:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (بقرہ: ۳۰)

بے شک میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب

اللہ ربُّ العزت کی یہ بات سن کر فرشتوں نے سوچا کہ زمین پر جنات آباد ہیں اور فتنہ وفساد اور کشت وخون کا بازار گرم رکھتے ہیں...... یہ نئی مخلوق بھی ویسی ہی ہو گی...... تو انہوں نے انتہائی فرمانبرداری سے کہا: مولا! یہ نئی مخلوق پتہ نہیں کیسی ہو گی... فسادی اور خونریزی کی عادی!...... جو ڈیوٹی ان کے ذمے لگانا چاہتا ہے، وہ بھی ہمارے سپرد کر دے،

نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (بقرہ: ۳۰)

ہم تیری خوبیوں کے ساتھ تیری تسبیح پڑھتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے رہتے ہیں

قرآن مجید نے ملائکہ کی تسبیح وتحمید کا ایک مقام پر تذکرہ فرمایا:

يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ (الرعد ۱۳)

رعد فرشتہ (جو بادلوں کے ہانکنے پر مقرر ہے) اور باقی کے تمام فرشتے اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کی تسبیح وتحمید میں مصروف رہتے ہیں۔

امام الانبیاء ﷺ بھی قرآنِ مجید میں امام الانبیاء ﷺ کو اللہ ربُّ العزت نے حکم دیا:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ( )

میرے پیارے پیغمبر! اب مکہ فتح ہو چکا ہے...... ہماری مدد ہر وقت آپ کے ساتھ ہے...... اب لوگ اِکا دُکا نہیں فوج درفوج اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور برابر داخل ہو رہے ہیں۔ آپ کا کام دعوت وتبلیغ والا اختتام اور انجام کو پہنچنے والا ہے... اب میرے پاس آنے کی تیاری فرمائیے اور اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ اس کی تسبیح وتقدیس کو اپنا وظیفہ بنالیجے۔

اہلِ جنّت جنت میں بھی جنتی جب اللہ کے فضل وکرم سے جنت میں پہنچا دیے جائیں گے...... وہاں اللہ کی رحمتوں کا مشاہدہ کریں گے...... اللہ کا فضل وکرم دیکھیں گے جنت کی نعمتوں کو، آسائشوں کو دیکھیں گے تو بے اختیار پکار اٹھیں گے......سُبْحَانَ اللهِ اور جنتی جب اللہ سے کوئی چیز مانگیں گے یا مانگنے کی خواہش ہوگی تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کہیں گے......ان کی زبان سے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ نکلنے کی دیر ہوگی کہ وہ چیز فرشتے فوراً ان کی خدمت میں پیش کر دیں گے...

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"گویا یہی ایک لفظ (سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ) تمام دعاؤں کے قائم مقام ہوگا۔

کنکریوں کی تسبیح حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے... فرماتے ہیں کہ ایک دن میں امام الانبیاء ﷺ کی خدمت میں گیا...... آپ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے...... میں آپ کے ساتھ بیٹھ گیا...... تھوڑی دیر بعد حضرت سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے...... کچھ دیر گذری تھی کہ حضرت سیدنا فاروقِ اعظم اور

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما بھی پہنچ گئے۔ امام الانبیاء ﷺ کے سامنے کچھ کنکریاں پڑی ہوئی تھیں... آپ ﷺ نے ان کنکریوں کو اپنی ہتھیلی میں رکھا تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں...... ابوذر کہتے ہیں میں نے شہد کی مکھیوں کی طرح ان کنکریوں کی گنگناہٹ سنی۔

آپ نے وہی کنکریاں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہتھیلی پر رکھیں...... تو وہ ان کی ہتھیلی پر بھی تسبیح پڑھتی رہیں...... پھر آپ نے حضرت عمرؓ کی ہتھیلی پر رکھیں تو ان کی تسبیح جاری رہی...... آپ نے انہیں حضرت عثمانؓ کی ہتھیلی پر رکھا تو ان کی تسبیح جاری رہی...... پھر آپ نے وہ کنکریں زمین پر رکھ دیں تو وہ خاموش ہوگئیں (بیہقی، طبرانی)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ:

امام الانبیاء، خاتم النبیین ﷺ کے سامنے کھانا لایا گیا...... آپ نے فرمایا یہ کھانا اللہ کی تسبیح کر رہا ہے مگر تم لوگ اس کی تسبیح کو سن اور سمجھ نہیں سکتے۔

میرے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے اور سمجھانا آپ حضرات کو یہ چاہتا ہوں کہ:

اللہ ربّ العزت نے قرآن مجید میں جگہ جگہ...... کبھی حکم اور امر کی صورت میں...... کسی خبر کی صورت میں... اور کسی جگہ کسی مخلوق کا احوال بیان کر کے ہمیں یہ بتلایا ہے کہ کائنات کی ہر چیز...... ہر حال میں اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰھُمَّ کا معنیٰ اور مفہوم

سُبْحَانَ اللّٰھُمَّ کا لفظی معنیٰ ہے پاک ہے تو اے اللہ... آپ سمجھدار لوگ ہیں ان شاء اللہ مجھے اس کو مفہوم سمجھانے میں زیادہ دقت اور مشکل پیش نہیں آئے گی۔

اللہ کے پاک ہونے سے کیا مراد ہے؟ وہ کس چیز سے پاک ہے؟ اللہ ربّ العزت کی پاکی کا معیار کیا ہے؟

ہم روزمرہ کی بولی میں بولتے ہیں...... میرا کپڑا پاک ہے...... میرا

رومال پاک ہے...... میرا قالین پاک ہے اور جا نماز پاک ہے...... یہ فرش پاک ہے۔

پھر ہمارا نظریہ اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاءِ کرام پاک ہیں...

پھر ہم رہتے ہیں اصحابِ رسول پاک ہیں...

ذرا سوچ کر بتلائیے... کیا ان سب کی پاکی کی نوعیت اور معیار ایک جیسا ہے؟

ہر ذی ہوش کا جواب ہوگا...... ہرگز نہیں...... بلکہ ہر ایک کی پاکی کی نوعیت الگ الگ ہوگی۔

جب بولیں گے کپڑا پاک ہے، رومال پاک ہے، قالین پاک ہے، فرش پاک ہے... تو مطلب ہوگا نجاستوں اور غلاظتوں اور گندگی سے پاک ہے۔

جب بولیں گے اصحابِ رسول پاک ہیں...... تو مقصد ہوگا تنقید سے اور طعن وتشنیع سے پاک ہیں۔ یعنی اصحابِ رسول کی قدوسی جماعت پر تنقید نہیں ہوسکتی... ان پر طعن وتشنیع جائز نہیں... نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اور میرے بعد انہیں تنقید کا نشانہ نہ بنانا۔

ہاں ہاں! وہ تنقید سے بالاتر ہیں جنہیں اللہ نے اپنی رضامندی کی سند عطا کی ہے... وہ لوگ تنقید سے ماوراء ہیں جن کے ساتھ اللہ ربُّ العزت نے جنت کا وعدہ کیا ہو... اُن لوگوں پر تنقید نہیں ہوسکتی جن کے ایمان وتقویٰ، صداقت وطہارت، رشد وہدایت اور فلاح وکامیابیوں کی شہادت خود اللہ ربُّ العزت نے دی ہو۔

ان پر تنقید اور طعن وتشنیع نہیں ہوسکتی جن کو معیارِ حق قرار دیا گیا ہو...... اور کہا گیا ہو:

فَإِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا (البقرہ:)

یہود ونصاریٰ جن کو اپنے دین پر بڑا ناز تھا...... اور وہ اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھتے تھے...... ان سے کہا جا رہا ہے کہ اگر میرے نبی کے یاروں کی طرح ایمان لائیں گے تب ہدایت یافتہ ہوں گے۔

ایک اور جگہ پر فرمایا:

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ آمِنُوْا كَمَا آمَنَ النَّاسُ (البقرہ ۱۳)

اور جب منافقین سے کہا جاتا ہے کہ اس طرح ایمان لاؤ جس طرح سب لوگ (صحابہ کرام) ایمان لائے ہیں...

ان دو آیتوں سے ثابت ہوا کہ اصحابِ رسول کے ایمان کو باقی لوگوں کے لیے کسوٹی اور معیار قرار دیا گیا!

اور اصحابِ رسول کا ایمان...... معیار اور کسوٹی کیوں نہ ہو، جب کہ اللہ ربُّ العزّت نے ان کے دلوں میں ایمان اپنے ہاتھ سے لکھ دیا ہے:

كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْإِيْمَانَ

اور دوسری جگہ کہا ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيْمَانَ وَزَيَّنَهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ (حجرات: ۷)

لیکن اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اور مزیّن کر دیا سے تمہارے دلوں میں، اور نفرت ڈال دی تمہارے دلوں میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی۔

میں عرض کر رہا تھا کہ جب کوئی کہے گا...... میر کپڑا پاک ہے تو مطلب ہو گا گندگیوں اور نجاستوں سے پاک ہے۔

اور جب بولیں گے اصحابِ رسول پاک ہیں تو مطلب ہو گا تنقید اور طعن و تشنیع سے پاک ہیں...... اسی طرح جب کہیں گے انبیاءِ کرام پاک ہیں تو مطلب ہو گا گناہ کی آلودگیوں سے پاک ہیں۔

یاد رکھیے! انبیاء کرام نبوت کے عطا ہونے سے پہلے بھی اور نبوت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد بھی چھوٹے اور بڑے ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔

ماں کی گود سے لے کر قبر میں جانے تک گناہوں سے معصوم اور پاک ہونا، یہ صفت نہ کسی فقیہ کی ہے... نہ مفسر و محدث کی اور نہ کسی امام کی ہے، بلکہ یہ صفت اور یہ وصف صرف اور صرف نبوت کا ہے۔

انبیاءِ کرام اللہ کی خاص نگرانی میں پرورش پاتے ہیں...... انبیاءِ کرام کی پیٹھ پر اللہ کا دستِ قدرت ہوتا ہے...... انبیاءِ کرام کی تربیت اللہ کی نگرانی میں ہوتی ہے... انبیاء کرام کی حفاظت اللہ ربُّ العزت خود فرماتا ہے...... اس لیے وہ ہر قسم کے گناہوں سے معصوم اور پاک ہوتے ہیں۔

اللہ پاک ہے کا مفہوم

اسی طرح جب کہیں گے... سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ... اے اللہ تو پاک ہے، یا کہیں گے سُبْحَانَکَ اللہ کہ اللہ کی ذات پاک ہے تو اس کا مفہوم اور مطلب ہو گا کہ اللہ کی ذات شریکوں سے پاک ہے...... اللہ ربُّ العزت کی ذات ان باتوں سے پاک ہے جو مشرکین اس کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کا مفہوم ہو گا...... اے اللہ تو پاک ہے شریکوں سے ...... تو پاک ہے وزیروں اور مشیروں سے...... تو پاک ہے نائبین اور معاونین سے...... تو پاک ہے مثیلوں اور مثالوں اور نظیروں سے...... تو پاک ہے بیوی اور اولاد سے...... ہر قسم کے رشتے ناطوں سے...... برادری اور خاندان

سے...... اے اللہ تو پاک ہے اونگھ اور نیند سے اور تھکاوٹوں سے...... غفلت اور سہو اور نسیان اور بھول چوک سے...... اے اللہ تو پاک ہے عاجزیوں اور مجبوریوں سے...... کمزوری اور احتیاج سے...... بیماریوں اور عجز سے...... بخل اور جہالت سے... کھانے اور پینے سے...... غرضیکہ ہر قسم کے عیب اور نقص سے تو پاک ہے۔

آپ کہیں گے سُبْحَانَ اللهِ کا یہ معنی...... کہ اللہ ربُّ العزت کی ذات شریکوں سے اور ان باتوں سے جو مشرکین اس کے متعلق بیان کرتے ہیں پاک ہے... یہ معنی میں نے کہاں سے کیا ہے۔

تو ذرا غور سے سنیے! سُبْحَانَ اللهِ کا یہ معنی اور مفہوم میں نے قرآنِ مجید کی آیات کی روشنی میں کیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ ربُّ العزت نے ارشاد فرمایا:

سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (یونس:۱۸)

اللہ کی ذات پاک اور برتر ہے اس سے جس کو وہ شریک کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی ابتداء میں اللہ ربُّ العزت نے مشرکینِ مکہ کے ایک عقیدے کا ذکر فرمایا ہے...... کہ اللہ کے سوا جن جن کی ہم پوجا پاٹ کرتے ہیں... ان کی مختلف تعظیمیں کرتے ہیں...... ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں...... ان کو غائبانہ حاجات میں پکارتے ہیں...... ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں...... یہ تمام تر تعظیمیں ہم ان کی اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے آگے ہماری سفارش کرتے ہیں...... وہ ہمارے سفارشی ہیں هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللهِ...... اللہ ہماری سنتا نہیں اور ان کی موڑتا نہیں...... یہ اللہ سے ہمارے کام کروا دیتے ہیں، ان کے اس عقیدے کا ذکر کر کے فرمایا:

سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (یونس:۱۸)

وہ اللہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوا:

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (صافات:۱۸۰)

پاک ہے تیرا رب جو عزت والا ہے ہر اس چیز اور ہر اس بات سے جو مشرکین بیان کرتے ہیں۔

اس آیت میں عیوب ونقائص سے اللہ کے پاک ہونے کا بیان ہے اور ان باتوں سے اللہ کی پاکیزگی کا اعلان ہے جو مشرکین اللہ کے لیے بیان کرتے ہیں۔

اس آیت میں عیوب ونقائص سے اللہ کے پاک ہونے کا بیان ہے اور ان باتوں سے اللہ کی پاکیزگی کا اعلان ہے جو مشرکین اللہ کے لیے بیان کرتے ہیں۔

مثلاً اللہ کی اولاد ہے...... اللہ ہمارے نبیوں کو بیٹوں کی طرح چاہتا ہے، اس لیے ان کی سفارش رد نہیں کرتا...... فرشتے اللہ کی بیٹیوں کی طرح ہیں اور جس طرح ایک باپ اپنی بیٹی کی ہر آرزو اور خواہش پوری کرتا ہے اور بیٹی کی بات مانتا ہے، اسی طرح اللہ بھی فرشتوں کی بات لازماً قبول کرتا ہے۔

یا یہ کہنا کہ چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت پڑتی ہے...... اور بڑے آفیسر کو ملنے کے لیے کلرک اور چپڑاسیوں کی ضرورت پڑتی ہے...... اسی طرح اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لیے اولیاء وانبیاء کے واسطوں اور وسیلوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

یہ جتنی باتیں لوگ بیان کرتے ہیں...... سُبْحَانَ رَبِّكَ...... تیرا رب ایسی باتوں سے پاک اور مبراء ہے۔

قرآن اس معنی کی تائید کرتا ہے

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کا جو معنی اور مفہوم میں نے بیان کیا ہے...... قرآن مجید کی بیشتر آیات اس معنی کی تائید کرتی ہیں...... ہم تو قرآن کے طالب ہیں...... کچھ مقامات آپ کو بھی سناتا ہوں۔

امام الانبیاء ﷺ کو اپنی حیاتِ طیبہ میں تین بڑے بڑے مذہبی طبقوں سے واسطہ اور ٹکر رہی ہے...... نبوت کے ابتدائی تیرہ سال مشرکین مکہ سے آپ کا واسطہ اور مقابلہ رہا... مشرکین مکہ کسی آسمانی مذہب اور کسی آسمانی کتاب کے قائل نہیں تھے۔

تیرہ سال بعد آپ ہجرت فرمانے پر مجبور ہوئے اور مدینہ منورہ تشریف لے آئے...... یہاں آپ کو یہود سے واسطہ پڑا...... اور پھر نجران کے عیسائیوں سے ٹکراہوا۔

یہ دونوں گروہ (یہود و نصاریٰ) آسمانی مذہب کے اور آسمانی کتابوں کے ماننے والے تھے...... یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول مانتے اور ان پر اترنے والی کتاب تورات پر ایمان رکھتے... اسی طرح عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت کے قائل تھے اور ان پر نازل ہونے والی کتاب انجیل کو مانتے تھے۔

مشرکینِ مکہ کا ایک عقیدہ قرآن نے بیان فرمایا کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھتے تھے اور اللہ اور جنات کے مابین رشتے داری کے قائل تھے۔

اللہ ربُّ العزت نے ان کے اس عجیب اور احمقانہ عقیدے کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (صافات: ۱۵۹)

اللہ پاک ہے ان باتوں سے جو مشرک بیان کرتے ہیں۔

اسی طرح یہود و نصاریٰ کا ایک نظریہ قرآن نے بیان فرمایا کہ:

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا (البقرہ: ۱۰۶)

اور کہتے ہیں اللہ نے اولاد بنالی ہے۔

اللہ نے ان کے ایسے فضول اور لچر نظریے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: سُبْحَانَہٗ ... اللہ ربُّ العزت کی ذات اولاد بنانے سے پاک ہے۔

ایک اہم بات کی وضاحت سامعینِ گرامی! یہاں ایک لمحہ کے لیے رکیے... میں ایک بہت ہی اہم اور ضروری بات اور مسئلے کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ کا مضحکہ خیز عقیدہ اور نظریہ آپ نے سُن لیا...... کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں...... اور عیسیٰ و عزیرؑ اللہ کے بیٹے ہیں۔

یاد رکھیے، ان لوگوں کا یہ نظریہ ہرگز نہیں تھا کہ (معاذ اللہ) اللہ ربُّ العزت نے شادی کی ہوگی...... پھر وظیفہ زوجیت ادا کیا ہوگا...... اور پھر دستور کے مطابق اس کے ہاں بیٹے اور بیٹیوں نے جنم لیا ہوگا...... اللہ نے بیٹوں کے نام عزیر اور عیسیٰ رکھے ہوں گے۔

ان کا یہ خیال ہرگز ہرگز نہیں تھا...... وہ فرشتوں کو اللہ کی حقیقی بیٹیاں اور حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کے حقیقی اور نسبی بیٹے نہیں سمجھتے تھے۔

بلکہ قرآن میں اللہ ربُّ العزت نے جہاں ان کے اس عقیدے کا ذکر فرمایا، وہاں اللہ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے اپنے پیغمبر کے لیے، اللہ کے حقیقی اور نسبی بیٹے کا نظریہ نہیں رکھتے تھے...... بلکہ ان کا خیال یہ تھا کہ اللہ نے ہمارے نبیوں کو بیٹا بنالیا ہے۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ...... اللہ نے بیٹا بنالیا ہے۔

معمولی عقل اور سمجھ رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ بیٹا ہونا اور کسی کو بیٹا بنالینا ...... ان دونوں میں زمین و آسمان کے برابر فرق ہے۔

بیٹا ہونا...... اس کا مفہوم اور مطلب ہے... اپنا صلبی اور نسبی بیٹا...... بیوی کی کوکھ سے جنم لینے والا...... اور بیٹا بنالینا...... یعنی کسی بچے سے بیٹوں

جیسا سلوک کرنا...... اسے بیٹوں جیسا پیار کرنا...... وہ کہتے تھے، ان کا عقیدہ اور نظریہ یہ تھا کہ اللہ نے حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو بیٹا بنالیا ہے...... اللہ انہیں بیٹوں کی طرح چاہتا ہے۔

اور جس طرح باپ اپنے کچھ اختیارات بیٹے کے حوالے کر دیتا ہے، اسی طرح اللہ ربّ العزت نے بھی اپنے کچھ اختیارات ان کے حوالے کر دیے ہیں۔

یا جس طرح باپ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی بات مان لیتا ہے اور ان کی ہر آرزو اور خواہش کو لازماً پورا کرتا ہے، اسی طرح اللہ ربّ العزت بھی ان کی بات کو لازماً مانتا ہے اور رد نہیں کرتا...... وہ اللہ سے ہمارا کام کروا دیتے ہیں۔

ان کے اس باطل نظریے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

سُبْحَانَہٗ...... اللہ ربّ العزت کی ذات تمہاری ان بیان کردہ باتوں اور عقیدوں سے پاک ہے۔

حضرت عیسیٰؑ بھی یہی کہیں گے

قرآن کریم نے سورہ المائدہ کے آخری رکوع میں، ایک واقعہ کا تذکرہ فرمایا ہے...... کہ میدانِ حشر میں حضرت سیدنا عیسیٰؑ کو طلب کیا جائے گا۔

اللہ ربّ العزت پورے جاہ وجلال اور شان وشوکت سے تختِ شاہی پر ہوں گے...... عیسائی اپنے شرک کا تمام تر ملبہ حضرت عیسیٰؑ پر ڈالنے کی کوشش کریں گے... کہ ہمیں تو حضرت عیسیٰؑ کہہ گئے تھے کہ مجھے اور میری ماں کو بھی اللہ کے ماسوا اللہ اور معبود بنا لینا...... میری اور میری ماں کی بھی عبادت اور پکار کر لیا کرنا...... ہمارے سجدے اور نذر ونیاز کرتے رہنا...

اللہ ربّ العزت حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام سے پوچھے گا۔

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(مائدہ:۱۱۶)

کیا تو لوگوں کو کہہ آیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالینا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ ربّ العزّت کی یہ بات اور یہ سوال سن کر کانپنے لگیں گے اور پھر جواب دیتے ہوئے عرض کریں گے:

سُبْحَانَکَ...... تیری ذات شریکوں سے پاک ہے...... میں یہ شرکیہ بات کیونکر کہہ سکتا تھا۔

دوسرے بزرگ بھی یہی کہیں گے

جو سوال اللہ ربّ العزّت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائیں گے وہی سوال اللہ ربّ العزّت ان تمام انبیاء کرام اور اولیاء عظام اور نیک بندوں سے کریں گے...... جن کو لوگ دنیا میں پکارتے رہے...... ان کے سجدے کرتے رہے...... ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے رہے...... انہیں عالم الغیب، حاضر ناظر، مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس اور مختارِ کُل سمجھا گیا۔

قرآنِ مجید نے سورۃ الفرقان میں اس کا تذکرہ فرمایا:

وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ( )

اور جس دن اللہ جمع کرے گا (ان پکارنے والوں کو) اور جن کو وہ پوجتے رہے... پکارتے رہے... جن کو فریادرس اور مشکل کشا سمجھ کر ندا دیتے رہے (سب کو جمع کرے گا)

فَیَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّ السَّبِیْلِ

(الفرقان:۱۷)

پھر اللہ ان نیک لوگوں سے فرمائے گا...... کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا...... کیا تم نے ان لوگوں کو اپنی عبادت کی اور اپنی پوجا پاٹ کی ترغیب دی تھی؟...... کیا تم نے انہیں کہا تھا کہ ہمارے نام کی نذر و نیاز دینا...... ہماری قبروں پر سجدے کرنا... ہمیں مدد کے لیے پکارنا...... ہمیں دستگیر اور لجپال سمجھنا ...ہمیں داتا اور گنج بخش کہنا...... ہمیں غریب نواز اور غوثِ اعظم کے لقب سے یاد کرنا؟... کیا اپنی عبادت کی دعوت تم نے ان کو دی تھی؟ شرک کی تعلیم تم دیتے رہے تھے؟ اَمْ هُمْ ضَلُّ السَّبِيْل یا یہ خود اپنی جہالت وحماقت اور غفلت سے اور اپنی مرضی سے تمہاری عبادت کر کے سیدھے راستے سے گمراہ ہوئے تھے؟

اللہ کے نیک بندے جن کی پیشی اللہ کے سامنے ان مشرکین کی وجہ سے ہوئی...... اللہ تعالیٰ کا سوال سن کر حیران و پریشان ہو جائیں گے...... اس لیے کہ انہیں تو اپنی وفات کے بعد اور قبروں میں دفن ہو جانے کے بعد دنیا کے حالات کا کچھ علم نہیں تھا...... کون ہماری قبروں پر آیا...... اس نے وہاں آ کر کیا کیا...... کس نے دیگیں پکائیں، کس نے نذریں چڑھائیں...... کس نے فریاد کی اور کون سجدہ ریز ہوا؟

پھر وہ تمام بزرگ جواب میں کہیں گے:

سُبْحَانَكَ... تیری ذات شریکوں سے پاک ہے...... ہم تو خود ساری زندگی تیری ہی عبادت کرتے رہے۔ بھلا ہم نے لوگوں کو اپنی عبادت کی تعلیم دینی تھی؟

فرشتے بھی یہی کہیں گے

اللہ رب العزت قیامت کے دن جس طرح علیہ السلام سے اور باقی انبیاء و اولیاء سے سوال کریں گے...... اسی طرح اللہ تعالیٰ ملائکہ سے بھی پوچھیں گے کہ:

یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے...... کیا تم نے ان سے کہا تھا؟ یا تم اپنی

عبادت پر خوش اور مسرور تھے؟

أَهٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ يَعْبُدُونَ (سبا: ۴۰)

کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟

آج بھی کچھ لوگ فرشتوں کو پکارتے ہیں...... کچھ لوگ تعویذوں کے چاروں کونوں پر یاجبرئیل... یامیکائیل... یاعزرائیل... یااسرافیل تحریر کرتے ہیں...... فرشتے اللہ ربُّ العزت کے سوال کے جواب میں کہیں گے:

سُبْحَانَکَ...... تیری ذات شریکوں سے پاک اور بالاتر ہے...... ہم شرک کے اس عمل پر خوش یاراضی کس طرح ہو سکتے تھے؟

امام الانبیاء ﷺ بھی مشرکینِ مکہ نے ایک موقع پر امام الانبیاء ﷺ سے مطالبہ کیا...... کہ آپ ہمارے منہ مانگے اور ہمارے مطلوبہ معجزات اگر دکھا دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

(مشرکینِ مکہ کا خیال اور نظریہ یہ تھا کہ معجزات کا دکھانا اللہ کے نبی کے اختیار اور بس میں ہوتا ہے، اور وہ جب چاہے، جہاں چاہے اپنی مرضی اور اپنے اختیار سے معجزات دکھا سکتا ہے...... اس لیے انہوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ اگر واقعی آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں تو پھر ہمارے منہ مانگے معجزات دکھانا آپ کے اختیار میں ہو گا...... تو آپ ہمیں ہمارے مطلوبہ معجزات میں سے کوئی ایک معجزہ دکھا دیں۔

اب ذرا ان کے مطلوبہ معجزات کی فہرست دیکھیے!

پہلا مطالبہ: مکہ کی سرزمین پر سوائے آبِ زم زم کے پانی کا کوئی چشمہ نہیں ہے... آپ زمین سے ہمارے لیے پانی کا ایک چشمہ جاری کر کے دکھائیں۔

دوسرا مطالبہ: یا آپ کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ لگ جائے، پھر اس باغ کے بیچ میں بہت سی نہریں جاری کر کے دکھائیں۔

تیسرا مطالبہ: اور اگر آپ ہمارے ان دو مطالبوں میں سے کسی ایک مطالبہ کو بھی پورا نہیں کر سکتے تو پھر جس طرح آپ کا دعویٰ ہے کہ میری بات نہیں مانو گے تو تم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پڑے گا...... اب ہم آپ کی بات کا واضح انکار کر رہے ہیں...... تو اپنے وعدے کے مطابق آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دیں۔

چوتھا مطالبہ: یا پھر اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کیجئے۔

پانچواں مطالبہ: اور اگر آپ ان چار معجزات میں سے کوئی معجزہ بھی نہیں دکھا سکتے تو پھر ہمارا پانچواں مطالبہ یہ ہے کہ آپ کا گھر سونے کا بن جائے...... اگر آپ کا مکان سونے کا بن جائے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

چھٹا مطالبہ: ہمارا چھٹا مطالبہ یہ ہے کہ آپ ہمارے دیکھتے دیکھتے آسمان پر چڑھ جائیں... اور صرف آسمان پر چڑھ جانے کی وجہ سے ہم ایمان نہیں لائیں گے... جب تک آپ وہاں سے ایک کتاب لے کر نہ اتریں جسے ہم خود پڑھ اور سمجھ لیں۔

اللہ ربُّ العزت نے اپنے پیارے پیغمبر امام الانبیاء ﷺ کی زبان مبارک سے اُن کے ان لچر، فضول اور لایعنی مطالبات کا جواب ان الفاظ میں دیا۔

سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرآءیل:۹۳)

میرا پالنہار مولا ہر عاجزی اور لاچاری اور مجبوری سے پاک ہے...... وہ قادر اور قدیر تمہارے مطالبات پورے کر سکتا ہے...... جو ذات لفظ کُن سے ہر چیز بنا سکتی ہے، وہ تمہارے یہ مطالبات بھی پورے کر سکتا ہے۔

میں اپنی مرضی اور اختیار سے یہ مطالبات پورے نہیں کر سکتا...... میں تو ایک بشر رسول ہوں اور یہ کام بشری طاقت سے ماورا ہیں۔

یہ مطالبات پورے کرنا الوہیت و معبودیت کی صفت ہے...... سُبْحَانَ رَبِّیْ اور رب شریکوں سے پاک ہے...... نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے اور نہ

ہی اس کی صفات میں کوئی ساجھی ہے۔

سُبْحَانَ کا ایک اور مفہوم جہاں انسانی قوتیں اور جہاں مخلوق کی ہمتیں جواب دے جائیں، جہاں مخلوق عاجز آ جائے...... اور ہتھیار ڈال دیں وہاں لفظ سبحان بولا جاتا ہے...... اپنی عاجزی کے اظہار کے لیے اور اللہ کی قدرت کے اظہار کے لیے...... مولا ہم عاجز، مجبور اور معذور ہیں اور تو قادر و قدیر اور ہر مجبوری اور عاجزی اور بے کسی سے پاک اور منزا ہے۔

پہلی مثال اللہ ربّ العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے فرشتوں کو اطلاع دی:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (بقرہ)

میں زمین میں نائب بنانا چاہتا ہوں۔

فرشتوں نے انتہائی عاجزی اور انکساری سے جواب دیا:

نئی مخلوق خدا معلوم کیسی ہو...... ہم تیرے مطیع...... تسبیح و تحمید میں مصروف رہتے ہیں... وہ ڈیوٹی جو نئی مخلوق کے ذمے لگانا چاہتے ہیں... وہ بھی ہمارے سپرد کر دیجیے۔

اللہ نے فرمایا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ...... جو بات میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے...... جو کام اور جو ڈیوٹی میں اس نئی مخلوق سے لینا چاہتا ہوں وہ تمہارے بس اور تمہاری طاقت سے باہر ہے۔

اللہ ربّ العزت نے تمام چیزوں کے نام آدم علیہ السلام کی فطرت میں رکھ دیے...... مثلاً یہ کرسی ہے، بیٹھنے کے کام آتی ہے...... یہ کپڑا ہے پہننے کے کام آتا ہے...... یہ چولہا ہے، یہ توا ہے، یہ پرات ہے، یہ گلاس ہے وغیرہ۔

اللہ ربُّ العزت نے فرشتوں سے ان چیزوں کے نام پوچھے۔

فرشتے تو ان اشیاء اور ان چیزوں سے کلی طور پر لاتعلق تھے۔۔۔۔۔۔ان کی جبلت اور فطرت کا کوئی تعلق ان چیزوں سے نہیں تھا۔

فرشتے ان چیزوں کے نام بتانے سے عاجز آئے۔۔۔۔۔۔اپنی عاجزی کا اظہار انہوں نے ان الفاظ سے کیا:

سُبْحَانَكَ لَاعِلْمَ لَنَآ اِلَّامَا عَلَّمْتَنَا (البقرہ:۳۲)

مولا! تو پاک ہے ہر عاجزی اور قصور اور مجبوری سے، ہم عاجز ہیں اور تو قادر ہے۔۔۔۔۔۔ہمیں اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھایا اور بس۔

دوسری مثال قرآنِ مجید نے اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب تم کسی سواری پر سوار ہو تو یہ دُعا پڑھ کر سوار ہو۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (۰)

اللہ ربُّ العزت ہر عاجزی سے پاک ہے جس نے اس سواری کو ہمارے تابع کردیا (ورنہ ہم تو عاجز اور مجبور تھے اور ہماری طاقت میں نہیں تھا اس سواری کو قابو کرنا اور تابع کرنا اور آج تو ہم اس مختصر سے سفر پر روانہ ہورہے ہیں مگر ہم اس سفر کو بھی نہیں بھولے جب ہم سفر طے کرکے اپنے رب کے حضور حاضر ہونگے۔

سفر کی اس دعا کو سُبْحَانَ کے لفظ سے شروع کیا گیا۔۔۔۔۔۔کہ گھوڑا یا اونٹ جو انتہائی قوت والے اور طاقت والے جانور ہیں۔۔۔۔۔۔اگر وہ اپنی طاقت اور قوت کا مظاہرہ کرنے پر آجائیں۔۔۔۔۔۔تو کسی انسان کو بھی اپنے قریب نہ پھٹکنے دیں۔۔۔کوئی شخص بھی زین اور کجاوے کس کر ان کی پیٹھ پر بیٹھنے کی جرأت نہ کرسکے۔

ہماری قدرت اور طاقت میں نہیں تھا ان جانوروں کو رام کرنا...... ان کو تابع کرکے ان کی پیٹھ پر سواری کرنا...... ہمارے بس کی بات نہیں تھی ان کو قابو کر کے مرضی کی سمت ہانک دینا۔

ذرا موجودہ دور کی سواری بھی دیکھیے...... کاریں اور جیپیں... بسیں اور ٹرک... موٹر سائیکل اور سکوٹر... ٹریکٹر، ہیلی کاپٹر اور ہوائی جہاز...... ہوائی جہاز میں پانچ سو کے لگ بھگ سواریاں...... ہر سواری کا سامان...... خود ہوائی جہاز کا حجم اور وزن...... دس ہزار فٹ کی بلندی پر اُڑ رہا ہے...... یہ انسانی بس کی بات نہیں... یہ انسانی طاقت اور قوت سے باہر ہے۔

سُبْحَانَ اللہ...... اتنی بلندی پر سفر ہے...... کاروں میں ایک سو بیس اور ایک سو اسی کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرنا... انسان کی قوت اور طاقت سے باہر ہے......

اگر ان سواریوں کا چلنا ہماری مرضی سے ہوتا تو پھر کبھی کوئی حادثہ پیش نہ آتا۔

اس لیے سواری پر بیٹھنے سے پہلے یہ کلمات کہنے کا حکم دیا:

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا... مولا! ہم اپنی عاجزی کا اور بے کسی کا اقرار اور اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں سُبْحَانَ الَّذِیْ مولا! ہم عاجز و مجبور ہیں اور تو قادر اور قدیر ہے۔

تیسری مثال امام الانبیاء، سراجِ انبیاء حضرت سیدنا محمدؐ رسول اللہ ﷺ کو اللہ ربُّ العزّت نے آسمانوں کی سیر کرائی...... جسے معراج کہتے ہیں۔ یہ بڑا عجیب و غریب سفر تھا...... انتہائی محیّر العقول سفر تھا...... ایک بشر، اپنے جسم اور روح سمیت...... جیتے جاگتے زمین سے آسمان تک پہنچا...... پھر آسمانوں سے سدرۃ المنتہیٰ تک... پھر سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جہاں تک اللہ لے کر گیا، وہ بشر وہاں

تک پہنچا...... راستے میں انبیاء کرام کی امامت کروائی...... مختلف آسمانوں پر مختلف انبیاء سے ملاقاتیں کیں ... ... ربُّ العالمین سے ہم کلام ہوئے...... تحائف کا تبادلہ ہوا...... جنت اور دوزخ کا معائنہ کیا...... اس تمام سفر میں رات کا ایک معمولی سا حصہ خرچ ہوا...... لَیۡلًا...... رات کے قلیل حصے میں اتنا طویل اور اتنا عظیم اور اتنا عجیب اور اتنا محیر العقول سفر طے کر کے واپس مکہ مکرمہ پہنچ گئے...... راستے میں کرۂ زمہریر سے گذرے...... بلندی پر ایک مقام جہاں ہوا تک کا گذر نہیں ہوتا، اور کوئی بشر ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا...... لیکن وہ بشر ہر جگہ سے گذرتا چلا گیا۔

انہی اسباب کی بنا پر اور انہی وجوہات کی بنا پر اللہ ربُّ العزت نے قرآن مجید میں اس عجیب سفر کو بیان فرمایا تو کہا:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا (بنی اسرآءیل:۱)

تم نے یہ نہیں دیکھنا کہ جانے والا بشر کیسے گیا...... وہ کرۂ زمہریر سے کیسے گذرا...... سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر کیسے چلا گیا... بشر واقعی عاجز ہے...... بشر کے بس کی بات نہیں ہے وہاں تک پہنچنا... سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ... تم نے یہ نہیں دیکھنا کہ جانے والا بشر کیسے گیا بلکہ تم نے یہ دیکھنا ہے کہ لے کر جانے والا کون ہے!

وہ سبحان ہے، ہر عاجزی سے پاک...... ہر مجبوری سے پاک...... ہر عیب سے پاک اور ہر نقص سے پاک۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے سُبۡحٰنَ کا لفظ وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں مخلوق اپنی عاجزی کا اقرار کر لیتی ہے اور سُبۡحٰنَ کے ساتھ اللہ کی قدرت اور طاقت کا اعتراف کر لیتی ہے۔

اس لیے مچھلی کے پیٹ میں...... تین اندھیروں میں (مچھلی کے پیٹ کا

اندھیرا،رات کی تاریکی اور سمندر کی تہ کا اندھیرا) حضرت یونس علیہ السلام جہاں بے بس تھے۔۔۔ مجبور تھے اور عاجز تھے۔۔۔۔۔۔ تو انہوں نے کہا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ( )

تیرے سوا الٰہ کوئی نہیں تو پاک ہے۔ (میں عاجز اور تو قادر)

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنے رب سے باتیں کیں تو انہیں شوق ہوا کہ اپنے اللہ کا دیدار بھی ہو جائے۔۔۔۔۔ حضرت موسیٰ نے اپنے شوق کا اظہار کیا تو اللہ نے فرمایا:

لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ (اعراف:۱۴۳)

اے موسیٰ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے،لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو (میں اس پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالتا ہوں) اگر وہ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔

پھر اللہ رب العزت نے پہاڑ پر اپنی تجلی فرمائی۔۔۔۔۔۔ تو تجلی نے اس پہاڑ کے پرخچے اڑا دیے،اور حضرت موسیٰ یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

پھر جب انہیں ہوش آیا تو کہنے لگے:

سُبْحٰنَكَ تیری ذات پاک ہے،اس بات سے کہ کسی مخلوق کے مشابہ ہو اور تیری ذات پاک ہے اس بات سے کہ یہ فانی آنکھیں تیرے دیدار کی متحمل ہو سکیں۔

مولا! میں عاجز ہوں اور تیری ذات قادر ہے۔

سامعینِ گرامی! نمازی نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے بعد اپنے رب سے وعدہ کرتے ہوئے پڑھتا ہے:

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ

پاک ہے تو اے اللہ!...... شریکوں سے، نائبوں سے، وزیروں اور مشیروں سے...... تیری ذات بھی شریکوں سے پاک ہے اور تیری تمام تر صفات بھی شرکت سے پاک ہیں...... نہ کوئی تیری ذات میں شریک ہے اور نہ کوئی تیری صفات میں شریک ہے۔

مولا! تیری صفتیں کیا ہیں؟... عالم الغیب ہونا... حاضر ناظر ہونا... مختار کل ہونا... مشکل کشا ہونا... مسجود و معبود ہونا... نذر و نیاز کے لائق ہونا اَلسَّمِیْعُ لِکُلِّ دُعَآءٍ ہونا... اَلْعَلِیْمُ لِکُلِّ حَالٍ ہونا۔

مولا تیری جتنی صفتیں ہیں... تو اپنی تمام تر صفات میں وحدہٗ لاشریک اور پاک ہے...... تیری صفتوں میں نہ کوئی نبی شریک ہے، نہ ولی شریک ہے...... نہ کوئی پیر اور نہ کوئی فقیر شریک ہے...... تیری صفتوں میں نہ کوئی فرشتہ شریک ہے اور نہ کوئی جن شریک ہے...... نہ کوئی زندہ شریک ہے اور نہ کوئی مردہ شریک ہے۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ تیری ذات شریکوں سے پاک ہے۔

وَبِحَمْدِکَ مولا تو پاک ہے ساتھ اپنی صفتوں کے (حَمد کا معنیٰ اور مفہوم ان شاء اللہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا معنیٰ کرتے ہوئے بیان کروں گا۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِہٖ کی فضیلت

آخر میں چاہتا ہوں کہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِہٖ کے پڑھنے کے اجر اور ثواب کا تذکرہ بھی کروں...... تاکہ آپ حضرات نماز میں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِہٖ جب سمجھ کر پڑھیں گے...... اس کا ترجمہ اور تفسیر اور مفہوم آپ کے ذہن میں ہو گا...... تو پھر آپ کے اعمال نامے میں اجر و ثواب کتنا لکھا جائے گا...

امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ( )

کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیا (یعنی کلمہ پڑھنے کے تمام لوازمات اس نے پورے کیے، ایمان قبول کرنے کی تمام شرائط پر عمل پیرا رہا) اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔

وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةً كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ مِائَةَ اَلْفَ حَسَنَةٍ وَّ اَرْبعًا وَّ عِشْرِيْنَ اَلْفَ حَسَنَةً

(ترغیب، مستدرک حاکم)

اور جس شخص نے سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ پڑھا اللہ رب العزت اس شخص کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے یہ ثواب اور اتنا عظیم اجر سن کر عرض کیا۔

ایسی حالت میں تو کوئی شخص بھی ہلاک نہیں ہوگا...... کیونکہ کوئی کتنے بھی گناہ کرے، نیکیاں پھر بھی غالب رہیں گی۔

امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا: کچھ لوگ اس کے باوجود بھی ہلاک ہوں گے۔ بعض لوگ اتنی نیکیاں لے کر آئیں گے کہ اگر پہاڑ پر بھی وہ نیکیاں رکھی جائیں تو پہاڑ بھی ان نیکیوں کے نیچے دب جائے...... مگر اللہ رب العزت کی نعمتوں کے مقابلے میں وہ کالعدم ہو جائیں گی اور مٹ جائیں گی۔

مگر پھر اللہ رب العزت اپنے فضل و کرم سے اور اپنی رحمت سے دستگیری فرمائیں گے۔

اللہ کی نعمتوں کے مقابلے میں نیکیوں کے دب جانے کا مطلب یہ ہے کہ:

جہاں بندے کی نیکیاں تولی جائیں گی...... وہاں بندے سے اس چیز کا مطالبہ اور محاسبہ بھی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دنیا میں ادا کی تھیں...... اور جو بے شمار انعام فرمائے تھے، ان کا حق کس حد تک عطا کیا تھا...... اور کیا بندے نے ان

نعمتوں کا شکر ادا کیا تھا یا نہیں!

آخر میں اس ارشادِ نبوی کو بھی سن لیجیے...... جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب صحیح بخاری کے اختتام پر لائے ہیں...... اور اپنی تصنیف کو اس حدیث پر ختم فرمایا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بڑے ہلکے ہیں (کہ انہیں یاد کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی یا مختصر سے کلمے ہیں کہ پڑھنے میں زیادہ وقت خرچ نہیں ہوتا) زبان پر ہلکے ہونے کے باوجود کل قیامت کے دن ترازو میں بڑے وزنی اور بھاری ہوں گے۔

حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ ...... رحمٰن کو وہ کلمے بڑے پسند ہیں۔

سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ

یہی وہ کلمے ہیں جنہیں ہم ہر نماز کی ابتداء میں ادا کرتے ہیں

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ

اے اللہ تو پاک ہے ساتھ اپنی صفات اور کمالات کے اور ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنَ۔

تیسری تقریر

وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتِمِ الْاَنْبِيَآءِ وَ عَلٰٓى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الْاَتْقِيَآءِ۔ اَمَّا بَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۝ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا۝ (الفرقان:۲۰)

بڑی برکت والی ذات ہے اس اللہ کی جس نے اپنے کامل بندے پر فیصلہ کی کتاب اتاری تاکہ وہ ہو تمام لوگوں کے لیے ڈرانے والا۔ اس اللہ کی بادشاہی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہ کوئی اولاد نہیں رکھتا، نہ اس کی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک ہے اور ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمِ

سامعینِ گرامی قدر! گذشتہ خطبے میں...... میں نے نماز کے الفاظ اور کلمات کے ترجمہ و تفسیر کے سلسلہ میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ کا ترجمہ اور تفسیر اور مفہوم بڑی تفصیل کے ساتھ اور بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

آج کے خطبہ میں وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ کا ترجمہ اور مفہوم بیان کرنا چاہتا ہوں ...... اللہ رب العزت محض اپنے فضل و کرم سے اور خصوصی رحمت سے مجھے اسکی

توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

تَبَارَكَ ایسا فعل ہے جو اللہ ربُ العزت کی ذات کے لیے مخصوص ہے اور اس کا استعمال غیر اللہ کے لیے نہیں ہوتا۔

تَبَارَكَ کی اصل ب، ر، ک ہے...... اسی سے لفظ برکت بنا ہے۔

تَبَارَكَ کا لفظ قرآنِ مجید میں نو بار استعمال ہوا ہے۔

سورۃ الاعراف کی آیت نمبر (۵۴) میں...... سورۃ المومنون کی آیت نمبر (۱۴) میں...... سورۃ الفرقان میں تین جگہ پر...... آیت نمبر (۱) میں پھر آیت نمبر (۱۰) میں، اور پھر آیت نمبر (۶۱) میں...... سورۃ حٰم مومن کی آیت نمبر (۶۴) میں...... پھر سورۃ زخرف کی آیت نمبر (۸۵) میں...... پھر سورۃ الرحمٰن کی آیت نمبر (۷۸) میں اور پھر سورۃ الملک کی آیت نمبر (۱) میں۔

تَبَارَكَ برکت سے ماخوذ ہے اور برکت کا معنی ہے... زیادتی، بڑھوتری، بڑھ جانا، زیادہ ہو جانا۔

ہر بھلائی میں، ہر خیر میں، ہر نفع رسانی میں زیادتی۔

بحرِ محیط والے نے معنی کیا ہے:

زَادَ خَيْرُهٗ وَ عَطَآئُهٗ كَثُرَ

اسکی خیر اور اسکی جود و عطا...... اور اس کی بخشش بہت زیادہ ہے۔

یعنی ہر چیز میں برکت عطا کرنا... ہر چیز کو زیادہ کرنا اور بڑھانا... کاروبار میں برکت... دوکان میں برکت... زندگی اور صحت میں... دولت میں... باغات میں... گندم و اناج میں... فصلوں اور پھلوں میں... غرضیکہ ہر ہر چیز میں اور ہر ہر شے میں برکت عطا کرنا...... ہر چیز کو بڑھانا...... زیادہ کر دینا، یہ صفت صرف اور صرف اللہ ربُ العزت کی ہے۔

اس کی اس صفت میں مخلوقات میں سے کوئی بھی شریک اور ساجھی نہیں ہے۔

اللہ ربُّ العزت کی برکات دہندہ والی صفت میں کوئی نبی اور ولی...... کوئی پیر اور فقیر...... کوئی جن اور فرشتہ...... کوئی دیوی اور دیوتا...... کوئی شہید اور امام...... کوئی زندہ اور مردہ... کوئی چھوٹا اور بڑا، شریک ساجھی اور حصے دار نہیں ہے۔

یاد رکھیے! کسی کے کاروبار میں نفع کا بڑھ جانا، اُس کی مہربانی ہے...... کسی کو ملازمت میں ترقی کا مل جانا اس کا فضل ہے...... کسی کے ہاں اولاد کا ہونا اس کی رحمت ہے...... کسی مصیبت زدہ اور بیمار کو صحت کا مل جانا اسی کا کرم ہے ...... بارشیں برسا کر فصلوں اور پھلوں کو بڑھا دینا اور اپنی نعمتوں اور اپنے انعامات کو بڑھا دینا اللہ ہی کی صفت ہے، اور وہ اپنی اس صفت میں دوسری صفات کی طرح وحدہٗ لا شریک ہے۔

صفت تَبَارَكْ پر دلائل

اللہ ربُّ العزت نے اپنی اس صفت ''برکات دہندہ'' کا تذکرہ قرآنِ مقدس میں نو مقامات پر فرمایا ہے، اور اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ برکات دہندہ...... ہر چیز میں برکت ڈالنے والا اور برکت عطا کرنے والا ...... ہر نعمت اور خیر کو بڑھانے والا صرف میں ہوں، میرے سوا کوئی برکات دہندہ نہیں ہے۔

پھر اللہ ربُّ العزت نے اپنے اس دعویٰ کو جبر او طاقت یا ڈنڈے کے زور سے نہیں منوایا...... بلکہ طرح طرح کے خوبصورت اور سہل ترین دلائل دے کر واضح اور مزین کیا ہے۔

تا کہ دلائل کو دیکھ کر...... ادنیٰ عقل وشعور رکھنے والا آدمی بھی آسانی کے ساتھ سمجھ لے کہ برکات دہندہ صرف اور صرف اللہ ربُّ العزت کی ذات گرامی ہے۔

پہلی دلیل

سورۃ الفرقان کی پہلی آیت میں ارشاد فرمایا:

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ○

بڑی مبارک اور برکت والی ذات ہے جس نے اپنے کامل بندے پر ایسی کتاب نازل فرمائی جو حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے تاکہ وہ بندہ سارے جہان کے لوگوں کے لیے نذیر (غضب اور برے انجام سے ڈرانے والا) بن جائے۔

بڑی خیر و برکت والی ذات ہے اس اللہ کی...... بڑی متبرک ذات ہے اس اللہ کی...... برکت عطا کرنے والی... ہر چیز میں زیادتی اور خیر و نفع میں اضافہ کرنے والی ذات اس اللہ کی ہے جس نے مکہ کے دریتیم ﷺ پر...... آمنہ کے لخت جگر پر... عبداللہ کے نورِ نظر پر، نبوت و رسالت بلکہ ختم نبوت کا تاج سجایا...... اور اس یتیم کو قرآن جیسی عظیم اور اعلیٰ کتاب عطا فرمائی...... اور پھر اس یتیم کو ایک شہر، ایک بستی، ایک قوم، ایک علاقہ اور ایک زمانے ہی کے لیے نہیں بلکہ عالمین کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجا...... اس یتیم کی نبوت مکان و زمان کی حدود کی پابند نہیں...... کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جتنی مخلوقات بستی ہیں، آپ سب کے لیے رسول بن کر آئے ہیں

قرآن نے ایک اور جگہ پر فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا (سبا:۲۸)

ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

قرآنِ مجید میں نبی اکرم ﷺ کی زبان مقدس سے اعلان کروایا گیا:

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (اعراف : ۱۵۸)

بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

اللہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ برکات دہندہ صرف میری ذات ہے جس نے مکّہ کے ایک درِ یتیم کے سر پر نبوت کا تاج سجا کر...... اور اسے قرآن جیسی عظیم کتاب عطا کر کے پوری کائنات کا...... اور چودہ طبقوں کا سردار اور امام بنا دیا۔

پھر دلیل کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

برکات دہندہ وہی اللہ ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کا راج اور بادشاہی ہے

ہر ہر چیز کی مِلک اور مُلک صرف اللہ کے لیے ہے...... وہی مالکُ الملک ہے...... وہی مالکِ یوم الدین ہے... تو پھر برکات دہندہ بھی صرف وہی ہے۔

پھر دلیل کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا

برکات دہندہ وہی اللہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا پھر اس نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر فرمایا۔

وہ صرف انسانوں کا خالق نہیں ہے...... دنیا کی مخلوق کو اگر کوئی گننا چاہے تو گن نہیں سکتا...... اس ساری مخلوق کا خالق اور پیدا کرنے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

پیدا کرنے کے لیے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کیا۔۔۔۔۔۔اس بات کو سورۃ سورۃ الحجر آیت نمبر ۲۱ میں بیان فرمایا:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَاۗىِٕنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔

ہر چیز کے خزانے صرف ہمارے پاس ہیں، انہیں ہم اتارتے ہیں مقررہ اندازے سے۔

اللہ ربُّ العزّت کی حکمت اور علم کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ اس دنیا اور اس جہان میں ان گِنت قسموں کی لاتعداد اور بے شمار چیزیں ہیں۔۔۔۔۔۔مگر کیا مجال کہ کوئی چیز اپنے اندازے سے کم یا زیادہ ہو!

ریت کے ذرّے سے لے کر صحرا تک۔۔۔۔۔۔پانی کے قطرے سے لے کر سمندر تک۔۔۔۔۔۔ایک معمولی کنکر سے لے کر پہاڑوں تک۔۔۔۔۔۔ایک چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک۔۔۔۔۔۔حشرات الارض سے لے کر سمندر میں پلنے والی مخلوق تک۔۔۔ایک ادنیٰ ستارے سے لے کر سورج تک۔۔۔۔۔۔زمین سے لے کر آسمان تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک، ایک ایک چیز اس بات کی اور اس حقیقت کی گواہی اور شہادت دے رہی ہے کہ بنانے والے قادر وقدیر مولا نے ہر چیز کو پورے اندازے سے بنایا ہے۔

انسان اپنے آپ پر غور کر لے۔۔۔۔۔۔اپنے جسم کے متناسب اعضاء کو ذرا دیکھے، کتنے اندازے سے خوبصورت انداز میں اسے بنایا!

اللہ ربُّ العزّت نے ہر چیز کو ایک معین اندازے کے مطابق بنایا۔

پانی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ کسی وقت وہ بلندی کی طرف چڑھنا شروع کردے، یا پستی کی طرف بہنے سے رک جائے۔

آگ کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ ٹھنڈک پہنچانا شروع کر دے...... آپ کتے کو عمدہ سے عمدہ غذائیں کھلا پلا کر گھوڑے کے قد کے برابر نہیں پہنچا سکتے۔

ذرا سورج کو دیکھو، ہر سال یکم جنوری کو ایک مقررہ پر وقت پر طلوع ہوتا ہے ایک منٹ کی کمی بیشی نہیں ہوتی۔

ہر شخص اور ہر جاندار کو پیدا کرنے کے بعد اس کی موت کا ایک دن اور ایک وقت مقرر کیا...... پھر وہ شخص اپنی موت کے مقرر شدہ وقت میں ایک لمحہ کی تقدیم و تاخیر نہیں پائے گا۔

غیر اللہ سے برکات کا انکار

اللہ تعالیٰ نے اپنے برکات دہندہ ہونے پر کچھ دلیلیں بیان فرمائیں...... تو اگلی آیت میں غیر اللہ سے برکات کی نفی کو بیان فرمایا...... کہ جن بزرگوں کو...... فرشتوں کو...... جنات کو...... انبیاء و اولیاء کو...... پیروں اور فقیروں کو... تم برکات دہندہ سمجھ کر پکارتے ہو...... کہ یہ روزی میں برکتیں دیتے ہیں...... اولاد میں اضافہ کر دیتے ہیں...... صحت عطا کرتے ہیں...... اور کھوٹی قسمتیں کھری کر دیتے ہیں......

پھر ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہو...... ان سے مرادیں مانگتے ہو...... انہیں مشکل کشا اور برکات دہندہ سمجھ کر پکارتے ہو......

انہوں نے دنیا کی کوئی چیز...... ہاں حقیر سے حقیر...... اور معمولی سے معمولی چیز بھی پیدا نہیں کی...... بلکہ وہ خود اپنی پیدائش میں میرے محتاج ہیں...... میں نے انہیں پیدا کیا۔ اور جو ایک حقیر سے حقیر چیز بنانے پر قادر نہ ہوں وہ برکات دہندہ نہیں ہو سکتے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ

اور انہوں نے (مشرکین نے) بنا رکھے ہیں اللہ کے سوا کئی معبود ایسے جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوا:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ (حج: ۷۳)

جن جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگر چہ سارے اکٹھے اور جمع ہو جائیں۔

سورۂ فرقان میں آگے فرمایا:

وَلَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ( )

جن جن کو تم برکات دہندہ سمجھ کر پکارتے ہو...... تمہارا خیال ہے کہ وہ جھولیاں بھر دیتے ہیں...... کھوٹی قسمتیں کھری کر دیتے ہیں...... ہمیں جو کچھ ملا ہے حضرت صاحب کی نظرِ کرم سے ملا ہے...... وہ تمہیں تو کیا نفع پہنچائیں گے، وہ تو خود اپنی جانوں کے نفع و نقصان کے مالک نہیں۔

ساری کائنات کے سرتاج...... امام الانبیاء ﷺ احد کے میدان میں زخمی ہیں...... دانت مبارک شہید ہو گیا...... سر مبارک زخمی ہے...... چہرۂ انور خون سے رنگین ہے...... ایک گڑھے میں گر گئے ہیں...... اگر نفع نقصان کسی کے اختیار میں ہوتا تو امام الانبیاء ﷺ کو احد کے میدان میں یہ دُکھ... یہ تکالیف اور غم کبھی نہ اٹھانے پڑتے۔

امام الانبیاء ﷺ کی زبان مقدس سے اعلان کروا دیا:

قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ

(اعراف:۱۸۸)

میرے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ میں اپنے نفع اور نقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

جو لوگ عاجز ہوں اور اپنی جان کو نفع پہنچانے پر اور اپنی جان کو نقصان سے بچانے پر قادر نہ ہوں، وہ برکات دہندہ نہیں ہو سکتے۔

آگے فرمایا: وَلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَاحَیٰوۃً وَّلَا نُشُوْرًا

جن کو یہ لوگ برکات دہندہ سمجھ کر پکارتے ہیں....... وہ برکتیں تو کیا دیں گے! وہ تو طاقت اور اختیار نہیں رکھتے کسی کو مارنے کا اور نہ زندہ کرنے کا اور نہ مرنے کے بعد جلانے کا... موت وحیات... اور مرنے کے بعد قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا ان کے اختیار، بس اور طاقت میں نہیں ہے... اور جس کو یہ اختیار اور طاقت حاصل نہ ہو، وہ برکات دہندہ نہیں ہو سکتا۔ برکات دہندہ صرف وہی ہو سکتا ہے۔ جس کے اختیار اور جس کے بس میں موت وحیات ہو۔

دوسری دلیل

سورۃ الملک میں ارشاد ہوا:

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ ز وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ نِ ○ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ

(ملک:۱تا۲)

یہاں بھی شروع میں دعویٰ فرمایا تَبٰرَکَ الَّذِیْ...... برکتیں عطا کرنے والا...... ہر چیز میں نفع اور بڑھوتری دینے والا صرف اور صرف میں ہوں۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بادشاہی اور اور راج میرے ہاتھ میں ہے...... ہر طرح کی قدرت اور غلبہ صرف میرے لئے ہے...... ہر چیز پر قدرت بھی میری صفت ہے۔

وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ نِ ○ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ

برکات دہندہ صرف میں ہوں۔ اس لیے کہ موت اور زندگی کو پیدا کرنے والا صرف اور صرف میں ہوں، جس کو چاہوں موت کی نیند سلا دوں، میرے سامنے بولنے والا کوئی نہیں۔۔۔ اور جسے چاہوں زندگی عطا کردوں، مجھے اس سے روکنے والا کوئی نہیں۔

سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۳ میں فرمایا تھا کہ جن کو تم برکات دہندہ سمجھ کر پکارتے ہو۔۔۔ موت وحیات ان کے اختیار میں نہیں، لہٰذا وہ برکات دہندہ نہیں ہوسکتے۔

اب سورۂ ملک کی آیت نمبر ۳ میں فرمایا کہ مجھے ہی برکات دہندہ سمجھو اس لیے کہ موت وحیات کا سلسلہ میں نے ہی پیدا کیا ہے اور زندگی وموت میرے ہی اختیار میں ہے۔ آگے فرمایا:

هُوَالْعَزِيْزِ الْغَفُوْرُ

برکات دینے والا۔۔۔۔۔۔ اور ہر چیز میں نفع عطا کرنے والا وہ اللہ اَلْعَزِيْزِ ہے۔ وہ اکیلا سب پر غالب ہے اور تمام مخلوق اس کے سامنے مغلوب ہے۔

وہ اکیلا زبردست ہے اور باقی سب کے سب زیردست ہیں۔۔۔۔۔۔ اس کا کام سب کے سوا چلتا ہے اور کسی کا کوئی کام اس کے سوا نہیں چلتا۔

مگر اتنا قوت والا ہونے کے باوجود اور طاقت ور ہونے کے باوجود۔۔۔۔۔۔ اتنا غالب اور زبردست ہونے کے باوجود۔۔۔ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے نہیں پکڑتا۔۔۔ فوراً نہیں پکڑتا۔۔۔۔۔۔ وہ اَلْغَفُوْرُ بھی ہے۔۔۔۔۔۔ اگر کوئی شخص صدق دل سے توبہ کرلے اور معافی مانگ لے۔۔۔۔۔۔ نادم اور شرمندہ ہوجائے تو باوجود غالب اور زبردست ہونے کے اسے معاف فرمادیتا ہے۔۔۔۔۔۔ جس اللہ کی یہ عظیم صفات ہیں برکتیں عطا کرنے والا بھی صرف اور صرف وہی ہے۔

دلیل کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۗ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ

مِنْ تَفٰوُتٍ ط

برکات دہندہ وہ اللہ ربّ العزت ہے جس نے سات آسمان تہ بہ تہ...... اوپر تلے بنائے، تجھے نظر نہیں آئے گا اللہ رحمٰن کی تخلیق میں کوئی نقص، کوئی فرق اور کوئی خلل

فَارْجِعِ الْبَصَرَ لا هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ

ذرا پھر نگاہ اٹھا کر دیکھ کیا تجھے کوئی رخنہ اور شگاف دکھائی دیتا ہے

فَارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ○

پھر بار بار نگاہ اٹھا کر دیکھ تیری نگاہ ناکام ہو کر لوٹ آئے گی...... تھک کر لوٹ آئے گی (مگر ہماری تخلیق میں کوئی نقص اور خلل نظر نہیں آئے گا)

اللہ ربّ العزت عقلی دلیل کے ذریعہ اپنی قدرت کی کاریگریوں کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں... کہ ہم نے بغیر ستونوں کے سات آسمان اوپر نیچے تخلیق کیے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک آسمان کے اوپر دوسرا آسمان...... دوسرے آسمان کے اوپر تیسرا آسمان...... اسی طرح سات آسمان اوپر نیچے ہیں...... اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو برس کی مسافت ہے۔

سات آسمان تہ بہ تہ...... بغیر ستونوں کے، اس برابری و ہمواری اور خوبصورتی کے ساتھ بنائے کہ تو لاکھ کوشش کرے اور بار بار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے...... پھر بھی تجھے ان آسمانوں میں کوئی نقص، خلل فرق اور رخنہ و شگاف نظر نہیں آئیگا

جو ربّ العزت اتنی قدرت والا ہے...... جو اللہ ربّ العزت اس قدر طاقت و غلبے کا مالک ہے...... تَبٰرَكَ... برکات دہندہ بھی صرف اور صرف وہی ہے۔

تیسری دلیل قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اللہ ربّ العزت نے اپنے

برکات دہندہ ہونے کا تذکرہ فرمایا...... تو ساتھ ہی ایک دل پسند اور خوبصورت دلیل بھی بیان فرمائی۔ سورۃ المؤمنون کی آیت نمبر ۱۴ میں ارشاد فرمایا:

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ

پس بڑی برکتوں والی ذات اللہ کی ہے جو سب بنانے والوں میں سے بہتر بنانے والا ہے۔

اپنے برکات دہندہ ہونے کے ذکر سے پہلے اللہ ربُّ العزت نے ایک دلیل پیش فرمائی:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِنْ طِيْنٍ ()

بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے جوہر سے۔

سُلٰلَة کا معنی ہے خلاصہ، نچوڑ، ست، جوہر... چُنی ہوئی مٹی۔

مطلب یہ کہ نسلِ انسانی کے پہلے فرد ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا مٹی سے بنایا گیا...... یا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کی پیدائش مٹی کے جوہر اور خلاصے سے ہوئی ہے...... اس طرح کے مادہ حیات سے جو خون سے بنتا ہے اور یہ خون ان غذاؤں سے بنتا ہے جو مٹی سے حاصل ہوتی ہیں...

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَكِيْنٍ (   )

پھر ہم نے آدم کی نسل کو بڑھایا... بایں طور کہ رکھا اسے پانی کی بوند بنا کر ایک محفوظ مقام میں۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً

پھر ہم نے پانی کی بوند کو لوتھڑا بنایا۔

فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً

پھر ہم نے بنایا خون کے لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی۔

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا

پھر ہم نے پیدا کر دیں اس بوٹی سے ہڈیاں۔

فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا

پھر ہم نے پہنا دیا ہڈیوں کو گوشت

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ

پھر (اس میں روح پھونک کر اور ماں کے پیٹ سے باہر لا کر) ہم نے اسے ایک دوسری قسم کی مخلوق بنا دیا۔

جو ہستی یہ سب کچھ کرنے والی ہے...... ایسا غالب و عزیز...... ایسا قادر و قدیر...... ایسا خالق و مصور کہ پانی کے ایک گندے قطرے کو باپ کی پیٹھ میں بڑی مدت تک ٹھہرایا...... پھر وقتِ مقررہ تک ماں کے رحم میں ٹھہرایا...... پھر پانی کے گندے قطرے پر کاریگری کی...... فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ...... تین اندھیروں میں...... ایک پیٹ کا اندھیرا، دوسرا ماں کے رحم کا اندھیرا، اور تیسرا اس پردے اور جھلی کا اندھیرا جس میں لپٹ کر ہم تیری تصویریں بنا رہے تھے۔

پانی کے گندے قطرے کو کچھ دنوں کے بعد جمے ہوئے خون میں بدل دیا... پھر کچھ دنوں کے بعد جمے ہوئے خون کو گوشت کی ایک بوٹی میں تبدیل کر دیا۔

پھر ہم نے ہڈیوں کے لیے میٹریل باہر سے فراہم نہیں کیا بلکہ اسی گوشت سے ہم نے ہڈیاں بنا دیں۔

پھر ہڈیوں پر ہم نے گوشت چڑھایا:

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ (   )

پھر ہم نے اس میں روح پھونک کر ایک جداگانہ مخلوق بنا دیا...... جو پہلی تمام حالتوں اور کیفیتوں سے مختلف ہوتی ہے...... پہلے وہ بالکل جماد بے حس و حرکت تھا...... اس کے اعضاء بھی ناقص تھے...... مگر ہم نے روح پھونک کر جاندار مخلوق بنا دیا...... اس کے اعضاء مکمل کر دیے...... اس کی آنکھیں بنا دیں، پھر ان میں قوتِ بینائی رکھ دی...... کان بنا دیے، پھر ان میں قوتِ شنوائی بخش دی...... دل بنا دیا، پھر دھڑکنے کی قوت رکھ دی...... دماغ بنا دیا، سوچنے کی صلاحیت عطا کر دی... مناسب ہاتھ پاؤں بنا دیے، خوبصورت چہرہ بنا دیا۔

یہ دلیل دینے کے بعد فرمایا فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ...... برکات دہندہ... برکتیں عطا کرنے والا...... ہر چیز میں بڑھوتری بخشنے والا...... ہر نعمت کو بڑھانے والا صرف اور صرف اللہ ربُّ العزت ہے، جس نے پانی کے ایک قطرے پر تین اندھیروں میں نقشہ جمایا اور یوسفؑ جیسا حسین بنا ڈالا۔

چوتھی دلیل قرآنِ مجید میں ایک جگہ اللہ ربُّ العزت نے اپنی صفت تبارک کا تذکرہ فرمایا کہ برکتیں دینے والا صرف میں ہوں...... وہاں اللہ ربُّ العزت نے آگے اور پیچھے اس کے وسائل بھی بیان فرمائے۔

سورۃ حٰمٓ مومن کی آیت (۶۴) میں ارشاد فرمایا:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (   )

پس بہت ہی برکتوں والی ذات اللہ ربُّ العزت کی ہے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے برکات دہندہ ہونے پر پہلی دلیل ہے کہ میں تمام جہانوں میں رہنے والی ہر قسم کی مخلوق...... خواہ چھوٹی ہو یا بڑی...... میں ان سب کا پالنے

والا ہوں.......ان سب کا روزی رساں ہوں.......ان سب کی ضروریات پوری کرنے والا ہوں.......ان سب کو پروان چڑھانے والا ہوں۔

اس سے پہلے جہاں سے آیۃ نمبر (۶۴) شروع ہو رہی ہے، دلائل کا سلسلہ جاری ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا (جس میں تم بستے ہو اور رہتے ہو، چلتے پھرتے ہو.......کاروبار محنت مزدوری کرتے ہو.......زندگی کے ایام گذارتے ہو.......آخر کا موت سے ہمکنار ہو کر قیامت تک کے لیے اسی زمین میں سما جاتے ہو)

اور اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے آسمان کو چھت بنایا (مضبوط اور قائم و دائم رہنے والی چھت.......اگر اس کے گرنے کا اندیشہ ہوتا تو کوئی شخص اس چھت کے نیچے آرام کی نیند سو سکتا اور نہ ہی کاروبارِ زندگی کر سکتا۔

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (   )

اور اللہ ہی ہے جس نے تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی صورتیں بنائیں اور تمہیں عمدہ اور ستھری چیزیں کھانے کو دیں۔

جتنے بھی رُوئے زمین پر جاندار ہیں ان سب میں انسانوں کو سب سے زیادہ حسین و جمیل.......خوش شکل اور خوبصورت اور متناسب الاعضاء بنایا۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ موضح قرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

''سب جانداروں سے انسان کی صورت بہتر اور سب کی روزی سے اس کی روزی ستھری ہے''

جب یہ ساری صفتیں میری ہیں.......یہ سب کچھ کرنے والا جب میں ہوں تو پھر برکات دہندہ میرے سوا کوئی اور ہوگا؟.......نہیں، ہرگز نہیں...فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ

رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ...... پھر برکتیں عطا کرنے والا...... ہر چیز میں نفع دینے والا بھی صرف اور صرف اللہ ربُّ العالمین ہوگا، پھر اس دلیل کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

هُوَالْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

وہی ہے زندہ رہنے والا...... ایسا زندہ جس کو کبھی موت اور فنا نہیں آئے گی...... وہ صرف زندہ ہی نہیں بلکہ مُحی بھی ہے، دوسروں کو زندگی بخشنے والا۔

برکات دہندہ وہی ہوسکتا ہے جس پر موت نہ آئے...... اور جس پر موت آجائے...... جو قبر میں جا کر سما جائے...... جسے نہلا کر اور کفنا کر دفن کر دیا جائے...... جس کی وراثت تقسیم ہوجائے...... جو یتیم بچوں کے سروں پر ہاتھ رکھنے سے عاجز آجائے...... جو کروٹ تبدیل نہ کرسکے...... جو اپنے چہرے پر بیٹھی مکھی اڑانے سے عاجز آجائے...... جو سننے اور دیکھنے کی صلاحیتوں سے محروم ہوجائے...... وہ برکات دہندہ نہیں ہوسکتا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ

ان صفات کا مالک اللہ، اس کے سوا کوئی الٰہ اور معبود نہیں ہے...... اور اگر الٰہ اور معبود وہی ہے...... تمام جہانوں کے رہنے والوں کا مربی اور پالنہار وہی ہے...... اور اگر برکتیں عطا کرنے والا وہی ہے...... اور اگر رازق اور مصور وہی ہے...... اور اگر زمین کو قرار بخشنے والا، اور آسمانوں کی چھت بنانے والا وہی ہے تو پھر فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ۔

مصائب و تکالیف میں...... دکھ اور پریشانیوں میں غائبانہ پکارو تو صرف اسی کو پکارو

پانچویں دلیل

قرآنِ مجید میں خالقِ کائنات مین ایک اور مقام پر اپنے برکات دہندہ ہونے کا تذکرہ فرمایا...... تو ساتھ ہی اس کی عقلی دلیل بھی پیش فرمائی: سورۂ زخرف میں ارشاد فرمایا:

وَتَبَارَكَ اللّٰهُ الَّذِیْ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (۸۵)

اور بڑی برکت والی ذات ہے اس اللہ کی جس کی بادشاہی اور جس کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے اور اسی اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اسی اللہ کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔

اس آیتِ کریمہ میں اپنے برکات دہندہ ہونے پر تین دلائل دیے ہیں۔ پہلی دلیل دیتے ہوئے فرمایا: زمین و آسمان پر حکومت اور بادشاہی اور راج صرف اور صرف میرا ہے...... مالک الملک اور شہنشاہ صرف اور صرف میں ہوں...... صرف زمین و آسمان پر نہیں بلکہ جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان فضاؤں میں ہے ان پر بھی راج اور تسلّط اور حکومت صرف اور صرف میری ہے۔

دوسری دلیل دیتے ہوئے فرمایا:

وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ

اسی اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم۔

قیامت کے وقوع کا علم اللہ کے سوا کسی نوری یا ناری یا خاکی کو نہیں...... قیامت کب آئے گی، اسے نہ کوئی نبی جانتا ہے اور نہ کوئی ولی...... نہ کوئی فرشتہ ...... نہ جبریلِ امین... نہ عزرائیل اور نہ صور پھونکنے والا اسرافیل......

قیامت کے وقوع کا علم صرف اللہ ربُّ العزت کے پاس ہے... وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ......

سورۂ لقمان میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (لقمان: ۳۴)

بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ

(اعراف: ۱۸۷)

وہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کا وقوع کب ہوگا، آپ جواب دیں کہ قیامت کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے۔

تیسری دلیل دیتے ہوئے فرمایا:

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ...... قیامت کے دن سب لوگ اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ جب یہ ساری طاقتیں اور قوتیں اللہ ہے کے پاس ہیں...... جب مالک و مختار صرف اور صرف وہی ہے...... جب عالم الغیب صرف اور صرف اللہ رب العزت ہی ہے تو پھر برکات دہندہ بھی وہی ہے۔

چھٹی دلیل

سورۂ رحمٰن میں اللہ رب العزت نے اپنی دنیوی اور اُخروی نعمتوں اور انعامات کا تذکرہ فرمایا اور بار بار اکتیس مرتبہ فرمایا:

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

اے انسانوں اور اے جنوں تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں اور کیسی کیسی قدرتوں کا انکار کرو گے۔

اللہ رب العزت نے بہت سی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا...... اور بہت سی عظمتوں اور قدرتوں کا تذکرہ فرمایا۔

انسان کی تخلیق... قرآن کا علم... گفتگو کرنے کا سلیقہ... سورج اور چاند اور ستارے اور درخت... آسمان کی چھت... زمین کا فرش... اس میں میوے اور پھل اور کھجوریں اور اناج اور خوشبودار پھول... دریاؤں کا ملا کر چلانا... دریاؤں میں لؤلؤ و مرجان... پانی میں کشتیوں کا چلنا... پھر جنت کی نعمتیں اور انعامات... جنت میں

چشمے۔۔۔ان میں حوریں نیچی نگاہوں والیاں۔

ان تمام تر انعامات اور نعمتوں کے تذکرے کے بعد فرمایا:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (رحمان:۷۸)

بڑا بابرکت نام ہے تیرے رب کا جو بزرگی والا اور عظمت والا ہے۔

ساتویں دلیل سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت برکات دہندہ کا تذکرہ بڑے خوبصورت انداز میں فرمایا۔۔۔۔۔۔اور آخر میں اس کا نتیجہ اور ثمرہ بیان فرمایا:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

بے شک پالنہار تمہارا اللہ ہے جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین چھ دن میں (یعنی اتنے وقت میں جو چھ دن کے برابر تھا، یعنی تدریجاً پیدا کیا)

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

پھر اس نے قرار پکڑا عرش پر۔۔۔۔۔۔پھر وہ غالب ہے عرش پر۔

رئیس المفسرین مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ۔۔۔کنایہ ہے غلبے سے۔۔۔تسلط سے۔۔۔حکومت سے۔۔۔اقتدار سے۔۔۔سلطنت سے۔۔۔عظمت سے۔۔۔مراد اَسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ سے یہ ہے کہ مالک ومختار اور متصرف فی الامور، تختِ شاہی پر قابض وہی ہے، اس نے اپنا کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کیا۔

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ( )

ڈھانپ دیتا ہے رات پر دن کو کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا۔

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ

اسی اللہ نے بنائے سورج اور چاند اور تارے تابعدار اس کے حکم کے۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ( )

سنو پیدا کرنا اسی اللہ کا کام ہے اور حکم کرنا بھی اسی اللہ کے اختیار میں ہے۔

اپنی صفات کو... اپنے ان کمالات کو... اپنی ان خوبیوں کے تذکرے کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ

بڑی برکتوں والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

یعنی ایسی صفات وکمالات رکھنے والا اللہ...... سارے جہانوں کا پالنہار و مربی اللہ...... برکات عطا کرنے والا بھی وہی ہے۔

آخر میں اللہ رب العزت نے نتیجہ اور ثمرہ بیان فرمایا کہ:

جب آسمان وزمین کا خالق میں ہوں...... غالب وحاکم میں ہوں... رات اور دن کے نظام کو چلانے والا میں ہوں...... سورج، چاند اور تاروں کی تخلیق میری ہے...... برکات دہندہ اور رب العالمین میں ہوں، تو پھر...

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً (اعراف: ۵۵)

مصائب اور مشکلات میں پکارو تو صرف اپنے رب کو پکارو، گڑگڑا کر اور چپکے چپکے......

سورۃ الاعراف کی اس آیت سے ملتی جلتی آیتیں اسی مضمون کو بیان کرنے کے لیے سورۃ الفرقان میں بھی موجود ہیں:

تَبَارَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرَاجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ( )

بڑی برکتیں عطا کرنے والا وہ اللہ ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں رکھے چراغ اور چاند اجالا کرنے والا

سورۃ الفرقان کی آیت نمبر (۱۰) میں بھی اللہ رب العزت نے اپنی اس صفت برکات دہندہ کا تذکرہ فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

بڑی برکتوں والی ذات ہے اس اللہ کی جو چاہے تو بنادے تیرے واسطے اس سے بہتر باغ کہ ان کے مکانوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

ہر نمازی ثنا میں پڑھتا ہے...... وَتَبَارَكَ اسْمُكَ اور برکت والا ہے نام تیرا...... میں نے بڑی تفصیل کے ساتھ...... اور بڑی وضاحت کے ساتھ... اس کی تفسیر و تشریح بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

اور قرآن مجید کے مختلف مقامات سے اور مختلف جگہوں سے...... بڑے پختہ دلائل اور مضبوط براہین کے ساتھ اس حقیقت کو ثابت کیا ہے کہ ہر چیز میں بڑھوتری عطا کرنے والا...... یعنی برکات دہندہ صرف اور صرف اللہ ربُّ العزت ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ باقی صفات میں وحدہٗ لاشریک ہے...... اسی طرح اس صفت برکات دہندہ میں بھی وہ لاشریک ہے...... اس صفت میں مخلوقات میں سے کوئی بھی اس کا شریک نہیں...... کوئی بڑا اور کوئی چھوٹا...... کوئی نوری اور کوئی ناری اور کوئی خاکی...... کوئی زندہ یا مردہ...... اس صفت برکات دہندہ میں اس کا ساجھی نہیں ہے۔

میں نے اس موضوع اور اس عنوان پر قرآن مجید کی بہت سی آیات پیش کی ہیں...... میں چاہتا ہوں کہ...... اور اپنے بیان کو امام الانبیاء، رحمۃ اللعالمین حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک ارشادِ گرامی پر ختم کروں...... تاکہ قرآنِ مقدس کی آیات کے دلائل کے ساتھ ساتھ ایک دلیل فرمانِ مصطفیٰ سے بھی ہو جائے اور معاملہ

نور علیٰ نور ہو جائے اور سونے پر سہاگہ ہو جائے۔

مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ہم ایک سفر میں امام الانبیاء ﷺ کے ساتھ تھے فَقَلَّ الْمَآءَ...... دورانِ سفر پانی کی قلت اور کمی ہوگئی۔

امام الانبیاء ﷺ نے تھوڑا سا پانی طلب فرمایا۔

ایک برتن میں تھوڑا سا پانی آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا

فَادْخَلَ یَدَهٗ فِی الْاِنَآءِ

آپ نے اپنا دستِ مبارک برتن میں داخل فرمایا...... اور پھر آواز دی۔

حَیَّ عَلَی الطَّھُوْرِ الْمُبَارَکِ وَالْبَرَکَةُ مِنَ اللّٰہِ

(بخاری بحوالہ مشکوٰۃ باب المعجزات)

لوگو! آؤ پاک اور ستھرا پانی حاصل کرو اور برکت تو تمام اللہ کی طرف سے ہوتی ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں:

وَلَقَدْ رَأَیْتُ الْمَآءَ یَنْبَعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

میں نے دیکھا پانی نبی اکرم کی انگلیوں کے درمیانی حصے سے ابل رہا تھا۔

یہ امام الانبیاء ﷺ کا معجزہ تھا اور یاد رکھیے معجزے میں ہاتھ پیغمبر کا ہوتا ہے اور مرضی اور اختیار تمام تر اللہ رب العزت کا ہوتا ہے...... اسی لیے آپ نے فرمایا:

اَلْبَرَکَةُ مِنَ اللّٰہِ...... برکت تمام تر اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

اب ایک مرتبہ سب نمازی اور سامعین مل کر کہہ لیں:

وَتَبَارَکَ اسْمُکَ...... اور برکت والا ہے نام تیرا۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنَ

چوتھی تقریر

وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ ○ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ اَوْفَوْا عَهْدَهٗ ۔ اَمَّا بَعْدُ

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ○ يَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ○ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا

(الجن: ۳-۱)

میرے پیغمبر کہہ دیجئے کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا پھر کہنے لگے کہ ہم نے عجیب قرآن سنا جو سیدھے راستے کی راہنمائی کرتا ہے ہم اس پر ایمان لا چکے (اب) ہم ہرگز کسی کو بھی اپنے رب کا شریک نہیں بنائیں گے اور بے شک ہمارے رب کی شان بڑی بلند ہے، نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا اور نہ بیٹا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ اٰخَرَ

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

(البقرة: ۱۶۳)

اور تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے۔ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے بڑا مہربان انتہائی رحم کرنے والا ہے

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمِ

سامعین گرامی قدر! گزشتہ دو خطبوں میں ... میں آپ حضرات کے سامنے سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ ...... کا ترجمہ، تفسیر اور تشریح بیان کر چکا ہوں۔

آج کے خطبے اور تقریر میں وَتَعَالٰی جَدُّکَ کی تفسیر و تشریح عرض کروں گا اور اگر وقت نے اجازت دی تو انشاء اللہ العزیز وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ کا ترجمہ اور تفسیر بھی بیان کروں گا ...... اللہ رب العزت محض اپنے فضل و کرم سے اور خصوصی رحمت و مہربانی سے مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تَعَالٰی کا معنی ہے ...... بلند، اونچا ...... برتر، بالا ...... اور جَدٌّ کے معنی آتے ہیں شان کے ...... مقام، مرتبہ ... عظمت و جلال کے۔ اب وَتَعَالٰی جَدُّکَ کا معنی کریں گے۔

اور بلند ہے شان تیری ...... اونچا ہے مرتبہ تیرا ...... اعلیٰ ہے عظمت و بزرگی تیری ...... اس کی شان اور اس کا مقام ...... کس چیز سے بلند و بالا ہے؟

اس چیز سے کہ اس کی کوئی بیوی ہو ...... اس کی شان بلند و بالا ہے اس چیز سے کہ اس کی اولاد ہو ...... اس کی عظمت و عزت اس سے بلند و بالا ہے کہ اس کی ذات یا اس کی صفات میں کوئی شریک اور ثانی ہو۔

قرآنِ مجید نے خود ایک جگہ پر اس کی تشریح فرمائی:

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ رب العزت نے غیر اللہ کی الوہیت و معبودیت کی تردید کرتے ہوئے اور مشرکین کے خیالات کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (بنی اسرائیل: ۴۳)

اللہ پاک اور بالاتر ہے ان باتوں سے جو مشرکین کہتے ہیں، بہت بلند۔

قرآنِ مجید میں ایک جگہ پر وَ تَعَالٰی جَدُّ کا کلمہ استعمال ہوا......آیئے ذرا اس جگہ اور اس مقام کی سیر کرتے ہیں۔

یہ سورۃ جن ہے جہاں جنات کی اس تقریر کو نقل کیا گیا ہے جو انہوں نے امام الانبیاء ﷺ کی زبانِ مقدس سے قرآنِ مجید کی تلاوت سننے کے بعد اپنی قوم کے سامنے کی تھی.......اس تقریر کو سورۃ جن کی ابتدائی آیات میں بیان کیا گیا...... اور کچھ حصہ اُن کی تقریر کا سورۃ احقاف کی آیت نمبر ۲۹ تا ۳۱ میں ذکر کیا گیا۔

اس سے پہلے کہ سورۃ جن اور سورۃ الاحقاف کی وہ آیات آپ کے سامنے ذکر کروں......ضروری سمجھتا ہوں کہ اس واقعہ کا پس منظر......بیک گراؤنڈ آپ کے سامنے رکھ دوں تا کہ ان آیات کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

امام الانبیاء ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات کی آسمان تک رسائی ہوتی تھی...وہ آسمان تک جاتے اور فرشتوں کی باتیں سن لیا کرتے تھے......اور انہی باتوں کو مرچ مصالحہ لگا کر زمین پر بیان کر دیا کرتے تھے......جونہی امام الانبیاء ﷺ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا گیا تو جنات کا اوپر جانا بند ہو گیا......جو جن اوپر جاتا شہابِ ثاقب اس کے پیچھے لگتا اور اسے وہاں سے بھگا دیا جاتا۔

شیاطین اس صورتحال سے پریشان ہوئے اور سارا معاملہ ابلیس کے سامنے رکھا......اس نے کہا لازماً کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے تمہارا آسمانوں پر جانا بند ہو گیا ہے۔

چنانچہ ابلیس نے جنوں کی مختلف جماعتیں ترتیب دے کر مختلف اطراف میں روانہ کر دیں......جاؤ اور مشرق و مغرب میں پھیل جاؤ اور سراغ لگاؤ کہ وہ کونسا نیا واقعہ پیش آیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارا داخلہ آسمانوں کی طرف بند ہو گیا ہے۔

جنات کی ایک جماعت پھرتے پھراتے بطنِ نخلہ کی طرف گزری......بطنِ

نخلہ میں امام الانبیاء ﷺ چند صحابہ کے ہمراہ فجر کی نماز ادا کر رہے تھے۔

اللہ رب العزت نے جنات کی اس جماعت کا رخ قرآن سننے کے لئے ادھر پھیر دیا۔ قرآن کی آواز...... سبحان اللہ۔

فجر کا وقت ہو پُر سکون...... علاقہ ہو پُر امن...... پڑھا جا رہا ہو قرآن ......اور پڑھنے والا ہو محمد جوان ﷺ۔

کیسا سہانا منظر ہوگا...... کیسا عجیب سماں ہوگا......۔

قرآن کی آواز اور صدا...... آمنہ کے لال کی زبانِ مقدس سے جنات کو بہت عجیب، دلنشین، دلکش اور مؤثر لگی... پھر قرآن کا جلال اور ہیبت ان پر چھا گئی۔

قرآن مجید نے سورۃ الاحقاف میں اس واقعہ کی منظر کشی فرمائی۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ

(احقاف : ۲۹)

اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا...... کہ وہ قرآن سنیں۔

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا

پس جب وہ جنات (نبی اکرم ﷺ کے پاس) پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے کہنے لگے اَنْصِتُوْا خاموش ہو جاؤ...... چپ رہو...... خاموشی سے قرآن سنو...... قرآن کی تلاوت ہو رہی ہے تو اپنی باتیں اور اپنا کلام بند کر دو اور خاموش ہو جاؤ۔

(یہ کلام اللہ کی فطرت ہے کہ ایک پڑھے تو دوسرا سنے...... لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ...... میرے پیارے پیغمبر! جبریل قرآن پڑھے تو آپ اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں بلکہ توجہ سے سنا کریں۔

جنات کی جماعت کو پہلے دن ...... پہلے مرحلہ ہی میں سمجھ آگئی کہ یہ کتاب جو پڑھی جارہی ہے اسے خاموشی اور توجہ کے ساتھ سننا ہے ...... یہ کلام اللہ کی فطرت کے خلاف ہے کہ ایک پڑھے تو دوسرا بھی ساتھ ساتھ پڑھے۔

اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام قرآت کرے تو مقتدی کو خاموشی کے ساتھ اور توجہ کے ساتھ اس کی قرآت کو سننا چاہیے)

فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ

پھر جب قرآن کی تلاوت ختم ہوئی تو وہ جنات اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لئے اور ڈرانے کے لئے واپس لوٹ گئے۔ قرآن کی تلاوت سن کر ان کے سینے ایمان کے نور سے منور اور روشن ہو چکے تھے۔

قوم کو جا کر کیا کہا

اس لئے اپنی قوم کے پاس پہنچ کر ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے سے انہوں نے اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ کہنے لگے:

يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

(احقاف: ۳۰)

اے ہماری قوم یقیناً ہم نے وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد اُتاری گئی ہے۔ وہ کتاب اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے وہ کتاب سچے دین اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

(علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ جن حضرت موسیٰ کی امت میں سے تھے اس لئے انہوں نے حضرت موسیٰ کا نام لیا)

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ

اے ہماری قوم اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو اور اس پر ایمان لاؤ۔

سورۃ جن میں کیا کہا؟

سورۃ الاحقاف میں جنات کی جماعت کا نبی اکرم ﷺ کی زبانِ مقدس سے قرآنِ مجید کی تلاوت کو سننا . . . اللہ رب العزت نے بیان فرمایا . . . . . . یہ جنات بغیر اطلاع دیئے اور بغیر ملاقات کیے اپنی قوم کے پاس لوٹ گئے تھے . . . . . . اللہ رب العزت نے وحی کے ذریعے آپ کو اس کی اطلاع دی۔

اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ

مجھے وحی کے ذریعے آگاہ کیا گیا ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے میری زبان سے قرآن سنا۔

پھر وہ اپنی قوم کے پاس پہنچے تو اپنی قوم سے کہا

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا

بے شک ہم نے عجیب وغریب قرآن سنا

عَجَبًا کا مطلب ہے ہم نے ایسا قرآن سنا ہے جو فصاحت و بلاغت میں بڑا عجیب ہے . . . . . . نصیحت و وعظ کے اعتبار سے عجیب ہے . . . . . . برکت و تاثیر کے اعتبار سے نہایت تعجب انگیز ہے . . . . . . ہم نے ایسا قرآن سنا ہے جو اسلوبِ بیان کے اعتبار سے . . . تاثیر و برکت کے اعتبار سے . . . شیریں بیانی کے اعتبار سے . . . علوم و مضامین کے لحاظ سے . . . نظم و ربط کے اعتبار سے، غرض ہر لحاظ سے عجیب ہے۔ اور انسانی کلام سے مختلف ہے۔

یَھْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ

وہ ایسی کتاب ہے جو نیک راہ . . . راہِ راست کی طرف راہنمائی کرتی ہے

یَھْدِیْ اِلَی الْحَقِّ وَالصَّوَابِ . . . . . . حق کی طرف وہ کتاب راہنمائی کرتی ہے۔

اسی کو سورۃ الاحقاف میں یَھْدِیْ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ

سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سامعینِ گرامی قدر! یہاں ایک لمحہ کے لئے ٹھہر یئے اور غور کیجئے کہ جنات کی اس مختصر سی جماعت سے صرف ایک مرتبہ قرآنِ مجید کی کچھ آیات کو سنا اور انہیں سمجھ آگئی کہ قرآن کے نزول کا مقصد کیا ہے؟... قرآن کس لئے اترا ہے؟

اور ہمیں آج تک سمجھ نہ آئی کہ قرآن کے نزول کا مقصد کیا ہے؟ ہمیں آج تک پتہ نہ چل سکا کہ اللہ رب العزت نے یہ کتاب کس لئے اتاری؟

ہم نے اسے صرف کتابِ برکت سمجھا...... ہم نے سمجھا یہ تعویذوں والی کتاب ہے اس کو لکھ کر گلے میں لٹکا لو...... چوم کر آنکھوں سے لگا لو...... خوشبو میں بسا لو...... ریشمی غلافوں میں لپیٹ لو...... قول وقرار کا وقت آئے تو سروں پر اُٹھا لو......

ہمیں آج تک سمجھ نہ آسکی کہ قرآنِ مجید کے نزول کا مقصد کیا ہے...... مگر جنات نے ایک مرتبہ اور...... پہلی مرتبہ قرآن کی چند آیات سنیں تو انہیں سمجھ آگئی کہ یہ خوبصورت اور دلنشین کتاب...... کتابِ ہدایت ہے... صراطِ مستقیم کی راہنمائی کرنے کے لئے اتری ہے...... حق اور سچ کا راستہ دکھانے کے لئے نازل ہوئی ہے...... قرآن مبارک کتاب ہے...... یہ کتابِ برکت ہے... مگر کتابِ برکت بعد میں ہے، صحیفۂ ہدایت پہلے ہے... اس کے نزول کا مقصد ہے۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ... لوگوں کو شرک و کفر اور گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر توحید و اسلام کے راستے پر لانا...... قرآن کے نزول کا مقصد هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ...... ضد و عناد سے بچنے والوں کے لئے نری ہدایت ہے...... قرآن کے نزول کا مقصد ہے۔ هُدًى لِّلنَّاسِ...... لوگوں کے لئے سراپا ہدایت...... قرآن اترا تھا يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ بن کر... سب سے

زیادہ سیدھے راستے کی راہنمائی کرنے والا۔

میں عرض کر رہا تھا کہ جنات کی جماعت کو پہلی مرتبہ قرآن سن کر سمجھ آ گئی کہ یہ دلنشین اور خوبصورت کتاب...... اس لئے اتری ہے کہ لوگوں کو صراط مستقیم اور حق کے راستے کی راہنمائی کرے۔

فَاٰمَنَّا بِهٖ

پس ہم تو اس پر ایمان لے آئے۔

وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا

ہم اس قرآن پر اور صاحبِ قرآن پر ایمان لا چکے ہیں اس لئے اب ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے...... اس قرآن پر ایمان لانے کے بعد ہم شرک جیسا منحوس کام اور عمل نہیں کرینگے۔

سامعین گرامی قدر! آپ سن چکے ہیں اور میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں کہ جنات کو قرآن سن کر فوراً سمجھ آ گئی کہ اس کتاب کے نزول کا مقصد ہے ہدایت دینا ...... اور راہنمائی کرنا اور سیدھا راستہ دکھانا!

آگے جنات ایمان کا اقرار کر کے کہتے ہیں وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ...... ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں بنائیں گے۔

جنات کو پہلے دن سمجھ آ گئی...... جنات نے پہلی مرتبہ قرآن سنا تو انہیں پتہ چل گیا کہ قرآن لوگوں سے منوانا کیا چاہتا ہے؟

قرآن کا مطالبہ کیا ہے؟

انہیں سمجھ آ گئی کہ قرآن کا مطالبہ یہ ہے کہ لوگوں کی پیشانیاں در در سے ہٹا کر رب کے دروازے پر جھکنی چاہئیں۔

جنات سمجھ گئے کہ قرآن اپنے ماننے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ عبادت و پکار صرف اور

صرف اللہ رب العزت کی ہونی چاہیے اور اللہ کی عبادت و تعظیم میں سب مخلوقات میں سے کسی کو بھی شریک اور ساجھی نہیں بنانا چاہیے۔

كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ (هود ۱۰۲)

یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں محکم (باہمی تناقض سے محفوظ) ہیں۔ پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں... اسے بھیجنے والا حکیم اور خبیر ہے۔

اس کتاب کے نزول کا مقصد کیا ہے؟ فرمایا!

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ

کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔

یہی قرآن کا دعویٰ ہے....... یہی قرآن کا پیغام ہے....... یہی قرآن کا اعلان ہے....... یہی قرآن کا مقصد و مدعا ہے....... یہی قرآن کا مرکزی مقام ہے....... یہی قرآن اکا محور ہے....... سارا قرآن اسی کے گرداگرد گھوم رہا ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ....... کسی جگہ پر کہا فَاعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ۔ (زمر:۲)

اور کسی جگہ پر فرمایا: فَاعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ۔ (المومن:۱۴)

ہمارے لوگوں کو آج تک سمجھ نہ آسکی کہ قرآن کیا منوانا چاہتا ہے۔

اور جنات کو پہلے دن سمجھ آ گئی کہ قرآن کے نزول کا مقصد ہے توحید کی دعوت دینا اور شرک سے روکنا... اس لئے انہوں نے ایمان کے اقرار کے بعد کہا۔

وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا

ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی ہرگز شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

جنات نے اپنی بات اور اپنی دعوت کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

وَتَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا

اسی جملے کے لئے میں نے یہ سارا واقعہ بیان کیا...... یہی میرا مدعا اور مقصود تھا...... ہم نماز کی ثناء میں پڑھتے ہیں۔

وَتَعَالٰی جَدُّكَ......اور بلند و بالا ہے شان تیری ...... مرتبہ تیرا ...... عظمت تیری...... یہی بات جنات کی اس جماعت نے کہی۔

وَتَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا

اور ہمارے پالنہار کی شان، مقام اور مرتبہ بلند و بالا اور اونچا ہے۔

اس کی شان اور اس کا مقام کس چیز سے بالا اور ماوراء ہے؟

جنات نے کہا۔

مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ...... نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ کسی کو اس نے اپنا بیٹا بنایا ہے...... اس کی شان اور اس کا مرتبہ ان چیزوں سے بلند و بالا ہے۔

تو اب وَتَعَالٰی جَدُّكَ کا معنی ہوگا...... تیری شان بلند و بالا ہے...... قدرت و طاقت میں اور ملک و تصرف میں تو ہی سب سے اونچا ہے...... حکومت و اقتدار میں تو ہی سب سے بالاتر ہے...... بے نیازی و بے پروائی میں...... علم و قوت میں تو ہی سب سے اعلیٰ اور بلند ہے...... تیری شان اور تیرا مرتبہ اس بات سے بہت بلند ہے کہ تیرا کوئی شریک ہو...... ساجھی ہو...... تیری شان اس بات سے بہت بالاتر ہے کہ تیری کوئی بیوی ہو یا اولاد ہو...... تیری شان اس سے بہت اونچی ہے کہ تیرا کوئی وزیر یا مشیر ہو......

وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ نمازی اپنی نماز کے شروع میں ثناء کے کلمات پڑھتے ہوئے...... اللہ تعالیٰ کی حسین و دلنشیں صفات کا تذکرہ کرتا ہے...... اس کی حمد

وتسبیح کو بیان کرتا ہے .... اس کی صفت برکات دہندہ کا تذکرہ کرتا ہے...... اس کی عظمت و عزت اور جاہ وجلال کا اقرار کرتا ہے اور پھر ثناء کے آخر میں عہد کرتا ہے...... وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ...... اگر یہ تمام تر صفتیں تیری ہیں تو پھر تیرے سوا الٰہ کوئی نہیں ہے....... نہ آتشیں کرنوں والا سورج اِلٰہ ہے...... نہ ضیاء پاشیاں کرنے والا چاند اِلٰہ ہے...... نہ جگمگ کرنے والے ستارے اِلٰہ ہیں ...... نہ سر بفلک پہاڑ اِلٰہ ہیں...... نہ بہنے والے سمندر و دریا اِلٰہ ہیں... نہ جلانے والی آگ اِلٰہ ہے اور نہ بہنے والا پانی اِلٰہ ہے...... نہ دودھ دینے والی گائے اِلٰہ ہے اور نہ شہ زور گھوڑا اِلٰہ ہے۔

وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ...... مولا! تیرے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے۔

نہ کوئی نبی نہ کوئی ولی...... نہ پیر نہ فقیر...... نہ کوئی نوری اور نہ کوئی ناری...... نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی جن...... حضرت ابراہیمؑ بھی الٰہ نہیں اور حضرت اسماعیلؑ بھی الٰہ نہیں...... حضرت عیسیٰؑ بھی الٰہ نہیں اور حضرت عزیرؑ بھی الٰہ نہیں...... مائی مریمؑ بھی الٰہ نہیں... شیخ عبد القادر جیلانیؒ بھی الٰہ نہیں ...... بایزید بسطامیؒ بھی الٰہ نہیں...... علی ہجویریؒ بھی الٰہ نہیں...... اور معین الدین چشتیؒ بھی الٰہ نہیں... نہ حضرت حسینؓ الٰہ ہیں... نہ حضرت علیؓ الٰہ ہیں... اور نہ ہی کائنات کے سرتاج محمد عربی الٰہ ہیں۔

پوری کائنات کا الٰہ ہے تو ایک اللہ ہے... اس کے سوا کوئی بھی الٰہ اور معبود نہیں ہے...... یہی ہر نمازی ہر نماز کی ابتداء میں اقرار کرتا ہے... وعدہ کرتا ہے... عہد کرتا ہے...... وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ......

یہی اقرار کلمہ میں اور یہی الانبیاء ﷺ کا پیغام

یہی اقرار اور یہی عہد ہر شخص اس وقت کرتا ہے جب وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا

اللہ ...... اللہ کے سوا دوسرا کوئی بھی الٰہ بننے کے لائق نہیں ہے۔

یاد رکھیے اور دل کی تختی پر لکھ لیجئے کہ سب انبیاء کرام کی بعثت اور بھیجے جانے کا مقصد بھی یہی ہے ...... ہر نبی اور ہر پیغمبر نے اپنی اپنی قوم کو پیغام بھی یہی دیا تھا۔

قرآن مجید شہادت دیتا ہے:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (الانبیاء:۲۵)

ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے تھے ان کیطرف یہی وحی کی تھی کہ میرے سوا الٰہ کوئی نہیں، اس لیے میری ہی عبادت کرو۔

پھر قرآنِ مجید نے سورۃ الاعراف میں اور سورۂ ہود میں الگ الگ چند انبیاء کرام (حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ اور حضرت شعیبؑ) کا تذکرہ کیا اور ان کی دعوت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کو تبلیغ کرتے ہوئے اور پیغام پہنچاتے ہوئے فرمایا:

اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ( )

اللہ کی عبادت کرو تمہارے لیے اللہ کے سوا الٰہ اور کوئی نہیں ہے۔

امام الانبیاء کا پیغام بھی یہی تھا

سب انبیاء کرام علیہم السلام کے آخر میں تشریف لانے والے ...... خاتم الانبیاء، امام الانبیاء حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو یہی پیغام دیا تھا۔

دعوت و تبلیغ کے پہلے روز کوہِ صفا پر مکہ کے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا:

قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا ( )

اگر فلاح و کامیابی (دنیا و آخرت) کی چاہتے ہو تو اس کلمے کا اقرار کر لو کہ اللہ کے سوا کوئی بھی الٰہ اور معبود بننے کے لائق نہیں ہے۔

پھر مسلسل بیس سال آپ نے لوگوں کو یہی پیغام دیا...... کبھی کوہِ صفا پر اور کبھی مکہ کی گلیوں میں...... کبھی مکہ کے بازاروں میں اور کبھی چوراہوں میں...... کبھی سوقِ عکاظ میں اور کبھی طائف کی وادیوں میں...... کبھی قبا میں اور کبھی مدینے میں...... کبھی بدر کے میدان میں اور کبھی احد کی پہاڑیوں میں...... کبھی خندق کی کھدائی میں اور کبھی حدیبیہ کے سفر میں...... کبھی فتح مکہ کی شادمانیوں میں اور کبھی حنین کی پریشانیوں میں...... کبھی خیبر کے قلعوں میں اور کبھی تبوک کے سفر میں...... کبھی حجۃ الوداع میں...... آپ نے بڑی جرأت اور بہادری سے ...... بڑی ہمت وشجاعت سے...... بڑے عزم واستقلال سے...... بڑے تحمل اور حوصلے سے... لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی صدا لگائی... اور ہر موسم میں یہ نغمہ سنایا... اور ہر حالت میں یہ گیت گایا... حتیٰ کہ زندگی کے آخری لمحات میں بھی یہی اعلان فرمایا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ الْمَوْتِ سَكَرَات

اللہ کے سوا اِلٰہ کوئی نہیں بے شک موت کی تلخیاں اور سختیاں تو ہوتی ہیں۔

آپ پر گذشتہ کچھ دنوں سے موت کی تلخی طاری تھیں...... ٹھنڈے پانی میں ہاتھ بھگو کر سینے پر ملتے تھے...... کبھی پاؤں مبارک سمیٹ لیتے تھے اور کبھی پھیلا دیتے تھے...... کبھی چادر اپنے چہرۂ مبارک پر ڈال دیتے تھے اور کبھی ہٹا دیتے تھے ...... ان حالات میں فرمایا... اللہ کے سوا اِلٰہ کوئی نہیں موت کی تلخیاں تو ہوتی ہیں!

سبحان اللہ! ذرا غور فرمائیے...... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم آج لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی صداقت پر دلیل کیا دے رہے ہیں؟

اپنے اوپر طاری ہونے والی موت کی تلخیاں! ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ لوگو اللہ کے سوا اِلٰہ کوئی نہیں ہے...... اگر اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ بننے کے لائق ہوتا تو یقیناً میں

ہوتا...... میں امام الانبیاء جو ہوں...... میں خاتم النبیین جو ہوں...... میں رحمۃ اللعالمین جو ہوں...... میں محبوب رب العالمین جو ہوں...... میں صاحب قرآن جو ہوں...... میں صاحب معراج جو ہوں...... میں کائنات کا سرتاج جو ہوں...... میں سب سے اعلیٰ، اولیٰ، برتر، بالا قدر جو ہوں...... میں سید ولد آدم جو ہوں...... میں اللہ کا محبوب جو ہوں...... میں چودہ طبقوں کا سردار جو ہوں...... لوگو! اگر اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ بننے کے لائق ہوتا تو لازماً میں ہوتا...... مگر مجھ پر موت کی تلخیوں کا طاری ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے سوا میں بھی الٰہ نہیں...... اگر میں الٰہ ہوتا تو آج موت کی تلخیاں مجھ پر طاری نہ ہوتیں میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نمازی ہر نماز کی ثناء میں کہتا ہے۔ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ...... مولا تیرے سوا الٰہ کوئی نہیں...... یہ کلمہ اتنا عظیم اور اعلیٰ ہے...... اور یہ کلمہ رب کو اتنا عزیز اور پیارا ہے کہ تمام انبیاء کرام کو دنیا میں مبعوث کرنے کی غرض وغایت یہی کلمہ ہے اور امام الانبیاء ﷺ نے نبوت عطاء ہونے کے بعد دعوت وتبلیغ کے پہلے دن اسی کلمے کو پیش فرمایا اور پھر زندگی کے آخری دن میں یہی اعلان فرمایا:

خود اللہ نے شہادت دی وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ...... یہ کلمہ اتنا اہم اور ضروری ہے کہ خود اللہ رب العزت نے اس کی شہادت وگواہی دی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمِ (آل عمران:۱۸)

گواہی دی اللہ نے کہ اس کے سوا الٰہ کوئی نہیں۔

یہ گواہیاں کہاں دی ہیں؟... تورات میں... انجیل میں... زبور میں... صحف موسیٰ میں... صحف ابراہیم میں...

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شَہِدَ کا معنی کیا ہے بَیَّن... یعنی اللہ نے اس مسئلے کو بیان فرمایا اور واضح کیا... کتبِ سابقہ میں بھی اور قرآنِ مجید میں بھی۔

آپ قرآنِ مجید کا مطالعہ فرمائیں...... قرآنِ مجید کو غور اور تدبر سے پڑھیں...... آپ کو محسوس ہوگا کہ قرآن کی ہر ہر سورت میں... اور ہر ہر صفحے پر اللہ کی شہادت اور اللہ کا بیان موجود ہے کہ میرے سوا دوسرا کوئی الٰہ بننے کے لائق نہیں۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ( )

اور تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی اور معبود اور الٰہ نہیں، بڑا مہربان انتہائی رحم کرنے والا ہے (البقرہ:۱۶۳)

آیہ نمبر (۱۶۴) میں اللہ ربُّ العزت نے اپنی الوہیت و معبودیت پر عقلی دلائل دیتے ہوئے فرمایا کہ آسمان و زمین کی پیدائش اور خلقت کو دیکھ کر... رات اور دن کے آنے جانے اور گھٹنے بڑھنے کو دیکھ کر...... دریاؤں اور سمندروں میں چلنے والی کشتیوں کو دیکھ کر... بادلوں سے برسنے والی بارش پر نظر دوڑائیے...... بنجر زمین... خشک زمین کو لہلہاتے ہوئے دیکھ کر... زمین میں بکھرے ہوئے اور پھیلے ہوئے جانداروں کو دیکھو... سرد اور گرم ہواؤں کے چلنے پر غور کرو... آسمان اور زمین کے درمیان معلق اور مسخر بادلوں کو دیکھو...... ان میں سے ایک ایک دلیل اس بات کی کھل کر گواہی دے رہی ہے کہ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ.. مولا تیرے سوا الٰہ کوئی اور نہیں ہے۔

پھر اللہ رب العزت نے سورۃ البقرہ میں دوبارہ گواہی دی:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (البقرة: ۲۵۵)

اللہ کے سوا کوئی الٰہ اور معبود نہیں

یہ دعویٰ پیش کرنے کے بعد کہ میرے سوا کوئی بھی الٰہ اور معبود بننے کے لائق نہیں

ہے، اللہ ربُّ العزت نے ساتھ ہی عقلی دلائل کی بارش برسا کر اپنے دعویٰ کو ثابت اور واضح فرمایا ہے۔

صرف اور صرف میں ہی الٰہ ہوں، اس لئے کہ میں ہی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہوں

میں ہی ایسا ہوں جسے نہ نیند آتی ہے اور نہ اونگھ آتی ہے۔

زمین و آسمان کی ہر ہر شے میری ملکیت ہے اور میرے قبضۂ قدرت میں ہے

میرے سامنے کسی کی جرأت و طاقت نہیں کہ میری اجازت کے بغیر میرے سامنے لب کھول سکے۔

میں ہی ایسا ہوں جو ماضی، حال اور مستقبل کے حالات کو جانتا ہوں ... میں ہی عالمِ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ ہوں ...... اگلوں اور پچھلوں کے حالات کو جاننے والا ... میں ہی عالم الغیب ہوں۔

میری قدرت و طاقت زمین و آسمان میں وسیع ہے۔

مجھے زمین و آسمان کی حفاظت تھکاتی نہیں ہے...... میں ہی بلند و بالا اور عظمتوں والا ہوں۔

پھر اللہ ربُّ العزت نے سورۃ آلِ عمران میں شہادت دی۔

اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (آلِ عمران:۲)

اللہ کے سوا کوئی الٰہ اور معبود نہیں۔

یہ دعویٰ بیان کرنے کے بعد اللہ ربُّ العزت نے عقلی دلائل دیتے ہوئے فرمایا:

میں اس لیے الٰہ ہوں کہ میں ہمیشہ زندہ رہنے والا ہوں ... میری زندگی کی نہ ابتداء ہے اور نہ انتہا ہے ... میں ایسا زندہ ہوں جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔

میں خود بھی قائم ہوں اور ساری دنیا کو قائم رکھے ہوئے ہوں۔

میں اس لیے معبود ہوں کہ عالم الغیب ہوں...... زمین و آسمان کی کوئی چیز

مجھ سے پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے۔

میں اس لیے الٰہ اور معبود ہوں کہ قادر اور مختار ہوں... ماں کے پیٹ میں بچے کی تصویریں بنانے والا میں ہوں...... دلائل دینے کے بعد فرمایا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ کے سوا الٰہ کوئی نہیں۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قرآنِ مجید میں ایک مقام پر اللہ ربُّ العزت نے اپنی صفات اور کمالات کا تذکرہ فرمایا اور بار بار فرمایا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ اور معبود بھی ہے...... ہر نمازی ہر نماز میں اپنے خالق و مالک سے کہتا ہے: وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ مولا! تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

آیئے ذرا اس مقام کو دیکھتے ہیں:

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىِٕقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (نمل:٦٠)

بھلا بتلاؤ تو، کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی؟ پھر اس پانی سے ہرے بھرے بارونق باغات ہم نے اگائے، ان باغوں کے درختوں کو تم ہرگز نہ اگا سکتے، کیا اللہ کے ساتھ اکوئی اور الٰہ بھی ہے؟

اللہ ربُّ العزت نے بات کو یہیں پر ختم نہیں فرمایا بلکہ بات کو آگے بڑھایا

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ

(نمل: ٦١)

بلا کس نے بنایا زمین کو ٹھہرنے کے لائق (یعنی ساکن وثابت نہ ہلتی ہے نہ ڈولتی ہے) اور اس کے درمیان نہریں جاری کردیں اور رکھے زمین کے ٹھہرنے کو پہاڑ کے بوجھ اور دو سمندروں کے درمیان روک اور پردہ بنایا (ایک دریا میٹھا اور دوسرے دریا کا پانی نمکین اور کھاری درمیان میں ان دیکھا پردہ رکھا تاکہ دونوں پانی آپس میں نہ ملیں)

(یہ سب کام کرنے والا میں ہوں) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ بھی ہے؟

اللہ رب العزت نے اپنی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

أَمَّنْ يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْأَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ (نمل: ٦٢)

بھلا کون ہے جو بے کس کی پکار کو سن کر قبول کرتا ہے اور تکلیف کو دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بناتا ہے (یعنی ایک امت کے بعد دوسری امت، ایک قوم کے بعد دوسری قوم اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل پیدا کرتا ہے)

(یہ سب کچھ کرنے والا میں ہوں) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور اللہ اور معبود ہے؟

اللہ رب العزت نے اپنی الوہیت کو مزید واضح فرمایا:

أَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (نمل: ٦٣)

بھلا کون ہے جو تم کو راہ دکھاتا ہے خشکی اور تری کے اندھیروں میں اور کون ہوائیں چلاتا ہے خوشخبری دینے والی اپنی رحمت (بارش) سے پہلے؟

کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور الٰہ اور معبود ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو اور نکھارا! سبحان اللہ۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ( )

بھلا کون ہے جو پہلی مرتبہ بناتا ہے پھر اس تخلیق کو دہرائے گا؟... بھلا کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزیاں فراہم کرتا ہے۔

(یہ سب کچھ کرنے والا میں ہوں) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ اور معبود ہے؟

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ سے مقصود یہ بتانا ہے کہ... یہ سب کچھ میں نے بنایا ہے... ہر چیز میں نے پیدا کی ہے... ہر ایک کی پکار کو سننے والا میں ہوں... تمہارا روزی رساں میں ہوں...

کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور ہستی بھی ہے جس نے ان میں سے کسی چیز کو پیدا کیا ہو؟... ہرگز نہیں۔ کوئی ایسا نہیں جس نے کچھ بنایا ہو یا اسے کچھ اختیار ہو...... ایک طرف میں ہوں جس نے سب کچھ بنایا، دوسری طرف تمہارے معبود ہیں جنہوں نے کچھ بھی نہیں بنایا...... تو کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تمہارے معبود جو کسی چیز پر قادر نہیں اس اللہ کی طرح الٰہ ہو سکتے ہیں جو ہر چیز پر قادر ہے؟

سورۂ صافات میں اللہ ربُّ العزت نے ارشاد فرمایا:

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا

قسم ہے صف باندھنے والوں کی۔

مراد وہ فرشتے ہیں جو عبادت کے لیے اللہ کے آگے صفیں باندھ کر کھڑے ہیں... یا حکمِ الٰہی کے سننے کے لیے صفیں باندھ کر کھڑے ہیں...... یا مراد وہ انسان ہیں جو نماز کے لیے یا جہاد فی سبیل اللہ کے لیے صف بندی کرتے ہیں۔

فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا

پھر قسم ہے پوری طرح ڈانٹنے والوں کی۔

مراد وہ فرشتے ہیں جو شیطانوں کو ڈانٹ کر بھگاتے ہیں۔

فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا

پھر قسم ہے ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والوں کی۔

مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ کے ذکر کی تلاوت کرتے ہیں... جو اللہ کے احکام سننے کے بعد انہیں یاد رکھتے ہیں۔

ان فرشتوں کا یہ حال گواہ ہے اور شہادت دے رہا ہے کہ:

اِنَّ اِلٰـهَكُمْ لَوَاحِدٌ

یقیناً تم سب کا الٰہ اور معبود ایک ہی ہے۔

مسئلۂ الٰہ مانند روح مسئلۂ توحید کو سارے دین کی روح قرار دیا گیا ہے...

... چنانچہ سورۂ نحل میں ارشاد ہوا:

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ (نحل: ۲)

وہی اللہ اتارتا ہے فرشتوں کے ساتھ روح (وحی) کے جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے کہ تم لوگوں کو آگاہ کرو کہ میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں، پس تم مجھ ہی سے ڈرو۔

یہاں روح سے مراد کیا ہے؟... آگے اَنْ مفسرہ لاکر اس روح کی وضاحت و تفسیر کی گئی ہے کہ وہ روح یہ ہے کہ لوگوں کو یہ پیغام سنائے... اس کائنات کا میں اللہ اکیلا ہی الٰہ ہوں اور میرے سوا کوئی دوسرا الٰہ اور معبود بننے کے لائق نہیں۔

یاد رکھیے مسئلۂ توحید دین میں بمنزلہ روح کے ہے...... جس طرح جسم کے

لئے روح کا ہونا ضروری ہے اور روح کے بغیر جسم کسی کام کا نہیں...... اسی طرح توحید تمام احکامِ شریعہ اور اعمالِ صالحہ کی جان ہے اور توحید کے بغیر اعمالِ صالحہ بے کار اور رائیگاں ہیں۔

اس کے بعد اللہ ربُّ العزت نے سورہ نحل کی چودہ آیات میں اپنی الوہیت و معبودیت پر عقلی دلائل پیش فرمائے ہیں۔

دلائل دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوسرا رخ بیان فرمایا:

میں نے تو ہر چیز کو پیدا فرمایا اور میرے سوا جن جن کو تم پکارتے ہو

لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ (نحل:۲۰)

انہوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ

جن کو تم پکارتے ہو وہ مردہ ہیں، زندہ نہیں...

وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ

(تم کہتے ہو وہ تمہارے حالات کو جانتے ہیں...... تمہارے آنے کو اور تمہاری نذر و نیاز دینے کو جانتے ہیں)... ان کو اتنا بھی علم نہیں کہ وہ قبروں سے کب اٹھائے جائیں گے۔

نتیجہ | اللہ ربُّ العزت نے دونوں رخ پیش کر کے نتیجہ نکالا... کہ جب خالق و رازق اور مالک و مختار میں ہوں، جب بارش برسانے والا میں ہوں...... چوپائے بھی میں نے پیدا فرمائے...... سورج و چاند اور ستاروں کو مسخر کرنے والا میں ہوں... اور جب تمہارے معبود عاجز و محتاج ہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ:

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

تم سب کا الٰہ اور معبود صرف اور صرف اکیلا اللہ ہے۔

قرآن کا اختتام

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں سب سے زیادہ اپنی الوہیت اور معبودیت کا تذکرہ فرمایا...... انداز بدل بدل کر مثالیں دے دے کر یہ حقیقت واضح کی کہ میرے سوا الہ کوئی نہیں... مختلف دلائل دے کر یہ بات سمجھائی کہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

کبھی فرمایا:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

پس تو جان لے کہ اللہ کے سوا الہ کوئی نہیں۔

رئیس المفسرین مولانا حسین علی رحمۃ علیہ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا معنی کرتے ہیں: سمجھ کے پڑھ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه..... لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے وظیفے پڑھتا ہے...... لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی ضربیں لگاتا ہے...... لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے ذکر کے لئے ہفت وار مجلسِ ذکر منعقد کرتا ہے..... مگر لوگوں کو اِلٰہ کا مفہوم نہیں بتاتا۔

اِلٰہ وہ ہوتا ہے جو عالم الغیب ہو...... پکارنے والے کے حالات کو جانتا ہو...... اِلٰہ وہ ہوتا ہے جو متصرف فی الامور ہو... مالک ومختار ہو..... مختارِ کل ہو... اِلٰہ وہ ہوتا ہے جو غائبانہ پکاریں سنتا ہو۔

اسی لیے حضرت یونس علیہ السلام نے کہا تھا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ

تیرے سوا میری پکار کو... مچھلی کے پیٹ کے اندر سے سننے والا دوسرا کوئی نہیں... اور اس دکھ اور مصیبت کو ٹالنے والا تیرے سوا اور کوئی نہیں۔

(تفصیل کے لیے "خطباتِ بندیالوی" جلد اول کا مطالعہ فرمائیے)

قرآن مجید میں اس مسئلے کو بار بار اور تکرار کے ساتھ بیان فرمایا...... اور آخری صورت میں پھر فرمایا:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ

میں پناہ میں آتا ہوں اس اللہ رب العزت کی جو سب لوگوں کا پالنہار اور مالک ومختار ہے اور جو سب لوگوں کا الٰہ ہے۔

اسی بات کا اقرار اور عہد ایک نمازی ثنا پڑھتے ہوئے کرتا ہے

وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ

آئیے آخر میں ایک مرتبہ پھر ثنا کا ترجمہ مل کر دہرالیں...... میرے ساتھ ساتھ پڑھیے گا۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ پاک ہے تو اے اللہ اپنی خوبیوں کے ساتھ

وَتَبَارَكَ اسْمُكَ اور برکت والا ہے نام تیرا

وَتَعَالٰى جَدُّكَ اور بلند وبالا ہے شان تیری

وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ اور تیرے علاوہ الٰہ کوئی نہیں

وما علینا الا البلاغ المبین

پانچویں تقریر

سورۃ فاتحہ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (نحل: ۹۸)

سامعین گرامی قدر! گذشتہ چار خطبات میں بڑی تفصیل اور بڑی وضاحت کے ساتھ میں نے ثنا میں پڑھے جانے والے کلمات کا ترجمہ اور تفسیر کو بیان کیا ہے۔

ثنا کے بعد چونکہ نمازی نے قرأت کرنی ہے...... سورت فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت یا سورت کی تین چھوٹی آیات...... یا کسی سورت کی ایک بڑی آیت تلاوت کرنی ہے...... اور قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے کہ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہ جب قرآن کی قرأت کرنے کا ارادہ ہو تو قرأت سے پہلے تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ لو...... قرآن کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے شیطان مردود کے وسوسوں سے بچنے کے لیے...... اور شیطان مردود کی دخل اندازی سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ رب العزت کی پناہ میں آ جاؤ...... اللہ رب العزت کی ذات کو اپنے اور شیطان کے درمیان ڈھال اور آڑ بنا لو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ قَبْلَ الْقِرَاْۃِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ

مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (مصنف عبدالرزاق ص:۸۶، ج:۲)
نبی کریم ﷺ قرأت سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الخ پڑھتے تھے۔

ایک صحابی حضرت اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز اللہ اکبر کے ساتھ شروع کرتے تھے، پھر ثنا پڑھتے تھے (سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ الخ) پھر اعوذ باللہ پڑھتے تھے۔

ایک مسئلہ یہاں پر ایک مسئلہ یاد رکھیں کہ ثنا کے بعد اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الخ امام پڑھے گا یا وہ نمازی پڑھے گا جو اکیلے نماز پڑھ رہا ہے...... مقتدی کو پڑھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس پر سورۃ الفاتحہ اور اس کے بعد دوسری سورت کا پڑھنا ضروری نہیں (امام کے پیچھے مقتدی کو قرأت کرنی چاہیے یا خاموشی کے ساتھ امام کی قرأت کو سننا چاہیے، اس پر گفتگو انشاء اللہ سورۃ الفاتحہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کروں گا)

مسلمان کے دو دشمن مسلمان شخص کے دشمن دو طرح کے ہیں...

...ایک دشمن ظاہری ہے یعنی کفار و مشرکین اور دوسرا دشمن ہے شیطان!

مشرک اور کافر ایسا دشمن ہے جو ظاہری ہے...... نظر آتا ہے...... اس دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کا اور لڑنے کا حکم دیا گیا۔

اس دشمن کے مقابلے میں مسلمان مارا گیا تو شہادت کے مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے اور غالب آجائے تو غازی کہلاتا ہے۔

غرضیکہ دونوں صورتوں میں...... یعنی فتح ہو جائے یا شکست کھا جائے...... غالب آجائے یا مغلوب ہو جائے...... دونوں صورتوں میں مسلمان کا نفع ہی نفع ہے اور خسارہ نہیں ہے۔

مسلمان کا دوسرا دشمن شیطان ہے...... ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (   )

بے شک شیطان تمہارا واضح اور کھلا دشمن ہے۔

مگر شیطان ایسا دشمن ہے جو انسان کو نظر نہیں آتا اور چھپ کر وار کرتا ہے... اس کے ساتھ دُو بدو اور دست بدست جنگ نہیں ہو سکتی... اس کے ساتھ آمنے سامنے معرکہ نہیں ہو سکتا...... اس لیے حکم دیا گیا کہ جب بھی نیکی کا کوئی کام کرنا چاہو،...... حتیٰ کہ قرآن مجید پڑھنے کا ارادہ ہو...... تو نیکی کے کام سے پہلے اور تلاوتِ قرآن سے پہلے پڑھ لیا کرو أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ

کہ میرے مولا! شیطان جو میرا کھلا دشمن ہے، وہ پوری کوشش اور محنت کرے گا کہ میں اس نیک کام سے باز رہوں...... یا میں یہ کام اس طرح کروں کہ ثواب کے بجائے عذاب بن جائے...... وہ خبیث طرح طرح کے وسوسے دل میں ڈالے گا...... مولا! میں اس مردود کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں...... اور تیری حفاظت کے حصار میں آتا ہوں، تو میری حفاظت فرما۔

یاد رکھیے شیطان انسان کا ایسا دشمن ہے کہ اگر مسلمان اس کے وار سے بچ جائے اور اس پر غالب آ جائے تو وہ جنت کی ابدی اور دائمی نعمتوں کا حق دار ٹھہرتا ہے۔

اور اگر خدانخواستہ مسلمان مغلوب ہو جائے اور شیطان اس پر غالب آ جائے تو پھر وہ مسلمان مردود اور مستحق لعنت ہو جاتا ہے۔

اس لیے سامنے آنے والے اور نظر آنے والے دشمنوں (کفار و مشرکین) سے جنگ اور جہاد کرنا ہے اور شیطان چونکہ ہمارا ایسا دشمن ہے جو نظر نہیں آتا...... وہ سامنے آ کر وار نہیں کرتا...... اس لیے تم اس سے دست بدست جنگ بھی نہیں کر سکتے ہو...... لہٰذا شیطان کے وار سے بچنے کے لیے میری پناہ میں آ جاؤ...... میری حفاظت میں آ جاؤ اور مجھے ڈھال بنا لو...... پھر تم اطمینان سے نیکی کے اعمال

کرتے رہو...... اب شیطان کی جنگ تمہارے ساتھ نہیں بلکہ میرے ساتھ ہوگی ،اور میں اللہ رب العزت تمہارا دفاع کروں گا، وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔

عام لوگوں کا تو کیا کہنا... خود امام الانبیاء ﷺ کو قرآنِ مجید میں حکم دیا گیا:

وَاِمَّا يَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ (اعراف:۲۰۰)

اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ طلب کیجیے بے شک وہ) ہر ایک کی پکار کو) سننے والا اور (ہر چیز کو) جاننے والا ہے

شیطان کھلا دشمن ہے

یہ حقیقت تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ ہر موقع و مقام پر ... اور ہر وقت اس کوشش اور سعی میں مصروف ہوتا ہے کہ میں انسان کو ضلالت و گمراہی میں، اللہ کی نافرمانیوں میں اور گناہوں کی دلدل میں اس طرح پھنسا دوں کہ کہ کوششِ بسیار کے باوجود اور پوری جدوجہد کے باوجود، وہ وہاں سے نہ نکل سکے...... اس کے لیے وہ ہر طرف سے حملہ آور ہوتا ہے...... ہر چھوٹے بڑے پر وار کرتا ہے اور ہر ایک پر اپنا جال پھینکتا ہے۔

شیطان کو جب دربارِ الٰہی سے ذلیل کر کے نکالا گیا اور وہ راندۂ درگاہ ہوا... اس نے اسی دن اللہ رب العزت کو للکارتے ہوئے اور چیلنج دیتے ہوئے کہا:

فَبِمَاۤ اَغۡوَيۡتَنِىۡ لَاَقۡعُدَنَّ لَهُمۡ صِرَاطَكَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ

(اعراف:۱۶)

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کی میں تیرے بندوں کے آگے تیری سیدھی راہ پر دھرنا مار کے بیٹھ جاؤں گا اور تو نے جو مجھے گمراہ اور ذلیل کیا ہے، اس کا بدلہ میں آدم اور اس کی اولاد سے لوں گا۔

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ

پھر میں ان پر حملہ آور ہوں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی۔

یہ کنایہ ہے کہ ہر طرف سے ہر ممکن کوشش کروں گا کہ یہ صراطِ مستقیم سے ہٹ جائیں اور یہ تیرے باغی اور نافرمان بن کر میرے ساتھ دوزخ کا ایندھن بن جائیں۔

پھر بڑے یقین اور وثوق سے کہتا ہے:

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ۔

یہ تیری دی ہوئی روزی کھائیں گے...... تیرا نازل کردہ پانی پئیں گے...... تیری بچھائی ہوئی زمین پر چلیں گے...... تیرے آسمان کے شامیانے کے نیچے رہیں گے...... تیرے سورج کی کرنوں سے مستفیض ہوں گے...... تیرے چاند کی ٹھنڈی روشنی پائیں گے...... فصلیں تو اگائے گا اور پھول تو مہکائے گا...... اولاد کی نعمت سے تو نوازے گا...... بارشیں تو برسائے گا...... دنیا کی دولت سے ان کی تجوریاں تو بھرے گا...... غرضیکہ نعمتیں تیری، رحمتیں تیری، مہربانیاں تیری، نوازشات تیری...... ہر شے اور ہر چیز تیری عطا کردہ استعمال کریں گے، مگر ان میں سے اکثر تیرے نہیں ہوں گے، بلکہ میرے ہوں گے۔

اولادِ آدم میں سے اکثروں کو تو شکر گزار نہیں پائے گا...... سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے شٰكِرِيْنَ کا معنی مُوَحِّدِيْنَ کیا ہے...... یعنی ان میں سے اکثر لوگوں کو میں شرک میں مبتلا کروں گا۔ (خازن: ص۱۷۸، ج:۲)

قرآن مجید نے ایک دوسری جگہ شیطان کے اس چیلنج کو اس طرح ذکر فرمایا:

وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (نساء: ۱۱۸)

اور شیطان نے کہا میں تیرے بندوں سے مقرر شدہ حصہ لے کر رہوں گا۔

نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا سے بعض مفسرین نے جہنمیوں کا وہ کوٹہ مراد لیا ہے جنہیں شیطان گمراہ کر کے اپنے ساتھ جہنم میں لے جائے گا، اور بعض مفسرین نے نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا سے وہ نذر و نیاز مراد لی ہیں جو مشرکین اپنے مشکل کشاؤں کے نام پر دیتے ہیں۔

شیطان نے آگے کہا جسے سورۃ نساء کی آیت ۱۱۹ میں بیان کیا کہ میں اولادِ آدم کو سیدھے راستے سے بہکا تا رہوں گا اور انہیں باطل امیدیں دلا تا رہوں گا اور انہیں سکھاؤں گا کہ وہ جانوروں کے کان چیر دیں اور ان سے کہوں گا کہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں (اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑنا، اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں...... جیسے پیچھے ذکر ہوا جانوروں کے کان چیر دینا...... یا اللہ نے چاند سورج ستارے، آگ وغیرہ اشیاء مختلف مقاصد کے لیے بنائی ہیں مگر مشرکین نے ان کے مقصد تخلیق کو بدل کر ان کو معبود بنا لیا...... مردوں کا عورتوں جیسی صورت بنا لینا...... عورتوں کے آپریشن کر کے انہیں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم کر دینا...... سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں خَلْقُ اللهِ سے مراد ہے دِيْنُ اللهِ...... اور بدلنے سے مراد ہے حلال کو حرام قرار دینا اور حرام کو حلال قرار دے دینا (خازن: ص ۴۹۹، ج:۱)

پہلا حملہ سیدنا آدمؑ پر شیطان نے اللہ رب العزت کو چیلنج کیا تو پھر اس پر عمل درآمد بھی کیا اور اپنا پہلا وار اور پہلا حملہ سیدنا آدم علیہ السلام اور اماں حواؑ پر کیا۔ جب اللہ رب العزت نے ان دونوں کو جنت میں داخل فرمایا اور کہا یہاں خوشگوار زندگی گزارو...... ہر نعمت اور ہر راحت سے نفع اٹھاؤ...... ہر چیز با فراغت

کھاؤ...... لیکن وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اس درخت کے قریب بھی نہ جانا، پھل کھانا تو دور کی بات ہے۔

اب شیطان نے پہلا وار اور پہلا حملہ ہی سیدنا آدم علیہ السلام پر کیا اور اسے موقع ملا تو اس نے اماں حوا کو بہلانا اور پھسلانا شروع کیا... فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ (اعراف:۲۰) پھر اس نے جھوٹی قسمیں کھانا شروع کیں...... وَ قَاسَمَهُمَا اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ (اعراف:۲۱) کہنے لگا میں تمہارا خیر خواہ ہوں... تم نہیں جانتے کہ اللہ نے تمہیں اس درخت کے پھل کھانے سے کیوں منع کیا ہے؟

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔

کہنے لگا، اس لیے منع کیا ہے کہ جو اس درخت کا پھل کھالیتا ہے، وہ فرشتہ ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس جنت میں رہے گا۔

پھر فریب اور دھوکے سے اور قسمیں اٹھا اٹھا کر انہیں پھل کھانے کی طرف مائل کر دیا...... کہنے لگا هٰذِهِ الشَّجَرَةِ سے جس مشار الیہ درخت کے پھل کھانے سے روکا گیا ہے تم اس سے نہ کھاؤ، اس کی جنس کے جو دوسرے درخت ہیں ان سے کھا لو۔ (قرطبی)

شیطان نے آدم علیہ السلام کو ورغلانے کے لیے سنہری اور رنگین جال پھینکا اور سیدنا آدم علیہ السلام نے یہ سوچ کر کہ اللہ کے نام کی جھوٹی قسم بھی کوئی کھا سکتا ہے اس کے فریب میں آگئے۔

سامعینِ گرامی! ذرا سوچیے تو سہی جو مردود اور لعین سیدنا آدمؑ اور اماں حواؑ کو ورغلانے کی کوشش کرتا ہے ... جو اپنا پر فریب جال ان پر پھینک رہا ہے...... جو انہیں جنت سے نکلوانے کا سبب بن رہا ہے، وہ ہم جیسے گنہگاروں کو کیسے معاف کر سکتا ہے...... اس لیے حکم ہوا کہ نماز میں قرأت شروع کرنے سے پہلے اس لعین کے

وسوسوں اور اس کے جال سے بچنے کے لیے میری پناہ میں آجاؤ۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر حملہ

آپ حضرات نے قرآن مجید کا بیان کردہ یہ واقع کئی بار سنا ہوگا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام خواب میں اللہ رب العزت کا حکم پا کر اپنے اکلوتے بیٹے اور بڑھاپے کی اولاد سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے، بعض تاریخی اور تفسیری روایات میں آتا ہے کہ اس موقع پر شیطان سب سے پہلے حضرت اسماعیل کی والدہ محترمہ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچا اور انہیں پھسلانے اور ورغلانے لگا کہ تجھے معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرنے کے لیے لے گئے ہیں...... پھر طرح طرح کی باتیں بنا کر اور بیٹے کی محبت اور ماں کی ممتا یاد دلا کر انہیں اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرنے لگا۔

مگر سیدہ ہاجرہؓ کوئی معمولی یا عام عورت تو نہیں تھیں...... خلیل اللہ کی زوجہ محترمہ اور ذبیح اللہ کی والدہ ماجدہ تھیں، جواب میں شیطان سے کہنے لگیں:

یہ تو ایک اسماعیل ہے...... اگر سو اسماعیل بھی ہوتے تو میں اللہ کے مقدس نام پر فدا اور قربان کر دیتی۔

یہاں سے نامراد، خاسر اور ذلیل ہو کر حضرت اسماعیل کے پاس پہنچا اور کہنے لگا تیرا باپ خواب دیکھ کر تیرا گلا کاٹنا چاہتا ہے...... کہتا ہے اللہ رب العزت کا حکم ہے کہ اسماعیل کی قربانی دو۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام جواب دیتے ہیں...... ظالم اللہ رب العزت نے میری قربانی مانگی ہے اور قربانی ہمیشہ محبوب اور پیاری چیز کی مانگی جاتی ہے... تو میں کیوں نہ سمجھوں کہ اللہ رب العزت کو اس دھرتی پر مجھ سے پیارا بندہ کوئی نظر ہی نہیں آیا

یہاں سے ناکام ہو کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف رخ کرتا ہے... دونوں باپ بیٹا اتنے مین منیٰ پہنچ گئے تھے...... تین مرتبہ شیطان نے راستہ روکا، ورغلایا اور

کہا... اکلوتا بیٹا اور بڑھاپے کا سہارا، اسے ذبح کر رہے ہو؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام تینوں مرتبہ سات سات کنکریاں مار کر شیطان کو بھگا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں...... اسماعیل! تو میرا بیٹا ہے، تجھے معلوم نہیں کل اللہ ربّ العزت نے میری جان کی قربانی مانگی تھی تو میں نے بلا چون وچرا آگ میں چھلانگ لگا دی تھی اور آسمان کے فرشتوں تک کو حیران کر دیا تھا... اگر آج میرا رب عطا کردہ بیٹے کی قربانی مانگتا ہے تو میں خوش دلی سے اس کے لیے بھی تیار ہوں (مظہری)

جس لعین نے سیدنا ابراہیم جیسے حنیف اور مسلم کو معاف نہیں کیا اور جس مردود نے پیغمبر کی اہلیہ کو ورغلانے کی پوری کوشش کی...... اور جس خبیث نے حضرت اسماعیل پر جال پھینکنے میں کمی نہیں کی...... وہ لعین مجھے اور آپ کو معاف کر دے گا؟...... اس لیے حکم دیا گیا کہ نماز میں قراءت شروع کرنے سے پہلے شیطان کے وسوسے، فریب اور دھوکوں سے میری پناہ اور حفاظت میں آجا۔

سیدنا ایوب علیہ السلام پر حملہ

اللہ ربّ العزت نے سیدنا ایوب علیہ السلام پر بڑا فضل وکرم فرمایا تھا، نبوت ورسالت کے بلند وبالا منصب پر فائز فرمایا اور اس کے ساتھ دنیا کے وسائل اور اسباب بھی وافر تعداد میں عطا فرمائے... زرخیز زمینیں، ہل چلانے کے لیے بیلوں کی جوڑیاں ہیں، نوکر چاکر ہیں، لڑکے اور لڑکیاں ہیں، محلات ہیں۔

پھر حضرت ایوب آزمائش کا شکار ہوئے...... تمام جائیداد برباد ہوگئی، مکان گر گئے، اولاد مر گئی، صحت جاتی رہی اور ایسی بیماری میں مبتلا ہو گئے کہ قوم کے لوگوں نے اٹھا کر ایک جنگل میں پھینک دیا...... صرف ایک بیوی رہ گئی جو حضرت ایوب کی خدمت کر رہی تھی۔ ایک روز شیطان ایک فقیر اور حکیم کے روپ میں راستے میں بیٹھ

گیا اور ارد گرد دوسرے خبیث جنات کو مصنوعی بیمار بنا کر بٹھالیا...... جن کا وہ علاج کرتا اور وہ فوراً تندرست ہو جاتے۔ حضرت ایوب کی اہلیہ بھی قریب ہوئی... کہتے ہیں صَاحِبُ الْغَرْضِ مَجْنُوْنٌ...... غرض مند شخص مجنون ہوتا ہے۔

اس نے خاوند کی بیماری کا تذکرہ کیا...... اس نے کہا میں اس شرط پر تیرے خاوند کا علاج کرتا ہوں کہ جب وہ میرے علاج سے تندرست ہو جائے تو غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز دو گی...... حضرت ایوبؑ کی اہلیہ خاوند کی طویل بیماری جو اٹھارہ سالوں پر محیط تھی...... اس کی وجہ سے بے حد پریشان، غمگین اور افسردہ تھی اس لئے اس کے دل میں شیطان کے قول کی طرف کچھ میلان اور رجحان ہو گیا...... اس نے یہ سارا واقعہ حضرت ایوبؑ کو بتلایا تو وہ فوراً سمجھ گئے کہ یہ لعنتی شیطان ہے اور مجھ پر آخری وار کر کے اپنا مقصد پورا کرنا چاہتا ہے...... اسی وجہ سے انہوں نے دعا مانگتے ہوئے فرمایا۔

اِنِّی مَسَّنِیَ الشَّیْطَانُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ (ص:۴۱)

مولا! مجھے شیطان نے ایذاء اور تکلیف پہنچائی ہے۔

یعنی شیطان کے اس قول نے کہ غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز دینا...... اس مطالبے نے مجھے بڑی سخت ایذاء اور تکلیف پہنچائی ہے۔

(روح المعانی ص:۲۰۶، ج:۲۳، بحرِ محیط، ص:۴۰۰، ج:۷)

سامعینِ گرامی قدر ذرا تصور کیجئے کہ جس لعین اور مردود نے سیدنا ایوب علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو راہِ راست سے ہٹانے، ورغلانے اور ان سے غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز دینے کی توقعات وابستہ کر رکھی تھیں...... وہ لعنتی ہم جیسے کم علم و کم عمل لوگوں کو معاف کر دے گا؟ ہرگز نہیں...... اسی لئے حکم دیا گیا کہ نماز میں قرأت شروع کرنے سے پہلے اس مردود کے وسوسوں سے بچنے کے لئے میری پناہ اور حفاظت

میں آجایا کرو اور پڑھ لیا کرو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

گمراہ کرنے کے کئی گُر شیطان لعین کے پاس لوگوں کو گمراہ کرنے کے اور اپنے جال میں پھنسانے کے اور لوگوں کو راہِ راست سے ہٹانے کے کئی گر اور طریقے ہیں...... ایک کے بعد دوسرا طریقہ استعمال کرتا ہے...... ایک جال کامیاب نہیں ہوتا تو پھر دوسرا جال پھینکتا ہے...... ایک گر کارگر نہیں ہوتا تو پھر دوسرا گر استعمال کرتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا کلمہ توحید کا ذکر اور استغفار کثرت کے ساتھ کیا کرو اس لئے کہ شیطان کہتا ہے

اَهْلَكْتُ النَّاسَ بِالذُّنُوبِ وَاَهْلَكُوْنِيْ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ ( )

میں نے لوگوں سے گناہ کروا کے ان کی کمر توڑ دی...... انہیں تباہ و برباد کر دیا پھر لوگوں نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کے ذکر سے اور استغفار کر کے میری کمر توڑ دی۔ جب گناہ کرنے کے بعد وہ کلمے کا ذکر کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں تو اللہ ان کے سارے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

شیطان کا یہ گر اور یہ حربہ ناکام ہوا تو پھر اس نے نیا حربہ استعمال کیا

ثُمَّ اَهْلَكْتُهُمْ بِالْاَهْوَآءِ ( )

پھر میں نے انہیں ہلاک و برباد کر دیا بدعات کے ذریعے

یعنی پہلے گناہ کرتے تھے تو ان کاموں کو گناہ سمجھ کر کرتے تھے، پھر توبہ کر لیتے تھے...... اب میں نے ان سے بدعات کی صورت میں گناہ کروائے ہیں...... وہ ہوتے تو مہلک گناہ تھے مگر عمل کرنے والا اسے نیکی اور ثواب سمجھ کر کرتا تھا...... اب نیکی اور ثواب کے کام سے توبہ کون کرے اور کیوں کرے!

بدعتی شخص کوتوبہ کی توفیق بہت کم ملتی ہے...... اس لئے کہ بدعتی شخص بدعت والے اعمال کرتے ہوئے انہیں نیکی اور ثواب سمجھتا ہے اور نیکی کے کاموں سے توبہ کون کرتا ہے؟۔

(ردِ بدعت کے لئے میرا رسالہ ''بدعت کیا ہے؟'' کا مطالعہ فرمائیے)

سامعینِ گرامی قدر دیکھا آپ نے کہ شیطان انسانوں کو گمراہ کرنے کیلئے اور انہیں صراطِ مستقیم سے ہٹانے کے لئے اور انہیں دوزخ کا ایندھن بنانے کے لئے ایک کے بعد دوسرا حربہ استعمال کرتا ہے اور یکے بعد دیگر جال پھینکتا ہے...... اس لئے حکم ہوا کہ نماز میں قرأت سے پہلے شیطان کے حربوں اور وسوسوں سے بچنے کے لئے تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کے الفاظ پڑھ کر میری پناہ اور میری حفاظت میں آجاؤ۔

انبیاء کرام اور تعوّذ

قرآنِ مجید نے اپنے اوراق وصفحات میں اپنے بعض جلیل القدر انبیاء کرام کے تعوذ کا تذکرہ فرمایا ہے کہ میرے نبی اور رسول جو میرے منتخب کردہ اور پسندیدہ ہوتے ہیں...... میرے نبی جو انتہائی برگزیدہ اور رفیع الشان اور عظیم المرتبت ہوتے ہیں...... میرے رسل جو میرے محبوب اور پیارے ہوتے ہیں...... مگر اونچی شانوں اور بلند مرتبوں کے باوجود وہ بھی تعوذ پڑھا کرتے تھے اور مختلف مواقع پر میری پناہ کے طلب گار ہوا کرتے تھے...... میری حفاظت میں آیا کرتے تھے۔

سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی غرقابی کے بعد جب کہا...... مولا! میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ تھا کہ میرے اہل کو عذاب سے بچالے گا، پھر یہ کیسے غرق ہو گیا؟

اللہ رب العزت نے جواب میں فرمایا

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (هود :۴۶)

اے نوح تیرا بیٹا یقیناً تیرے گھرانے سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔

(اللہ رب العزت کے اس ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ جس کے پاس ایمان اور عمل صالح نہیں ہوگا وہ نبی کی آل کہلانے کا مستحق نہیں ہے...... نبی کا اصل گھرانہ وہی ہے جو اس پر ایمان لائے چاہے وہ کوئی بھی ہو اور اگر ایمان نہ لائے اور اعمال اچھے نہ ہوں، وہ نبی کے گھرانے کا فرد نہیں ہے۔ آج کل لوگ پیروں فقیروں اور سجادہ نشینوں سے اپنی وابستگی اور تعلق ہی کو نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور اعمالِ صالحہ کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے، حالانکہ جب اعمالِ صالحہ کے بغیر نبی سے نسبی اور خاندانی قرابت بھی کام نہیں آتی تو پھر یہ زبانی کلامی تعلق اور نسبتیں کیا کام آسکتی ہیں؟)

فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ (هود :۴۶)

اے نوح! جس چیز کا آپ کو علم نہیں اس کے بارے مجھ سے سوال مت کرو، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں سے نہ ہو جانا

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ رب العزت کے ان شدت بھرے الفاظ کے جواب میں کہا

رَبِّ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ اِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَ تَرْحَمْنِيْۤ اَكُنْ مِّنَ الْجَاهِلِيْنَ (هود : ۴۷)

میرے پالنہار! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں تجھ سے ایسی چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے معاف نہیں کرے گا اور مجھ پر رحم نہیں کرے گا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

دیکھا آپ نے اور سنا آپ نے کہ تعوذ یعنی اللہ کی پناہ میں آنے کی درخواست اِنِّیٓ اَعُوْذُبِکَ کہہ کر سیدنا نوح علیہ السلام نے بھی کی۔

اللہ رب العزت کے ایک اور جلیل القدر پیغمبر سیدنا یوسف علیہ السلام کے تذکرے کے لئے اللہ رب العزت نے ایک مکمل سورت...... سورۃ یوسف کے نام سے اُتاری...... انہیں امام الانبیاء ﷺ نے کریم بن کریم بن کریم بن کریم کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔

زلیخا انہیں ایک کمرے میں لے گئی...... دروازے اور کھڑکیاں بند کر دیں ......اور کہنے لگی هَيْتَ لَكَ ...... میں تجھے دعوتِ گناہ دیتی ہوں۔

ذرا تصور کیجئے...... تنہائی ہے، الگ کمرہ ہے، گھر کی مالکہ خود دعوتِ گناہ دے رہی ہے، ادھر یوسف علیہ السلام کی جوانی ہے، بھرپور جوانی...... تمام موانع ختم ہو گئے ہیں مگر سیدنا یوسف علیہ السلام زلیخا کی درخواست کو، اس کی خواہش اور تقاضے کو ٹھکراتے ہوئے کہتے ہیں

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ

(یوسف : ۲۳)

اللہ کی پناہ، وہ (تیرا خاوند) میرا مالک ہے یا وہ اللہ رب العزت میرا پالنہار ہے جس نے مجھے خوبصورت ٹھکانہ دیا۔ (زنا ظلم ہے) اور ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھی زلیخا کی دعوتِ گناہ دینے پر گناہ سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ کی پناہ تلاش کی۔

قرآنِ مجید نے ایک اور پیغمبر...... جلیل القدر پیغمبر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا ہے "جو کلیم اللہ کے لقب سے مزین ہیں" صاحبِ معجزات اور صاحبِ

کتاب رسول ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لوگ گائے کی پوجا پاٹ اور گائے کی تعظیم کی طرف ذہنی طور پر مائل تھے۔۔۔۔۔۔زیورات کو پگھلا کر سامری نے ایک بچھڑے کی مورت بنائی اور اس میں اس طرح سوراخ رکھے کہ ہوا ایک طرف سے داخل ہوتی اور دوسرے سوراخ سے خارج ہوتی تو گائے کی سی آواز نکلتی۔۔۔۔۔۔بنی اسرائیل تمام کے تمام چند ایک کو چھوڑ کر اس مورتی کی پوجا کرنے لگے اور اسے معبود مان لیا۔

اللہ رب العزت نے ان کے دل و دماغ سے گائے کی معبودیت اور تعظیم کو نکالنے کے لئے انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا۔۔۔۔۔۔تاکہ وہ اپنے معبود کو اپنے ہاتھ سے ذبح کریں۔

انہیں یہ حکم سن کر بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگے۔۔۔۔۔۔اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا۔۔۔اے موسیٰ کیا آپ ہم سے مذاق اور تمسخر کر رہے ہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (بقرہ : ۶۷)

میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں (مذاق کرنا اور تمسخر اڑانا جاہلوں کا کام ہے)

قرآن مقدس نے آلِ عمران کا تذکرہ بڑے خوبصورت انداز میں فرمایا ہے۔۔۔۔۔۔ایک مکمل صورت ان کے نام سے منسوب کی گئی ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نانی اور حضرت مریمؑ کی والدہ محترمہ۔۔۔۔۔۔عمران کی بیوی نے حضرت مریمؑ کی پیدائش پر کہا

اِنِّیْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ

الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (اٰل عمرٰن : ۳۶)

میں نے اپنی بیٹی کا نام مریم رکھا ہے اور مریم کو اور مریم کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں

خود مریم علیہا السلام کے متعلق قرآنِ مجید میں آتا ہے کہ وہ گوشہ تنہائی میں تھیں کہ سیدنا جبرئیلِ امین علیہ السلام انسانی صورت میں ایک خوبرو نوجوان کی شکل میں ان کے سامنے آگئے۔ اجنبی شخص کو اس طرح سامنے دیکھ کر وہ پریشان ہوگئیں اور کہنے لگیں۔

اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا (مریم: ۱۸)

میں تجھ سے اللہ رحمٰن کی پناہ میں آتی ہوں اگر تو متقی اور پرہیزگار ہے

آئیے آپ کو امام الانبیاء ﷺ کے تعوذ کے بارے میں کچھ بتاؤں ...... اتنی بات تو آپ کو معلوم ہے کہ لبید نامی یہودی نے نبی اکرم ﷺ پر جادو کر دیا تھا...... جادو کے کچھ اثرات آپ ﷺ نے محسوس فرمائے ...... ایک دن حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے آکر آپ کو اطلاع دی کہ ایک کنگھی کے دندانوں کے ساتھ دھاگے میں گرہیں لگا کر آپ پر جادو کیا گیا ہے۔

جادو کے توڑ کے لئے دو سورتیں پڑھنے کا حکم دیا گیا: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِکِ النَّاسِ اس طرح امام الانبیاء ﷺ کو بھی حکم دیا گیا کہ اللہ رب العزت جو صبح کا رب ہے تمام لوگوں کا پالنہار ہے...... سب کا مالک اور الٰہ ہے، اس کی پناہ میں آجائیے ہر برائی کے شر سے وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے الخ۔

قرآنِ مجید میں ایک اور جگہ پر آپ کو تعوذ کا حکم دیا گیا۔

قُلْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیْطٰنِ وَ اَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ (مومنون : ۹۷)

میرے پیارے پیغمبر! یوں دُعا مانگا کیجئے۔ مولا! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور میرے پالنہار میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں اس سے کہ وہ شیطان میرے قریب آئیں۔

امام الانبیاء ﷺ نے اُمت کو تعلیم دیتے ہوئے جو مختلف دعائیں سکھائیں اُن میں کئی دُعاؤں کے اندر تعوذ کا حکم دیا گیا۔

جب بیت الخلا میں جانے کا ارادہ ہو تو یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا گیا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثْ

(بخاری ص:۲۶، ج:۱)

اے اللہ میں خبیث جنوں اور جننیوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں

امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا

جب تم میں سے کوئی شخص اچھا خواب دیکھے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اور جب کوئی گندہ خواب دیکھے، ڈراونا خواب دیکھے تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر اللہ کی پناہ اور حفاظت میں آجائے۔ (ترمذی:۱۸۳، ج:۲)

اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ اللہ رب العزت سے پناہ طلب کرتے تھے مِنَ الْکَسْلِ ...... سستی سے...... وَالْھَرَمِ...... بڑھاپے کی انتہاء سے...... وَالْمَاْثِمِ ...... اور گناہوں سے وَالْمُغْرَمِ ...... تاوان بھرنے سے ...... وَمِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ...... قبر کے امتحان سے...... وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ...... قبر کے عذاب سے...... وَمِنْ فِتْنَۃِ النَّارِ...... آگ کی آزمائش سے...... وَعَذَابِ النَّارِ...... دوزخ کے عذاب سے ...... وَمِنْ فِتْنَۃِ الْغِنٰی...... مال ودولت کے فتنہ سے ...... وَمِنْ فِتْنَۃِ الْفَقْرِ

......بھوک اور افلاس کی آزمائش سے ......وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ ......اور دجال کے فتنہ سے (بخاری ص:۹۴۲، ج:۲)

اس کے علاوہ بھی امام الانبیاء ﷺ کئی چیزوں سے اور کئی برائیوں سے اور کئی خرابیوں سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔

مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ......موت اور زندگی کے فتنہ سے مِنَ الْهَمِّ ......غم اور رنج سے......مِنَ الْبُخْلِ ......کنجوسی اور بخیلی سے ...... غَلْبَةِ الرِّجَالِ ......دشمنوں کے غلبے سے ......وَضَلَعَ الدَّيْنِ......کمر توڑ قرض سے ...... مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا ......دنیا کے فتنہ سے......مِنَ الْجُبْنِ......کمزوری اور ضعف سے ......

تفصیل کیلئے دیکھئے بخاری ص:۹۴۱، ج:۲، نسائی ص:۳۰۹، ج:۲)

میری پوری تقریر اور بیان کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ ہر نیک کام کرتے ہوئے ...... خاص کر کے قرآن مجید کی تلاوت وقرأت شروع کرنے سے پہلے تعوذ یعنی أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنے کا شریعت نے حکم دیا ہے تاکہ شیطان کے حربوں، چالوں اور وسوسوں سے انسان محفوظ رہے۔

نماز میں ثنا پڑھنے کے بعد چونکہ سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنی ہے اس لئے نمازی کو تعوذ یعنی أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنے کا حکم ہے۔

وما علينا الا البلاغ المبين۔

چھٹی تقریر

تَسْمِیَہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمَانَ وَ اِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (نمل:۲۹)

یہ خط سلیمان کی جانب سے ہے اور وہ یہ ہے کہ میں اللہ مہربان رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں، تم لوگ مجھ پر سرکشی اور تعلّی نہ کرو اور مطیع بن کر میرے پاس چلے آؤ۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ اٰخَرَ: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ (علق: ۱ تا ۴)

اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھیے جس نے ہر ایک کو پیدا کیا، انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، آپ پڑھیے آپ کا رب بڑی عزت والا ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○

سامعینِ گرامی! گزشتہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں کچھ معروضات تَعَوُّذْ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کا مفہوم اور معنی و مراد کے متعلق آپ سن چکے ہیں آج کے خطبہ میں تسمیہ یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے معنی و مفہوم اور تفسیر و تفصیل کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، اللہ رب العزت مجھے اس کی ہمت عطا فرمائے۔

نمازی (امام یا منفرد ہو) ثنا اور تعوذ کے بعد بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتا ہے۔ اور تسمیہ کا پڑھنا ثنا اور تعوذ کی طرح سنت ہے۔

اللہ رب العزت نے شیطان کے مکر و فریب اور داو پیچ سے بچنے کے لیے جس طرح تعوذ کے پڑھنے کا حکم دیا ہے...... اسی طرح بسم اللہ کو امان کا ذریعہ بنایا ہے، اسی لیے نمازی تعوذ کے بعد بسم اللہ میں اللہ رب العزت ہی کا بابرکت نام لے کر اور اس کی رحمت کا امیدوار ہو کر اپنی معروضات اور درخواست پیش کرتا ہے۔

ابتدا میں ایک بات یاد رکھنے کے لیے سن لیجیے کی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اگرچہ قرآن کا جز و اور حصہ ہے۔

مگر بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے یا نہیں...... اس میں علماء کے مابین اختلاف ہے...... امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا حصہ اور جز و نہیں ہے، بلکہ دو سورتوں میں امتیاز کے لیے تحریر کی جاتی ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خیال اور یہ مسلک بڑے مضبوط اور وزنی دلائل سے ثابت ہے، ان میں سے دو تین دلیلیں آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں ذرا توجہ سے سماعت فرمائیے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا... اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا ہے

جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تو میں جواب میں کہتا ہوں
حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ ... میرے بندے نے میری تعریف کی۔

(اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ کی ابتداء اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے ہوئی ہے۔ اور بِسْمِ اللّٰہِ سورۃ الفاتحہ کا حصہ اور جز نہیں ہے) جب نمازی کہتا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ... تو اللہ کہتا ہے اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ ... میرے بندے نے میری ثناء بیان کی۔

جب نمازی کہتا ہے مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ... تو اللہ جواب میں کہتا ہے
مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ ... میرے بندے نے میری بزرگی اور میری عظمت بیان کی ہے

جب نمازی کہتا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ... تو اللہ کہتا ہے
هٰذَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عَبْدِیْ ... یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے
(یعنی عبادت میرا حق ہے اور مدد طلب کرنا بندے کا حق ہے)

جب نمازی کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ الخ ... تو اللہ جواب میں فرماتا ہے۔ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَاسَأَلَ ... یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کے لئے وہ ہوگا جو وہ مانگے (مسلم ص:۱۷۰، ج:۱)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم:

كَانُوْا یَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوۃَ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(بخاری ۱۰۳، ج:۱)

نماز کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے شروع کرتے تھے۔

(مطلب یہ ہے کہ بلند آواز سے قرأت کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے شروع کرتے تھے ... اگر بسم اللہ سورۃ الفاتحہ کا جز ہوتی تو پھر یہ حضرات نماز میں قرأت کو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے نہیں بسم اللہ سے شروع فرماتے)

اس کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے ... کہ یہ تینوں حضرات لَا یَجْھَرُوْنَ بِسْمِ اللہِ ... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ (نسائی ۱۴۴، ج:۱)

ایک اور حدیث بھی سُن لیجئے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

کہ میرے والد (مغفل رضی اللہ عنہ) نے سنا کہ میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھ رہا ہوں ... انہوں نے فرمایا میرے بیٹے بدعت سے بچو ... میں نے نبی اکرم ﷺ ... حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں میں نے اُن میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے نہیں سُنا (یعنی بلند آواز سے) (ترمذی ص:۳۳، ج:۱)

امام ترمذیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں۔

اصحابِ رسول میں سے اکثر اہلِ علم کا عمل اس حدیث پر ہے ... ان اصحابِ رسول میں خلفائے اربعہ اور دیگر لوگ بھی ہیں ... سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ اور امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ نمازی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ یَسْتَفْتِحَ الصَّلٰوۃَ بِالتَّکْبِیْرِ وَالْقِرَاءَۃِ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (مسلم ص:۹۴، ج:۱)

امام الانبیاء ﷺ نماز کو اللہ اکبر کہہ کر شروع فرماتے اور قرأت کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے شروع فرماتے تھے۔

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۃ فاتحہ کا حصہ اور جز نہیں ہے... اگر بسم اللہ الخ سورہ فاتحہ کا حصہ ہوتی تو امام الانبیاء ﷺ اور خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ نماز میں قرأت کو بسم اللہ سے شروع فرماتے۔

ہر بہتر کام کی ابتداء بسم اللہ سے

ہر نیک، جائز اور اچھے کام اور عمل کا آغاز اور ابتداء بسم اللہ سے کرنا خیر و برکت، بھلائی اور نیک بختی کی علامت اور نشانی ہے... اور بسم اللہ کے بغیر نیک اور جائز کام کو شروع کرنا بد بختی اور بے برکتی کا باعث ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا

كُلُّ اَمْرٍ ذِىْ بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ بِبِسْمِ اللهِ فَهُوَ اَقْطَعُ

(الدر المنثور ص:۱۰، ج:۱)

ہر اہم، بڑا اور اچھا کام جس کی ابتداء بسم اللہ کے ساتھ نہ کی گئی ہو وہ بے برکت اور نا تمام ہوگا۔

میں جانتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں کچھ محدثین نے کلام کیا ہے... مگر دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ امام الانبیاء ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ ہر اچھے کام کی ابتداء بسم اللہ سے فرماتے تھے... آپ کا عمل اس حدیث کی پختگی پر بطورِ دلیل پیش کیا جا سکتا ہے۔ (میں ابھی تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ کے عمل کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا)

وحی کی ابتداء بسم اللہ سے

امام الانبیاء ﷺ کے عمل سے پہلے ذرا یہ سنیے کہ خود رب العٰلمین نے وحی کی ابتداء... اور قرآن کے نزول کا آغاز بسم اللہ ہی سے فرمایا۔

آپ ﷺ غارِ حرا میں ہیں اور اللہ کی یاد اور عبادت میں مصروف ہیں کہ سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پہلی وحی اور وحی کے پہلے کلمات لے کر نازل ہوئے۔

اِقْرَاْ ... پڑھیے... آپ ﷺ نے جواب میں کہا مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ ... میں آج تک کسی مکتب میں نہیں گیا... میں نے آج تک کسی مدرسے کا منہ تک نہیں دیکھا...

میں نے آج تک قلم، کاغذ اور تختی کو ہاتھ تک نہیں لگایا... میں پڑھنے والا نہیں ہوں

جبرئیل امین نے آپ کو اپنے سینے کے ساتھ لگا کر زور سے بھینچا اور پھر کہا اِقْرَاْ... پڑھیے... آپ نے وہی جواب دیا مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ ... میں لکھنا پڑھنا نہیں جانتا... جبرئیل نے وہی عمل دہرایا... آپ نے وہی جواب ارشاد فرمایا...

تیسری مرتبہ جبرئیل امین علیہ السلام نے سینے کے ساتھ لگا کر زور سے دبایا اور پھر کہا:

اِقْرَاْ بِسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ○ (العلق)

اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے (ہر شے کو) انسان کو جمے ہوئے خون سے بنایا۔ پڑھیے آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا... اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔

اس سے یہ بات اور یہ حقیقت تو واضح ہو گئی کہ امام الانبیاء ﷺ پر وحی کی ابتداء اور قرآن کے نزول کا آغاز اللہ رب العزت نے بسم اللہ کے مبارک کلمات کے ساتھ فرمایا۔

سیدنا نوح علیہ السلام اور بسم اللہ

سیدنا نوح علیہ السلام پہلے پیغمبر ہیں جن کو شرک کی سرکوبی کے لئے اور اللہ ہی کی الوہیت اور معبودیت کو واضح کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا... انہوں نے ساڑھے نو سو سال مسلسل اپنی قوم کو دعوتِ توحید دی اور شرک سے باز آجانے کی تلقین کرتے رہے... چند خوش نصیب افراد کے علاوہ پوری کی پوری قوم شرک و کفر اور انکار پر ڈٹی رہی... سیدنا نوح علیہ السلام کو ستاتی رہی،

مارتی رہی، راستے روکتی رہی، فتوے لگاتی رہی، ہنسی اور مخول اڑاتی رہی۔

آخر کار حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ رب العزت کی طرف سے یہ اطلاع پا کر کہ:

لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ (ہود)

تیری قوم کے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں، ان کے علاوہ اب کوئی اور شخص ایمان کی دولت سے سرفراز نہیں ہوگا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی:

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (نوح:۷۱)

میرے پالنہار! کافروں کا زمین پر بسنے والا ایک گھر بھی نہ چھوڑیئے۔

اللہ رب العزت نے حضرت نوح علیہ السلام کی اس درخواست کو قبول فرما کر سیلاب اور طوفان کی صورت میں عذاب بھیجا... زمین نے پانی باہر اگل دیا اور آسمان نے اپنے دہانے کھول دیئے... ان تنوروں سے جن سے کبھی آگ کے شعلے لپکتے تھے اب ان سے پانی کے فوارے پھوٹنے شروع ہوئے۔

ادھر طوفان کی آمد سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے کشتی بنانے کا حکم دیا تھا... قوم کے لوگ خشکی میں بننے والی کشتی کو دیکھتے تو حضرت نوح علیہ السلام کا مذاق بناتے اور تمسخر اُڑاتے۔

اب طوفان اور سیلاب میں اور پانی کی پہاڑ جیسی لہروں میں حضرت نوح علیہ السلام کشتی کے ملاح بنتے ہیں... اور اپنے ماننے والوں کو کشتی میں سوار ہونے کی دعوت اور حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں

ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (ہود: ۴۱)

اس کشتی پر سوار ہو جاؤ اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ کے نام کی مدد سے ہے۔

بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

سیدنا سلیمان اور بسم اللہ

حضرت داؤد علیہ السلام ایک مشہور پیغمبر اور بادشاہ ہوئے ہیں... ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی اللہ رب العزت نے نبوت اور حکومت وسلطنت کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت صرف انسانوں پر ہی نہیں جنات پر بھی تھی ... جنات ان کے حکم کے تابع تھے... حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا گیا تھا اور اُن کا تخت ہوا میں پرواز کرتا تھا۔

ان کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ پرندوں کی بولی سمجھتے تھے اور پرندوں کا ایک دستہ اُن کے دربار میں حاضر رہتا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تمام ماتحت عملے کی سخت نگرانی فرماتے اور انہیں نظم وضبط کی پابندی کا حکم دیتے تھے۔

ایک دن پرندوں کا جائزہ لیا تو ہدہد کو محفل اور مجلس سے غیر حاضر پایا اور فرمایا

مَالِیَ لَآ اَرَی الْھُدْھُدَ اَمْ کَانَ مِنَ الْغَآئِبِیْنَ (نمل ۲۰)

مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں آج ہدہد کو نہیں دیکھتا یا وہ بھی ان چیزوں میں سے ہو گیا ہے جو مجھ سے غائب ہیں۔

سامعین گرامی قدر! ایک لمحہ کے لئے رک کر حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ارشاد پر غور فرمائیے زندہ ہیں اور سوئے ہوئے بھی نہیں جیتے جاگتے پیغمبر اور جلیل القدر پیغمبر اور صاحبِ معجزات پیغمبر کہہ رہے ہیں کہ آج میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ انبیاء واولیاء وفات کے بعد بھی حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور ہر ہر چیز

کو برابر دیکھتے ہیں۔ پھر حضرت سلیمانؑ فرماتے ہیں" ہدہد اُن میں سے ہو گیا ہے جو مجھ سے غائب ہیں۔۔۔ معلوم ہوا کہ کچھ چیزیں حضرت سلیمان علیہ السلام سے غائب تھیں جن کو وہ دیکھ نہیں رہے تھے"۔

اگر ہدہد نے غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ اور صریح عذر پیش نہ کیا تو میں اسے بلا اجازت اس غیر حاضری کی سخت سزا دوں گا یا اُسے ذبح کر دوں گا۔

تھوڑی دیر گزری تو ہدہد آ گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی باز پرس کے جواب میں کہنے لگا۔۔۔ حضرت ناراض نہ ہوں۔۔۔ میں اڑتے اڑتے یمن کے علاقے سبا میں پہنچ گیا اور

اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ (نمل:۲۲)

میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جس کا آپ کو بھی علم اور پتہ نہیں ہے۔

(میں ایسی چیز کو دیکھ کر آ رہا ہوں۔۔۔ ایسی خبر لایا ہوں جس کا آپ کو بھی علم نہیں ہے۔ کون کہہ رہا ہے؟۔۔۔ ہدہد۔۔۔ کس کے سامنے۔۔۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے۔۔۔ ہدہد بڑا وہابی نہیں؟۔۔۔ کہتا ہے مجھے ایک ایسی چیز کا پتہ چلا ہے جس کا آپ کو بھی پتہ نہیں۔ اللہ رب العزت کو ہدہد کی یہ بات اتنی پسند آئی کہ اُسے قرآن کے اوراق میں جگہ عطا فرمائی۔۔۔ یاد رکھیے ہر جگہ حاضر ناظر اور عالم الغیب ہونا یہ صفت انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی نہیں ہے بلکہ اللہ رب العزت کی ہے)

ہدہد کہنے لگا وہاں میں نے دیکھا ایک عورت ان پر حکمران ہے اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ اللہ رب العزت کو چھوڑ کر سورج کے سامنے سجدہ ریزیاں کرتے ہیں۔۔۔ وہ اللہ قادر و قدیر اور عالم الغیب کے علاوہ اوروں کو الٰہ اور معبود سمجھتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہدہد کی یہ باتیں سن کر یقین نہیں آیا اور سمجھے کہ ہدہد بہانے بنا رہا ہے اور عذر تراش رہا ہے۔

فرمایا ہم اس معاملے کی تحقیق کریں گے ... تیرا سچ اور جھوٹ نکھر کر سامنے آجائے گا ... تو ہمارا خط لے جا اور اس ملکہ تک پہنچا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے مکتوبِ گرامی کی جامعیت اور عظمت کو ذرا دیکھئے ... ایسا مختصر اور پر اثر اور بارعب خط شاید ہی دنیا میں کسی اور نے تحریر کیا ہو۔

وَاِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ (نمل: ۳۰)

یہ خط سلیمانؑ کی جانب سے ہے اور وہ یہ کہ میں اللہ کے نام کی مدد سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور انتہائی رحم کرنے والا ہے، تم لوگ میرے مقابلے میں سرکشی اور زور آزمائی نہ کرو اور فرمانبردار اور مسلم بن کر میرے پاس چلے آؤ

مکتوباتِ امام الانبیاءؐ اور بسم اللہ

امام الانبیاء ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد مختلف ملکوں کے سربراہوں کو اور تمام صوبوں کے گورنروں کو جو خطوط تحریر فرمائے تھے جن میں انہیں ایمان واسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ ان تمام خطوط کی ابتداء اور آغاز بسم اللہ سے فرمایا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے روم کے بادشاہ ہرقل کو جو دعوتی خط تحریر فرمایا تھا وہ اسے بیت المقدس کے علاقے میں موصول ہوا تھا ... ہرقل اس وقت بیت المقدس کے دورے پر آیا ہوا تھا۔

اس نے خط پڑھ کر تحقیق حال کے لئے اپنے درباریوں سے کہا کہ مکے اور مدینے کا کوئی تاجر اگر کوئی اس وقت یہاں آیا ہوا ہے اُسے میرے پاس لے کر آؤ۔ ابوسفیان کہتے ہیں ان دنوں میں ایک تجارتی قافلے میں وہاں موجود تھا ... مجھے ہرقل کے دربار میں پیش کیا گیا ... اس نے مجھے نبی کریم ﷺ کے حسب ونسب، خاندان وقبیلہ کے

اخلاقی حالات... صدق ولمانت، عہد ووفا اور تعلیمات وارشادات کے متعلق بہت سے سوال کیے... دربار میں وزراء اور مشیر وارباب اقتدار، شرفاء وعلماء موجود تھے... امام الانبیاء ﷺ کا مکتوب گرامی لے جانے والے مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبیؓ بھی موجود تھے۔

ہرقل نے تمام درباریوں کے سامنے وہ مکتوب گرامی کھولا اور پڑھنا شروع کیا ...اس میں تحریر تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ (بخاری:۵،ج:۱)

میں اللہ کی مدد اور برکت سے اس تحریر کو شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان انتہائی رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط لکھا جارہا ہے اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے روم کے رئیس اور بادشاہ ہرقل کی طرف۔

میرا مقصد اس خط میں تحریر کردہ مضمون کو بیان کرنا نہیں ہے... میرا مقصد تو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے جو خط شاہِ روم کو ارسال فرمایا تھا اُس کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے فرمائی تھی۔

آپ سُن چکے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کو خط تحریر فرمایا تھا اس کا مضمون بھی بسم اللہ سے شروع فرمایا۔

مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے تحریر کردہ خط اور امام الانبیاء ﷺ کے لکھے گئے مکتوبِ گرامی میں ایک فرق نمایاں اور واضح ہے... اور وہ یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہلے اپنا نام لکھا کہ وَاِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمَانَ ...یہ خط لکھا جارہا ہے سلیمان کی طرف سے اور پھر خط کا مضمون تحریر کرتے ہوئے لکھا...اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اور امام الانبیاء ﷺ نے اپنا نام بعد میں لکھا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پہلے لکھوایا۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ حدیبیہ کا معاہدہ جو مشرکین مکہ اور امام الانبیاء ﷺ کے مابین طے پایا تھا اور جس کی کتابت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی... اس معاہدہ کی تحریر کو بھی آپ ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع فرمایا۔

(بخاری ص:۳۷۹، ج:۱)

گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ

امام الانبیاء ﷺ نے امت کو تلقین فرمائی کہ گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھ کر داخل ہوں اور اس کا فائدہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

جب کوئی شخص گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھ لیتا ہے تو شیطان اپنے چیلے چانٹوں سے اور اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے... لَا مَبِيْتَ لَكُمْ ... اب تم اس گھر میں رات نہیں گزار سکو گے... وَ لَا عِشَآءَ ... اور اب تمہیں اس گھر میں رات کا کھانا بھی میسر نہ ہوگا۔

اگر کوئی شخص اللہ کا نام لیے بغیر گھر میں داخل ہوتا ہے تو شیطان اپنے حواریوں اور اپنے ساتھیوں کو خوشی اور مسرت سے یہ اطلاع دیتا ہے اور خوشخبری سناتا ہے کہ

أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَآءَ

اب تمہیں اس گھر میں رات گزارنے کے لئے جگہ بھی مل جائے گی اور بھوک مٹانے کے لئے کھانا بھی مل جائے گا۔ (مسلم:۱۷۲، ج:۲)

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا... وَاِذَا وَلَجَ الرَّجُلُ بَيْتَهٗ جب کوئی آدمی اپنے گھر میں داخل ہو... فَلْيَقُلْ... تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَ بِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا ثُمَّ يُسَلِّمُ

عَلٰی اَھْلِہٖ۔

اے میرے مولا! میں تجھ سے گھر میں بہترین داخلے اور بہتر طریقے سے نکلنے کی درخواست کرتا ہوں، اللہ کے نام کی برکت اور مدد سے ہم گھر میں داخل ہو رہے ہیں اور اللہ کا نام لے کر ہی گھر سے باہر جائیں گے اور ہمارا بھروسہ اور توکل صرف اللہ کی ذات پر ہے جو ہمارا پالنہار ہے۔ یہ دُعا پڑھ کر پھر گھر والوں کو سلام کہے

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی شخص گھر سے نکلتے وقت یہ دُعا پڑھتا ہے

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ( )

میں اللہ کے نام کی برکت اور مدد سے گھر سے نکلنا شروع کرتا ہوں۔ میرا بھروسہ صرف اور صرف میرے اللہ پر ہے۔ گناہوں سے پھرنے کی توفیق اور نیکی کے کام کرنے کی قوت صرف اللہ کی توفیق سے ہوتی ہے۔

جب بندہ گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھتا ہے تو فرشتے اس سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں

ھُدِیْتَ وَکُفِیْتَ وَوُقِیْتَ (ابوداؤد:۳۳۹، ج:۲)

تیرے لئے ہدایت کا راستہ کھول دیا گیا (اب تو جدھر بھی جائے گا تیرا پروردگار اپنی رحمت سے خود ہی تیری راہنمائی فرمائے گا) یہ دُعا تیرے کاموں کے لئے تجھے کافی ہے اور اس دعا کی وجہ سے تجھے ہر قسم کے فتنوں، آفات اور مشکلات سے بچا لیا گیا ہے۔

مسجد میں داخل اور خارج ہوتے وقت

مسجد میں داخل ہوتے وقت کی معروف و مشہور دعا آپ کو یاد ہو گی اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اور مسجد سے نکلتے وقت کی دُعا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ ... یہ دونوں دعائیں مسنون ہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب مسلم میں موجود ہیں۔

اس کے علاوہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے... وہ فرماتی ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ مسجد میں داخل ہوتے وقت اور پھر مسجد سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

اللہ کے مبارک نام کی مدد سے مسجد میں داخل ہوتا ہوں اللہ کے رسول پر سلامتی ہو... میرے مولا میرے گناہوں کو معاف فرمادے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور مسجد سے نکلتے ہوئے یہ الفاظ ادا فرماتے۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ ۔ (ابنِ ماجہ ص:۵۶)

اللہ کے نام کی برکت سے (میں مسجد سے باہر نکلتا ہوں) اور اللہ کے رسول پر سلام ہو اے میرے اللہ میرے گناہون کو معاف فرمادے اور اپنے فضل کے دروازے میرے لئے کھول دے۔

کھانا کھاتے وقت

حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ (ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ کے بیٹے اور امام الانبیاء ﷺ کے ربیب) فرماتے ہیں کہ میرا بچپن نبی کریم ﷺ کی مبارک گود میں گذرا ہے... آپ کے زیرِ تربیت میں نے پرورش پائی ہے... ایک دن کھانا لایا گیا تو میں نے اپنا ہاتھ کھانے کے پیالے میں بے تحاشہ ادھر ادھر پھیرنا شروع کردیا... آپ نے دیکھا تو فرمایا:

یَا غُلَامُ ... اے لڑکے... سَمِّ اللّٰہَ ... اللہ کا نام لے کر کھاؤ (یعنی بسم

اللہ پڑھو) وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ ... اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ... وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ... اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (بخاری:۸۱۰،ج:۲)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں پانی نہ پیا کرو بلکہ دو یا تین سانسوں میں پانی پیا کرو:

وَسَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ وَاحْمَدُوْا اِذَا رَفَعْتُمْ (ترمذی)

اور جب پانی پینے لگو تو بسم اللہ پڑھا کرو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہہ لیا کرو۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کھانا کھاتے ہوئے ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے (اور درمیان میں یاد آجائے) تو پھر یوں کہہ لے:

بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِهٖ وَاٰخِرِهٖ (ترمذی:۸،ج:۲)

میں نے شروع میں بھی اور آخر میں بھی اللہ کے نام کی برکت سے کھایا ہے۔

جانور کو ذبح کرتے وقت

قرآنِ مجید میں ہے:

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ

(انعام:۱۱۸)

جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے تو اگر تم اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہو تو اسے کھاؤ۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (انعام:۱۲۱)

اور جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے نہ کھاؤ۔

خود امام الانبیاء ﷺ کا مبارک عمل بھی یہی تھا... حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے قربانی کے موقعہ پر دو مینڈھے سینگوں والے اپنے مبارک ہاتھ سے ذبح فرمائے اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا اور تکبیر کہی۔ (یعنی بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہا) (مسلم :۱۵۵، ج:۲)

سواری پرسوار ہوتے وقت

خلیفہ رابع، دامادِ نبی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سواری پر سوار ہونے لگے... جب انہوں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو بسم اللہ کہا...... جب سواری کی پیٹھ پر بیٹھ گئے تو الحمد للہ کہا پھر مشہور دُعا پڑھی:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ دعا پڑھتے ہوئے فرمایا:

رَءَیْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ صَنَعَ کَمَا صَنَعْتُ ۔

(ترمذی:۱۸۲، ج:۲)

میں نے اللہ کے رسول کو دیکھا کہ سواری پر سوار ہوتے ہوئے آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے جس طرح میں نے کیا ہے۔

ہر کام کے شروع میں بسم اللہ

شریعتِ اسلامیہ نے اپنے ماننے والوں کو تلقین فرمائی ہے کہ ہر نیک، جائز کام کرنے سے پہلے اللہ کا نام لیا کرو۔

امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

اُغْلُقُوا الْاَبْوَابَ وَاذْکُرُوا سْمَ اللّٰہِ

دروازوں کو بند کرو بسم اللہ پڑھ کر (کیونکہ جو دروازے بسم اللہ پڑھ کر بند کیے جائیں ان کو شیطان نہیں کھول سکتا)

اُوْکُوْا قِرَبَکُمْ وَاذْکُرُوا سْمَ اللهِ

اپنے مشکیزوں (یعنی پانی کے برتنوں) کے منہ باندھتے ہوئے بسم اللہ پڑھا کرو (کیونکہ شیطان اس طرح بند کیے ہوئے مشکیزوں کو نہیں کھول سکتا)

وَخَمِّرُوْا اٰنِیَتَکُمْ وَاذْکُرُوا سْمَ اللهِ

اللہ کا مبارک نام لے کر اپنے برتنوں کو ڈھانپ دو (اس لئے کہ شیطان اس طرح ڈھانپے گئے برتنوں کو کھول نہیں سکتا)

وَاَطْفِئُوْا مَصَابِیْحَکُمْ وَذْکُرُوا سْمَ اللهِ

اللہ کا بابرکت نام لے کر اپنے چراغ اور دیے بجھاؤ۔ (بخاری: ۸۴۱، ج:۲)

تم میں سے کوئی شخص رات کے وقت سونے کیلئے بستر پر آئے تو اپنے بستر کو جھاڑ لیا کرو اور جھاڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ (مسلم: ۳۴۹، ج:۲)

امام الانبیاء ﷺ سونے کی غرض سے بستر پر لیٹتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے اور کہتے:

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰ (بخاری، مشکوۃ: ۲۰۸،)

مولا! میں تیرے نام پر مرتا ہوں (یعنی سوتا ہوں) اور تیرے نام سے جیوں گا (یعنی بیدار ہوں گا)

ایک اور دعا بھی حدیث کی کتب میں ملتی ہے:

بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُهٗ (مسلم، مشکوۃ: ۲۰۸)

مولا! تیرے نام کی مدد اور برکت سے میں نے اپنا پہلو بستر پر رکھا اور تیرے ہی نام کی برکت سے اسے اُٹھاؤں گا۔

امام الانبیاء ﷺ بازار میں تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

بِسْمِ اللهِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ السُّوْقِ وَخَیْرَ مَا

فِيْهَا (مشکوۃ)

اللہ کے مبارک نام کی برکت سے میں یہاں آیا ہوں ... مولا میں تجھ سے اس بازار کی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں۔

امام الانبیاء ﷺ نے امت کو تلقین فرمائی کہ وظیفۂ زوجیت ادا کرتے ہوئے یہ دُعا پڑھی جائے:

بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا (بخاری:۲۶،ج:۱)

اللہ کے بابرکت اور مقدس نام کے ساتھ اے میرے مولا! ہمیں شیطان کے شر سے محفوظ فرما اور جو اولاد ہمیں عطا فرما اُسے بھی شیطان کے شر و فساد سے بچا۔

میت کو دفن کرنا اب تک میں نے جتنے کام گنے... جن کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا گیا اور تلقین فرمائی گئی ... اُن تمام اعمال اور کاموں کا تعلق انسان کی زندگی کے ساتھ ہے... کہ ہر کام کرتے ہوئے بسم اللہ سے ابتداء کرو... اسی میں خیر و بھلائی ہے... اور اسی میں رحمت و برکت ہے۔

شریعتِ اسلامیہ نے حکم دیا کہ مرنے کے بعد جب میت کو قبر میں اُتارنے لگو تو اس موقعہ پر بھی میرا نام لے کر اور میرے نام کی برکت سے میت کو زمین کے حوالے کرو

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

وَاِذَا وَضَعْتُمْ مَوْتَاكُمْ فِي الْقُبُوْرِ فَقُوْلُوْا بِسْمِ اللهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ

جب تم اپنے مرنے والوں کو قبروں میں رکھنے لگو تو یہ دُعا پڑھ کر رکھو... ہم اسے اللہ کے مبارک نام کے ساتھ اور اللہ کے رسول کی ملت پر دفن کرتے

ہیں۔ (مسند احمد)

آخر میں ایک ایسی دُعا کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں... جو امام الانبیاء ﷺ سے منقول ہے... وہ ایسی دعا ہے کہ اگر کوئی شخص اس دُعا کو صبح کے وقت تین مرتبہ پڑھ لے تو اُس دن شام تک اُسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی... اور اگر شام کے وقت تین دفعہ پڑھ لے تو صبح تک کوئی شے اسے تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

( )

اللہ کے مقدس نام کی مدد اور برکت سے ابتداء کرتا ہوں کہ اس کے نام کی برکت کی وجہ سے زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہی ہے سننے والا۔ (ہر پکار کا) اور وہی ہے جاننے والا (ہر ایک کے حالات کو)

(ترمذی: ۳۱۷۴، ج: ۲)

سامعینِ گرامی قدر! میں نے بڑی وضاحت اور بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ کا حکم اور تلقین یہ ہے کہ ہر جائز کام اور ہر نیک عمل کی ابتداء بسم اللہ سے ہونی چاہیے... نمازی اپنی نماز میں قرأت کی ابتداء کرنا چاہتا ہے اس لئے اسے تعوذ اور تسمیہ پڑھنے کی تلقین کی گئی۔

بسم اللہ کی تحقیق

یہاں تک تو میں نے بسم اللہ کے پڑھنے کے متعلق گفتگو کی ہے... نیز احادیث سے بیان کیا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے کہاں کہاں بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

اب میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا ترجمہ کرنا چاہتا ہوں... اللہ رب العزت محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے۔

عام طور پر بسم اللہ کا معنیٰ کیا جاتا ہے۔۔۔ میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں ۔۔۔ یہ جو بسم اللہ میں باء ہے یہ کئی معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔۔۔ مصاحبت کے معنی میں۔۔۔ رفاقت کے معنی میں۔۔۔ تبرک کے معنی میں۔

ہماری جماعت کے شیخ رئیس المفسرین امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ کا خیال یہ ہے کہ بسم اللہ کی باء استعانت کے لئے ہے۔۔۔ اور معنی اس طرح کریں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَسْتَعِيْنُ ......

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام کے ساتھ ہی میں مدد مانگتا ہوں۔

اس کا مفہوم اور مطلب یہ نکلتا ہے کہ ہر کام کے کرنے میں غائبانہ مدد صرف اور صرف اللہ رب العزت ہی سے مانگی جائے۔۔۔ اور کسی کام میں اور کسی مشکل میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے غائبانہ مدد نہیں مانگی چاہیے اور یہی مسئلہ پورے قرآن کا خلاصہ اور نچوڑ ہے کہ مدد کے لئے غائبانہ پکار صرف اور صرف اللہ کی ہونی چاہیئے اور اللہ رب العزت کے سوا انبیاء واولیاء کو۔۔۔ اور ملائکہ اور جنات کو مدد کیلئے نہیں پکارنا چاہیے۔

امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ

پورے قرآن کا خلاصہ اور نچوڑ سورۃ الفاتحہ میں ہے اور سورۃ الفاتحہ کا خلاصہ اور نچوڑ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں ہے۔۔۔ اور پھر اس کا خلاصہ اور نچوڑ بِسْمِ اللّٰهِ میں ہے اور بسم اللہ کا خلاصہ اور نچوڑ بسم اللہ کی باء میں۔

حضرت سیدنا علیؓ کے ارشادِ گرامی کا مطلب یہ ہے کہ پورا قرآن اس حقیقت اور اس مسئلے کو ثابت کرنے اور بیان کرنے پر زور دیتا ہے کہ عبادت اور پکار کے لائق صرف اور صرف اللہ رب العزت۔۔۔ وہی السَّمِيْعُ ہے اور وہی اَلْبَصِيْرُ ہے اور وہی اَلْعَلِيْمُ ہے اور وہی اَلْخَبِيْرُ ہے۔۔۔ وہی عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ہے اور وہی مختارِ کل، متصرف فی الامور اور قادر وقدیر ہے۔۔۔ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

اَلْاَرْضِ اسی کی شان ہے... اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمِ اسی کا اعلان ہے... لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ اسی کی صفت ہے۔

اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی بھی عبادت اور پکار کے لائق نہیں... اس لئے کہ وہ مخلوق ہیں... وہ عاجز ہیں... فقیر اور سوالی ہیں... موت کا جام پینے والے ہیں... نیند کے ہاتھوں تنگ آجانے والے ہیں... بے خبر اور پکارنے والوں کی پکار سے غافل ہیں... لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ اور وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ کا مصداق ہیں۔

سارے کا سارا قرآن... قرآن کے تیس پارے... قرآن کی ایک سو چودہ سورتیں اسی مسئلے کو بیان اور ثابت کر رہی ہیں کہ غائبانہ مدد کے لئے خالص پکار صرف اللہ ہی کی ہونی چاہیے۔ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (المومن)

اور اسی حقیقت اور مسئلے کا اظہار بسم اللہ کی باء سے ہو رہا ہے جو استعانت کی ہے... یعنی اللہ ہی کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے مدد مانگتا ہوں۔ آج ہمارے شرک زدہ معاشرے میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو بسم اللہ بھی پڑھتے ہیں اور پھر مصائب اور مشکلات میں... دکھوں اور تکالیف میں... خوشی اور غمی کے مواقع پر... اللہ کے سوا اوروں کو بھی غائبانہ مدد کے لئے صدائیں لگاتے ہیں... غیر اللہ کے ناموں کے وظیفے پڑھنے کو باعثِ برکت وسعادت سمجھتے ہیں۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں... اللہ کی دو صفتیں ذکر کی گئی ہیں...

ایک اَلرَّحْمٰنِ اور دوسری اَلرَّحِيْمِ۔

عربی زبان کا قاعدہ ہے... بلکہ تمام زبانوں کا قاعدہ اور قانون ہے کہ جو حکم

موصوف پر جاری کیا جائے اور اس کے بعد اس کی صفات ذکر کی جائیں تو وہ صفات حقیقت میں اس حکم کی دلیل اور علت پر ہوا کرتی ہیں... جیسے کہا جاتا ہے

اَکْرِمْ زَیْدَنِ الْعَالِمَ ...زید کی عزت کرے جو عالم ہے... اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تو زاہد کا احترام کر... احترام کیونکر؟ اس لئے کہ وہ عالم ہے۔

اسی قانون کو مدِنظر رکھ کر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا معنی کیجئے... یہاں ایک دعویٰ قائم کیا گیا ہے کہ مدد صرف اللہ سے مانگو... کیوں؟ اس لئے کہ رحمٰن بھی وہی ہے اور رحیم بھی وہی ہے۔

رحمٰن اور رحیم دونوں میں مبالغے کا معنی پایا جاتا ہے یعنی کثیر الرحمت یہ دونوں رحم سے مشتق ہیں... ان میں کثرت، دوام، ہمیشگی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب رحمٰن اور رحیم دونوں کا اصل اور دونوں کا مادہ ایک ہے "رحم"... تو پھر ان کو الگ الگ کیوں ذکر کیا گیا...؟ کیا ان دونوں کے مفہوم میں کوئی فرق ہے...؟

مفسرین کرام نے ان دونوں کے درمیان بہت سے فرق ذکر فرمائے ہیں... ایک فرق میں آپ حضرات کے سامنے بیان کر دیتا ہوں۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ رب العزت رحمٰن ہے دنیا کے لحاظ سے اور رحیم ہے آخرت کے اعتبار سے... یعنی رحمٰن الدنیا... ورحیم الاخرۃ۔

دنیا میں اس کی رحمت عام ہے اپنوں پر بھی اور پرائیوں پر بھی، مسلمانوں پر بھی اور کافروں پر بھی... ماننے والوں پر بھی اور نہ ماننے والوں پر بھی... دنیا میں دنیوی فوائد اور نفع سب حاصل کر رہے ہیں (یہ اللہ کی صفت رحمٰن کا اثر ہے) اور آخرت میں اللہ کی رحمت صرف اور صرف مسلمانوں کے لئے ہوگی اور کفار اس سے محروم ہوں گے (یہ اللہ کی صفت رحیم کا تقاضا ہے) (مدارک:۵، ج:۱)

امام الانبیاء ﷺ کا ایک ارشادِ گرامی ہے۔

اللہ رب العزت کی رحمت کے سو حصے ہیں صرف ایک حصہ زمین پر نازل فرمایا۔ یہ اللہ رب العزت کی اتاری ہوئی اسی ایک رحمت کا نتیجہ ہے کہ تمام مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے... یہاں تک کہ جانور اپنے بچوں کا خیال رکھتے ہیں۔

سبحان اللہ... !ضیاء پاشیاں کرنے والا ماہتاب، سرِبفلک پہاڑ، بہنے والے دریا، اُبلنے والے چشمے، اڈنے والے بادل، برسنے والا مینہ، اگنے والے اناج، لہلانے والے کھیت، سرسبز کھیتیاں، خوشبودار پھول، ذائقے دار پھل، رنگ برنگ درخت، فانبردار جانور، اڑنے والے پرندے، پانی وہوا کی کثرت، پیٹ بھرنے کے لئے طرح طرح کے کھانے، شہداور دودھ، ماں کی ممتا، باپ کی شفقت، بھائیوں کا پیار، بہنوں کی محبت، میاں بیوی کے تعلقات، برادری سے ہمدردی، دوستوں سے الفت... سبحان اللہ اسی رحمت کے صرف ایک حصے کا نتیجہ ہے...... انبیاء کرام کی بعثت اوران پر کتابوں کا نزول...... امت کے خوش نصیب لوگوں کو ہدایت سے سرفراز کرنا...... سبحان اللہ۔ اسی رحمت کے ایک حصے کا تقاضا ہے، امام الانبیاء ﷺ کی ختمِ نبوت...... قرآن جیسی کتاب کا نزول...... ہدایت کے اسباب...... سبحان اللہ اسی رحمت کے صرف ایک حصے نے آمنہ کے لال ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنادیا

امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا: اللہ رب العزت نے ننانوے حصے جو سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں... انہیں اس ایک حصے کے ساتھ ملا کر سب کی سب رحمتیں اپنے (مومن) بندوں پر فرمائے گا (مسلم:۳۵۶،ج:۲)

ایک اور فرق بعض مفسرین نے رحمٰن اور رحیم میں ایک فرق یہ کیا ہے کہ رحمان وہ ہے جس کی رحمت اس قدر فراخ، کشادہ اور وسیع ہے کہ کسی جنس یا نوع یا قوم یا ملک کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر ایک کو برابر شامل ہے... جیسے قرآن میں فرمایا:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (اعراف : ۱۵۶)

اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا (بنی اسرائیل ۲۰)

ہر ایک کو (مومن ہو یا کافر) ہم عطا کرتے ہیں تیرے رب کی عطا سے اور تیرے رب کی عطا رد نہیں کی جا سکتی۔

اور رحیم وہ ہے جس کی رحمت بہت اور کثیر ہو... یعنی وہ اللہ ایسا مہربان ہے کہ اس کی رحمت اتنی وافر اور کثیر تعداد میں ہے کہ انسان اسے گن نہیں سکتے اور شمار نہیں کر سکتے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (نمل : ۱۸)

اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو ان کو گن نہیں سکو گے۔

مولانا حسین علیؒ نے رحمٰن اور رحیم میں ایک نفیس فرق بیان فرمایا ہے کہ رحمٰن اس کو کہتے ہیں جو بالفعل رحمت کر رہا ہو اور اس کی رحمت کائنات کے ذرے ذرے کو شامل ہو۔

اور رحیم اس ذات کو کہتے ہیں کہ رحم کرنا جس کی صفت لازمہ اور ذاتیہ ہو... مطلب یہ ہوگا کہ اللہ رحمٰن جو بالفعل ہر وقت ہر کسی پر رحم کر رہا ہے اور یہ رحم کرنا اس کی ذات کو لازم ہے۔

میری تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ غائبانہ حاجات میں مدد کے لئے صرف اور صرف اللہ ہی کو پکارنا چاہیے... اور صرف اسی سے مدد مانگنی چاہیے... اس لئے کہ وہ کثیر الرحمت ہے... وہی وسیع الرحمت ہے... وہی بلا امتیاز سب پر رحم کرنے والا ہے... اس کی رحمت کا دروازہ کسی پر بند نہیں ہوتا... وہ کسی کو محروم نہیں کرتا... وہ بن

مانگے عطا کرتا ہے۔ جب اس کی رحمت وعنایت اس قدر وسیع ہے تو غائبانہ مدد بھی اسی سے مانگنی چاہیے۔

رحمت کی وسعت

سامعینِ گرامی قدر! آئیے آپ کے ایمان کو تازہ کروں... اور اس بات کا تذکرہ کروں کہ اللہ رب العزت کی صفتِ رحمت کی وسعت اور کشادگی کس قدر ہے!

دنیا کی کوئی عدالت ایسی نہیں ہے جو مجرم کو بغیر مقدمہ سنے معاف کردے... اور اگر مجرم خود جرم کا اعتراف کرلے تو اسے چھوڑ دے... بلکہ ہر عدالت مقدمے کی سماعت کرتی ہے... گواہیاں ہوتی ہیں... جرم ثابت نہ ہونے کی صورت میں مجرم کو رہا کردیا جاتا ہے... اور اگر جرم ثابت ہو جائے یا مجرم خود اقرارِ جرم کرلے تو دونوں صورتوں میں قانون کے مطابق سزا ملتی ہے۔

مگر اللہ رحمٰن ورحیم کی عدالت عجیب عدالت ہے... یہ دربار بڑا عجیب دربار ہے... یہ سلطنت بڑی نرالی سلطنت ہے... کہ ایک بندہ جرم کرتا ہے، گناہ کرتا ہے ... مقدمے کی پیشی (جو میدانِ حشر میں ہوگی) سے پہلے ہی اعلان کرتا ہے

يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ فَاِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمُ (زمر : ۵۳)

اے میرے بندو! جنہوں نے (گناہ کرکے) اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا بلاشک اللہ تمام گناہوں کو معاف کردیتا ہے بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

سبحان اللہ! ذرا اللہ رحمان کے خطاب کرنے کے پیار بھرے انداز کو دیکھئے... ان لوگوں کو خطاب فرمارہے ہیں جو نافرمان ہیں، جنہوں نے گناہ کرکے اپنی جانوں پر

زیادتیاں کی ہیں ... مگر انہیں یَآاَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ ... او مجرمو! یَآاَیُّھَا الْمُذْنِبُوْنَ ... او گناہگارو! اس طرح خطاب نہیں فرمایا بلکہ فرمایا یَاعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ ... گناہ کر کے اپنے اوپر زیادتی کرنے والے میرے بندو!

نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمِ

میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ میں گناہوں کو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔

ماں سے زیادہ مہربان

ایک جنگ کے موقع پر کچھ کافر قیدی بنائے گئے ... اُن میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی ... قیدیوں میں سے ایک عورت کا بچہ گم ہو گیا ... وہ عورت قیدیوں میں اپنا بچہ تلاش کرتے ہوئے دیوانوں کی طرح اِدھر سے اُدھر بھاگتی پھر رہی تھی ... بچے کی جدائی میں پاگل ہو رہی تھی ... اور حالت یہ تھی کہ جو بچہ سامنے آتا اُسے اپنا بیٹا سمجھ کر سینے سے چمٹا لیتی اور اسے دودھ پلانے لگ جاتی ... پھر اسے احساس ہوتا کہ یہ بچہ میرا تو نہیں ہے تو اُسے چھوڑ کر پھر اپنا بچہ تلاش کرنا شروع کر دیتی

امام الانبیاء ﷺ نے ماں کی بے چینی، غم، بے قراری اور بے بسی دیکھ کر صحابہ سے پوچھا:

اَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْاَةَ ... کیا تم نے اس عورت کو دیکھا ہے ... اس کی بے قراری، اس کا غم، اس کا دکھ، اس کی بے چینی دیکھ رہے ہو۔

صحابہ نے کہا ... ہاں یا رسول اللہ ﷺ ہم اس عورت کی حالت کو دیکھ رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

اَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْاَةَ طَارِحَةٌ وَّلَدَهَا فِی النَّارِ

تمہارا کیا خیال ہے یہ عورت اپنے بچے کو آگ کے حوالے کر دے گی۔

صحابہ نے عرض کیا ... یا رسول اللہ! یہ عورت اپنے بچے کی جدائی میں اتنی بے قرار ہے

یہ کسی صورت اپنے بچے کو آگ کے سپرد نہیں کرے گی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا

اَللّٰہُ اَرْحَمُ لِعِبَادِہٖ مِنْ ھٰذِہٖ بِوَلِدِھَا (مسلم :۳۵۶، ج : ۲)

جس قدر یہ ماں اپنے بچے پر مہربان ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان اور شفیق ہے۔

سب کے سب رحمت کے محتاج ہم قرآن وحدیث کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ انبیاء واولیاء نے اور اللہ کے نیک بندوں نے ہمیشہ اللہ رب العزت سے اس کی رحمت کا سوال کرتے رہے...... اس کی رحمت کے دروازے کو کھٹکھٹاتے رہے۔

سیدنا آدم علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے کہا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (اعراف:۲۳)

اے ہمارے پالنہار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر تو ہماری مغفرت نہ فرمائے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے دعا مانگتے ہوئے فرمایا:

وَاِلَّا تَغْفِرْلِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ۔

اگر تو مجھے نہیں بخشے گا اور اگر تو مجھ پر رحم نہیں فرمائے گا تو میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے دعا مانگتے ہوئے کہا:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔ (اعراف:۱۵۱)

اے میرے پالنہار مجھے اور میرے بھائی (ہارون) کی مغفرت فرما اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر لے، تو سب رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگتے ہوئے کہا:

وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ (نمل: ۱۹)

اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔

سیدنا ایوب علیہ السلام نے دعا مانگتے ہوئے کہا:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (مومنون ۱۱۸)

مجھے دکھ اور تکلیف پہنچ گئی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

اصحابِ کہف ...... اللہ رب العزت کے ولی ...... عقیدۂ توحید پر پہاڑ سے بڑھ کر جم اور ڈٹ جانے والے ...... وہ دعا مانگ رہے ہیں:

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً (کہف: ۱۰)

اے ہمارے پالنہار ہمیں اپنے فضل و کرم سے رحمت عطا فرما۔

قرآنِ مجید میں خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے یہ دعا مانگنے کی تلقین فرمائی:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۔ مومنون : ۱۱۸)

میرے پالنہار! مجھے معاف فرما اور رحم فرما تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

امتِ محمدیہ خوش قسمت ہے

ویسے تو امتِ محمدیہ پر اللہ رب العزت نے ایسے ایسے انعامات فرمائے کہ پہلی امتیں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتیں ...... مگر یہ بڑی عجیب نعمت ہے اور یہ بڑی عظیم نعمت ہے کہ ہمارا پروردگار ...... رحمان و رحیم ہے ...... اس رحمان و رحیم نے ہمیں جو پیغمبر عطا فرمایا وہ رحمۃ للعالمین ہے ... اور اس رحمۃ للعالمین پیغمبر کے ذریعے جو کتاب عطا فرمائی وہ رحمۃ للمؤمنین ہے ...

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (بنی اسرآئیل:۸۲)

اور ہم قرآن میں ایسی باتیں نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہیں۔

ایک اور جگہ پر فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (یونس: ۵۷)

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو سراپا نصیحت ہے اور دلوں کی بیماریوں کے لیے نری شفا ہے اور ہدایت ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر رحمت ہے۔

پھر جو جماعت اور جو ساتھی رحمۃ للعلمین کو عطا فرمائے، ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اور آپس میں رحم دل ہیں۔ قرآنِ مجید کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنی ہر نعمت کو اور اپنے ہر انعام کو رحمت سے تعبیر کیا ہے۔

کسی شاعر نے اللہ رحمان ورحیم کی رحمت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: ؎

ہم گنہگاروں پہ تیری مہربانی چاہیے
سب گنہ دھل جائیں گے رحمت کا پانی چاہیے

وماعلینا الا البلاغ المبین

ساتویں تقریر

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَ عَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۵ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ ○

سامعین گرامی قدر؛ گذشتہ خطبات میں آپ ثنا، تعوذ اور تسمیہ کے متعلق تفصیل کے ساتھ میری معروضات سماعت فرما چکے ہیں...... تعوذ اور تسمیہ کے بعد نمازی کے لیے قرآن کا کچھ حصہ پڑھنا فرض ہے...... چاہے جہاں سے بھی پڑھ لے۔ فرضیت ادا ہو جائے گی۔

سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا نماز میں فرض نہیں بلکہ واجب ہے۔

سورۃ مزمل میں تہجد کے احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (مزمل)

پس پڑھو جو قرآن میں سے آسان ہو۔

قرآن کی اس آیت کے بعد ایک ارشاد نبی اکرم ﷺ کا بھی سن لیجیے:

ایک صحابی مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے آئے...... نماز ادا کرنی شروع کی مگر درست طریقے سے نماز ادا نہ کر سکے...... امام الانبیاء ﷺ نے انہیں تین بار نماز دہرانے کا حکم دیا مگر وہ صحیح طریقے سے نماز ادا نہ کر سکے۔

آخر کار انہوں نے کہا:

عَلِّمْنِیْ یَارَسُوْلَ اللہ ...... یارسول اللہ مجھے طریقہ نہیں آرہا تو آپ ہی مجھے صحیح نماز کی ادائیگی کا طریقہ سکھا دیجیے...... آپ ﷺ نے انہیں نماز پڑھنے کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرمایا:

ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (بخاری ص:۱۰۵، ج:۱)

پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ، پھر اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لو، پھر قرآن سے جو آسان ہو اسے پڑھو،

ایک اور حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

لَاصَلٰوةَ اِلَّا بِقِرَاْءَةٍ

قرأت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

سورۃ الفاتحہ واجب ہے سورۃ الفاتحہ کا نماز میں پڑھنا فرض نہیں بلکہ واجب ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَءْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرَ تَمَامٍ (مسلم ص:۱۶۹، ج:۱، ابوداؤد: ص ۱۱۹، ج:۱)

جس شخص نے نماز پڑھی اور سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ناقص اور غیر مکمل ہوگی۔ آپ نے یہ جملہ تین دفعہ دہرایا۔

قرأت خلف الامام آج ہمارے ہاں قرأت خلف الامام کا مسئلہ بڑا معرکۃ الآرا مسئلہ بنا ہوا ہے...... اس پر طویل ترین تقریریں ہوتی ہیں... اسٹیج سجتے

ہیں... اشتہار بازی اور پمفلٹ سازی ہوتی ہے...... پھر مناظروں کے چیلنج ہوئے ہیں اور آخر کار معاملہ مجادلہ اور لڑائی مار کٹائی تک جا پہنچتا ہے!

دین اور علم کی ابجد سے بے خبر اور ناواقف لوگ... خبر واحد اور نص قطعی کے نام تک سے ناواقف لوگ ایک روایت کو سن کر اور پڑھ کر بلا سوچے اور سمجھے امت کی نمازوں کو باطل قرار دینے پر ادھار کھائے بیٹھتے ہیں! محمدی نماز اور حنفی نماز کی خود ساختہ اور طفل تسلی پر مبنی اصطلاحیں رائج کی گئی ہیں! غیر مقلدین خطباء اور واعظ بڑے دھڑے سے دعوٰی کرتے ہیں کہ احناف کے پاس امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے پر ایک بھی حدیث نہیں ہے!

آئیے سب سے پہلے میں آپ کو فاتحہ خلف الامام کے بارے میں آئمہ کرام کی آراٗ اور مسلک کے بارے میں آگاہ کرتا ہوں اور پھر احناف کے مسلک پر دلائل پیش کرنے کے سعادت حاصل کرونگا!

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے جہری نمازوں میں (جن نمازوں میں امام صاحب بلند آواز سے تلاوت کرتے ہیں جیسے فجر، مغرب، عشاء جمعہ اور عیدین) قرأت نہ کرے امام احمدؒ جہری نمازوں میں مقتدی کا سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ سمجھتے ہیں ان دونوں اماموں کا خیال یہ ہے کہ جہری نمازوں میں مقتدی امام کی قرأت کو سنے اور خاموش رہے ہاں سری نمازوں میں (ظہر، عصر) مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لے تو مستحب ہے! (مستحب کا مطلب یہ ہے کہ پڑھ لے تو اچھی بات ہے نہ پڑھے تو گناہ بھی کوئی نہیں (موطا امام مالک ص: ۶۸)

امام شافعیؒ کا ایک قول یہ ہے کہ مقتدی کو ہر نماز میں سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنی چاہئے اور ان کی کتاب الام سے معلوم ہوتا ہے کہ جہری نمازوں میں مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں ہے

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، حضرت سفیان ثوریؒ
کے نزدیک نماز جہری ہو یا سری ہر نماز میں دوسری قرأت کی طرح امام کا سورۃ فاتحہ
پڑھنا بھی مقتدی کی طرف سے کافی ہے لہذا مقتدی کو امام کے پیچھے ہر نماز میں خاموش
رہنا چاہئے!

احناف کے وزنی دلائل سامعین گرامی قدر! ہر کلمہ پڑھنے والا جانتا ہے اور ہر
ذی ہوش پر یہ بات واضح ہے کہ کسی مسئلے کو ثابت کرنے کیلئے سب سے مضبوط اور
مسکت دلیل قرآن مجید کی آیت کریمہ ہے! یہی وہ کتاب ہے جس کے ماتھے کا جھومر
لَا رَيْبَ فِيْهِ ہے جو فیصل اور حکم ہے جس جماعت کے دامن میں قرآن کی آیت بطور
دلیل ہو وہ جماعت یقیناً حق پر ہوگی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور اسکی رحمت سے
ہمارے پاس اپنے مسلک کے لئے (یعنی امام کے پیچھے قرأت نہ کرنا) قرآن کی آیت
موجود ہے اسے زرا غور سے اور ضد وعناد سے کنارہ کش ہو کر سنیے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

(اعراف ۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم
پر رحم کیا جائے!

یہ آیت کریمہ اور یہ حکم کس کے بارے میں نازل ہوا یہ فیصلہ کوئی غیر مقلد عالم
کرے یا یہ فیصلہ میں کروں؟ نہیں بلکہ آیت کی تفسیر وہی معتبر ہوگی جو امام الانبیاء صلی
اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں نے اور صحابہ کرامؓ نے فرمائی ہوگی۔

اور اصحاب رسول میں سے بھی وہ صحابی جس کیلئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے
فہم قرآن اور تعلیم قرآن کی دعائیں مانگی ہوں جو آپ کا چچازاد بھائی ہے اور مفسر قرآن
بھی میری مراد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں فرماتے ہیں کہ:

إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الصَّلٰوةِ الْمَفْرُوْضَة

یہ آیت کریمہ فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے!

آیئے ایک اور صحابی کی بات بھی سن لیں

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ السابقون الاولون میں شامل ہیں ہجرت مدینہ کا شرف رکھتے ہیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد علیہ ہیں اور سب سے بڑی اور وزنی بات یہ ہے کہ خود فرماتے ہیں

قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ یہ کہاں اتری ہے اور کیوں اتری ہے...... وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہوں نے ایک دن نماز پڑھی تو انہوں نے مقتدیوں میں سے کچھ لوگوں کی قرأت کی آواز کو سنا جو امام کے ساتھ قرأت کر رہے تھے تو انہوں نے سلام پھیر کر فرمایا:

کیا تم میں ابھی سمجھ پیدا نہیں ہوئی اور وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم عقل سے کام لو کہ

وَاِذَا قُرِیءَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا کَمَا اَمَرَکُمُ اللہ

کہ جب قرآن کی قرأت کی جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ نے تمہیں عقل دی ہے!

اس کے علاوہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہا کا قول الدرالمنثور میں نقل کیا گیا اور حضرت عبد اللہ بن مفضل کا قول بیہقی نے کتاب القرأۃ میں نقل کیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

یہ بات اور یہ حقیقت بھی ذہن میں رکھئے کہ صحابی کی بیان کردہ تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے!

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحابی کی تفسیر اکثر علماء کے نزدیک مرفوع

حدیث کے حکم میں ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

تَفْسِيْرُ الصَّحَابِي مَرْفُوْع (تدریب الراوی)

اگر یہ بات صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر یہاں ایک صحابی نہیں چار صحابہؓ کا تفسیر میں نے آپ حضرات کے سامنے بیان کر دی ہے کہ یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو پھر احناف کا مسلک قرآن کے عین مطابق ہوا کہ جب امام نماز میں سورت الفاتحہ کی قرأت کرے تو مقتدی کو خاموشی کے ساتھ اور پوری توجہ کے ساتھ سے سننا چاہئے!

اصحاب رسول کے بعد امت میں دوسرا مقام تابعین کا ہے تابعین میں سے مجاہد جب مفسر قرآن تابعی ہیں ان کا قول بھی یہی ہے کہ یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں اتری ہے (کتاب القرأت ۷۳)

مجاہد کے علاوہ حضرت سعید بن میتب، حضرت حسن بصری، ابو العالیہ، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت عبید بن عمیر، حضرت قتادہ (دیکھئے تفسیر ابن جریر ۱۰۳/۹، ابن کثیر ۲۶۳/۳)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ایک حوالہ بھی سن لیجئے۔

اَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰی اَنَّهَا نَزَلَتْ فِی الصَّلٰوةِ (فتاویٰ ابن تیمیہؒ ۴۱۲/۲)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر لوگوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابن تیمیہؒ ایک اور مقام پر تحریر کرتے ہیں:

وَ ذَكَرَ اَحْمَدُ بْنُ حَنبَلُ الْاِجْمَاعَ عَلٰى اَنَّهَا نَزَلَتْ فِى الصَّلٰوةِ وَذَكَرَ الْاِجْمَاعَ عَلٰى اَنَّهَا لَا تَجِبُ الْقِرأَةَ عَلَى الْمَأْمُومِ حَالَ الْجَهر (فتاوی ابن تیمیہؒ ۲/۱۴۳)

امام احمد نے ذکر کیا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں اتری ہے اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ جن نمازوں میں امام بلند آواز سے قرأت کرتا ہے ان نمازوں میں مقتدی پر قرأت کرنا واجب نہیں ہے!

غیر مقلدین قرآن کی اس واضح اور کھلی آیت کریمہ کا کوئی جواب نہیں پاتے تو اپنے مقلدین کو مطمئن کرنے کے لئے کبھی کہتے ہیں یہ آیت جمعۃ المبارک کے خطبہ کے بارے میں ہے۔

اور کبھی کہیں گے مشرکین اور کفار شور مچاتے تھے تو انہیں خاموش رہنے کی تلقین کی گئی ہے غرض یہ کہ یہ آیت مسلمانوں کے بارے میں نہیں بلکہ کفار کے بارے میں اتری ہے۔

ہم کہتے ہیں تمہاری یہ تاویل اور تمہاری یہ تفسیر دل کو بھاتی نہیں ہے اس لئے کہ جب کفار و مشرکین قرآن کی دعوت کے وقت اور قرأت کے وقت شور وغل کرتے ہوں گے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کہتے ہوں گے کہ تم شور وغل نہ کرو اور میری بات سنو اور مجھ سے قرآن سنو تو کیا وہ کفار آپؐ کی بات مانتے ہوں گے؟

ہرگز نہیں...... اب یہ آیت اتری تو آپؐ نے فرمایا ہوگا پہلے تو تم نہیں مانتے تھے اب تو قرآن کی آیت اتری ہے جو تمہیں چپ کروانا چاہتی ہے اب تو خاموشی سے میری دعوت کو اور قرآن کو سنو...... تو کیا مشرکین و کفار قرآن کو اللہ کی کتاب مان کر چپ کر گئے ہونگے؟...... ہرگز نہیں تو پھر یہ کیا بات ہوئی کہ قرآن کی یہ آیت کفار و مشرکین کو چپ کروانا چاہتی ہے مگر وہ چپ کرتے نہیں اور مسلمانوں کو یہ چپ کراتی نہیں...... تو پھر آیت کے نزول کا مقصد اور فائدہ کیا ہو اس طرح تو (العیاذ باللہ)

آیت بے مقصد ہو جائے گی۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں ثابت کیا ہے کہ جو لوگ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے ہیں وہ جمہور امت ہیں جن میں سلف اور خلف سب شامل ہیں اور قرآن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی انہی لوگوں کے ساتھ ہے اور...... یہ آیت کریمہ قرأت خلف الامام کی ممانعت میں اتری ہے!

احادیث

قرآن مجید کی آیت کریمہ آپ حضرات نے سن لی ...... اس کی تفسیر جو اصحاب رسول اور تابعینؒ نے فرمائی... آپ نے سماعت فرمائی... امام احمد بن حنبلؒ کا ارشاد گرامی اور غیر مقلدین کے ممدوح عالم ابن تیمیہ کا قول بھی ہم نے پیش کر دیا ہے

آیئے قرآن کے بعد اب صاحب قرآن سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشاد گرامی بھی اس سلسلہ میں سن لیجئے...... تاکہ معاملہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہو جائے اور سونے پر سہاگہ کا مصداق ہو جائے!

مشہور صحابی سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبے میں ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا اور فرمایا:

اِذَا كَبَّرَ الْاِمَامُ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمين

(مسلم ۱/۱۷۴، ابو داود ۱/۱۴۰، ابن ماجہ ۱/۶۱، مسند احمد ۴/۴۱۵، نسائی ۱/۱۰۷)

(تم میں سے کوئی شخص جب امام بنے) جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر ہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو!

اس حدیث کو امام مسلم نے صحیح کہا ہے امام مسلم کے علاوہ بے شمار محدثین اور امت

کے علماء نے اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے

اس ارشاد نبوی سے یہ بات ثابت اور واضح ہوئی کہ نماز میں قرأت کرنا امام کا فریضہ اور امام کا عمل ہے۔۔۔۔۔ اور مقتدیوں پر ضروری ہے کہ وہ خاموش رہیں اور کوئی قرأت نہ کریں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان کرنے سے پہلے بتا رہے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دین کی تعلیم دیتے ہوئے۔۔۔ اور نماز کا طریقہ سکھاتے ہوئے۔۔۔ یہ ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔۔ میں کہتا ہوں کہ اگر امام کے پیچھے مقتدی کا سورۃ الفاتحہ پڑھنا ضروری اور لازمی ہوتا۔۔۔ اور فاتحہ پڑھے بغیر نماز نامکمل ہوتی تو آپؐ نماز کا طریقہ سکھاتے ہوئے اسکی تعلیم لازماً دیتے۔۔۔ لیکن آپ پوری حدیث پڑھ لیں۔۔۔۔۔۔ آپؐ نے سورۃ الفاتحہ کے پڑھنے کا تذکرہ تک نہیں فرمایا بلکہ قرأت کرنا امام کا فریضہ بتلایا اور مقتدیوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا

پھر ذرا آپ حضرات حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیں اور انہیں سمجھنے کی کوشش کریں آپ فرما رہے ہیں:

جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْن کہے تو تم آمین کہو ۔۔۔۔۔ معلوم ہوا فاتحہ کی تلاوت کرنا امام کا فریضہ ہے اگر مقتدی کے لئے سورت فاتحہ کا پڑھنا لازمی اور ضروری ہوتا تو آپ فرماتے۔۔۔۔۔۔ جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْن کہے تو تم بھی غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْن کہو!۔۔۔ مگر آپ نے اس طرح نہیں فرمایا۔۔۔ غیر مقلدین بڑے مخمسے میں پھنس کر رہ گئے ہیں اور ان کیلئے اس حدیث اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ماننا بڑا کٹھن اور مشکل ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ وہ اس طرح کہ ایک غیر مقلد شخص نماز میں اس وقت شامل ہوا جب امام صاحب قرأت کرتے ہوئے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ

الْمُسْتَقِيْمِ پر پہنچ گئے تھے...... غیر مقلد نے نیت باندھ کر فاتحہ پڑھنی شروع کی یہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمِ پر پہنچا تو امام صاحب وَلَا الضَّآلِّيْنَ پر پہنچ گئے تھے...... اب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور حکم تو یہ ہے کہ امام وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو...... اب غیر مقلد کیلئے عجیب مسئلہ بن گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانتا ہے اور آمین کہتا ہے تو فاتحہ رہ جاتی ہے... اور اگر فاتحہ پڑھ کر آمین کہتا ہے تو امام انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح حکم کی واضح خلاف ورزی ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث بھی سن لیجئے تا کہ مسئلہ پوری طرح نکھر جائے اور واضح ہو جائے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ لَهُ اِمَامٌ وَ قِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ (مسند احمد ۳۳۹/۳، مصنف ابی شیبہ، کتاب القرأت بیہقی ۱۲۸) موطا امام محمد ۹۶)

جس شخص کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے!

غیر مقلدین حضرات کا کہنا یہ ہے کہ حنفیوں کے پاس اپنے مسلک کے لئے کوئی دلیل اور حدیث نہیں ہے میں نے حدیث کی مختلف کتابوں کے حوالے آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں اگر کسی شخص کی ابھی تسلی نہیں ہوئی تو ایک اور حدیث پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں!

اس حدیث کو امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب بخاری میں نقل فرمایا ہے۔

حضرت سیدنا ابو بکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ... (یہ فتح مکہ کے بعد جنگ طائف میں خدمت نبوی میں آئے اور ایمان قبول کیا) وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے تو انہوں نے بھی صف میں ملنے سے پہلے رکوع کر دیا... نماز کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا:

زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصاً وَلَا تَعُدْ (بخاری ۱/۱۰۸۔ ابوداؤد ۱/۹۹)

اللہ رب العزت تیرے حرص میں زیادتی کرے، آئندہ ایسا نہ کرنا......

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ آخری دور میں ایمان لانے والے صحابی ہیں اُن کا مسلک اور خیال یہ تھا کہ اگر سورت الفاتحہ نہ پڑھی جائے، اور آدمی رکوع میں امام کو پالے تو رکعت ہو جاتی ہے...... پھر جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے اسے دعا دیتے ہوئے صرف اتنا کہا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا یہ نہیں فرمایا کہ تو نے فاتحہ پڑھے بغیر رکوع کیا تیری نماز نہیں ہوئی...... یہ بھی نہیں فرمایا کہ نماز کا اعادہ کرو کیونکہ تم نے پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی... طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ نہیں کہ میرا سانس پھولا ہوا تھا (دوڑ کر رکوع میں ملے تھے) آپ نے نماز کے بعد فرمایا اَیُّکُمْ صَاحِبُ هٰذَا النَّفَسِ یہ سانس لینے کی آواز کس کی ہے؟

حضرت ابوبکرہؓ کہتے ہیں میں نے اس لئے صف میں ملنے سے پہلے رکوع کر دیا کہ خَشِیْتُ اَنْ تَفُوتَ رَکْعَةٌ مَعَكَ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں آپ کے ساتھ میری رکعت نہ فوت ہو جائے۔

آپ نے فرمایا لَا تَعُدْ آئندہ ایسا نہ کرنا کچھ علماء نے اسے لَا تُعِدْ بھی پڑھا ہے یعنی نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں تیری نماز مکمل ہوگئی

امام بیہقیؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَدْرَكَ الرُّكُوْعَ مَعَ الْاِمَامِ فَقَدْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ

(سنن الکبریٰ ۲/۹۰)

جس شخص نے امام کے ساتھ رکوع پالیا اس نے وہ رکعت پالی

امام الانبیاء کا آخری عمل حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

سے ایک روایت احادیث کی معتبر کتب میں موجود ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مسجد نبوی کی امامت کیلئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تھا...... ایک دن آپؐ کی طبیعت کچھ بحال ہوئی تو دو آدمیوں کے سہارے مسجد نبوی میں تشریف لائے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے آپؐ صفوں میں سے گذرتے ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں جا پہنچے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے... اور ان کی جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔

(سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق تھا بھلا آپؐ کی موجودگی میں وہ مصلے پر کیسے کھڑا ہو سکتا تھا...... یہ تو آج کا عاشق ہے جو کہتا ہے دم بدم پڑھو درود کہ حضرت بھی ہیں یہاں موجود...... وہ آپ کو حاضر و ناظر مان کے مصلے پر خود کھڑا رہتا ہے۔

آپؐ نے یہ نماز بیٹھ کر پڑھائی بیماری کی نقاہت اور کمزوری کی وجہ سے آپ بلند آواز سے قرأت نہیں فرما سکتے تھے، اس لئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں تک آواز پہنچانے کے لئے مکبر کا فریضہ سرانجام دیا...... نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرنے کے بعد قرأت کو اسی جگہ سے شروع فرمایا جہاں سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قرأت کو چھوڑا تھا۔

ابن ماجہ میں ہے:

وَاَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ مِنَ الْقِرَاءَة مِنْ حَيْثُ كَانَ بَلَغَ اَبُوْ بَكْرٍ (ابن ماجه ۸۸)

اللہ کے رسول نے قرأت کو وہاں سے شروع فرمایا جہاں تک ابوبکر پہنچ چکے تھے!

مسند احمد میں ہے:

فَقَرَأَ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي بَلَغَ اَبُو بَكْرٍ مِنَ السُّوْرَةِ

(مسند احمد ۲۰۹/۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ سے قرأت شروع فرمائی جس جگہ تک ابو بکر پہنچے تھے۔

اس حدیث سے واضح ہو کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نماز جو مسجد نبوی میں ادا ہوئی...... یہ زندگی کی آخری نماز ہے جو مسجد نبوی میں پڑھی... اسمیں آپؐ نے فاتحہ نہیں پڑھی...... اگر آپؐ کی یہ نماز بغیر سورت فاتحہ پڑھے صحیح اور درست تھی تو ہم احناف کی نمازیں بھی امام کی اقتداء میں بغیر فاتحہ پڑھے صحیح اور درست ہیں!

اقوال و آثار صحابہ

دین اسلام میں اور شریعت محمدیہ میں قرآن وسنت کے بعد دینی مسائل اور مذہبی امور میں جن شخصیات کی طرف نگاہیں اٹھتی ہیں وہ شمع نبوت کے پروانے اور اصحاب رسول کی عظیم جماعت ہی ہو سکتی ہے......

اصحاب رسولؐ کی مقدس جماعت ہمارے لئے عملی نمونہ ہیں جب بھی کتاب وسنت کی تفسیر میں اختلاف ہوتا ہے تو امت کے لئے صحابہ کرام کا فیصلہ آخری اور حتمی فیصلہ تصور کیا جائیگا!

حضرت موسیٰ بن عقبہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اِنَّ اَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ كَانُوْا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ (مصنف عبد الرزاق ۱۳۸/۱)

حضرت ابو بکر، عمر، عثمان امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے

...... امام محمدؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

لَيْتَ فِي فَمِ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ حَجَرًا (موطا امام محمد ۹۸)

جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہو کاش اس کا منہ پتھروں سے بھر دیا جائے!

دار قطنی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَدْ اَخْطَأَ الْفِطْرَةَ (دار قطنی ۱/۱۶۹)

جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت کے خلاف کام کیا!

مشہور صحابی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ امام کے ساتھ مقتدی کو بھی قرأت کرنی چاہیے؟

تو انہوں نے فرمایا:

لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ (مسلم ۲۱۵، نسائی ۱/۱۱۱)

امام کے ساتھ کسی چیز میں قرأت نہیں!

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ صَلّٰی رَکْعَةً لَمْ یَقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ یُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ (ترمذی ۴۲، موطا امام مالک ۲۸)

جس شخص نے نماز میں فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے ہو تو فاتحہ نہ پڑھے!

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

مَا اَرَی الْاِمَامَ اِذَا اَمَّ الْقَوْمَ اِلَّا قَدْ کَفَاهُمْ (نسائی ۲/۹۳)

امام جب کسی قوم کی امامت کرے تو میرا خیال ہے کہ اس کی قرأت مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے!

مشہور صحابی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک عمل موطا امام محمد میں علقمہ بن قیسؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ:

اِنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ کَانَ لَا یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْمَا یَجْهَرُ فِیْهِ وَفِیْمَا یُخَافِتُ فِیْهِ (موطا امام محمد ۹۶)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے نہ جہری نمازوں میں اور نہ ہی سری نمازوں میں!

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا ہے اَقْرَأُ وَالْاِمَامُ بَیْنَ یَدَیَّ امام کے پیچھے میں قرأت کروں؟ قَالَ لَا تو انہوں نے فرمایا: نہیں

سامعین گرامی قدر! میں کتنے صحابہ کرام کا تذکرہ کروں جو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے اور قرأت کرنے کے قائل نہیں تھے اور وہ امام کی قرأت کو مقتدی کے لئے کافی سمجھتے تھے...

امام ابن قدامہ نے متعدد سندوں کے ساتھ سیدنا علی، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابن مسعود، حضرت ابوسعید، سیدنا زید بن ثابت، حضرت عقبہ بن عامر، سیدنا جابر، سیدنا ابن عمر اور حضرت حذیفہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کی روایات نقل کی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ نے جزء القراۃ میں یہ بات تسلیم کی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا ابن عمر، حضرت زید بن ثابت، سیدنا سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوالدرداؑ اور سیدنا حذیفہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)... امام کے پیچھے قرأت کرنے کے قائل نہیں تھے!

مشہور محدث بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری میں سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، حضرت عثمان، سیدنا علی، حضرت عبدالرحمان بن عوف، سیدنا سعد بن ابی وقاص حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عباس (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حضرات امام کے پیچھے قرأت کے قائل نہیں تھے!

یہاں تک کہ مشہور تابعی امام عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَدْرَکْتُ سَبْعِیْنَ بَدْرِیًّا کُلُّهُمْ یَمْنَعُوْنَ الْمُقْتَدِیَ عَنِ

اَلْقِرَأَةِ خَلْفَ الْاِمَامَ (روح المعانی ۱۳۵/۱)

میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا ہے کہ وہ مقتدی کو امام کے پیچھے پڑھنے سے منع کیا کرتے تھے!

میں نے مختصر سے وقت میں آپ حضرات کے سامنے قرآن مجید کی آیت کریمہ سے ثابت کیا کہ قرآن کی قرأت کے وقت خاموشی سے اسے سننا چاہیئے صحابہ کرام کے اقوال سے ثابت کیا کہ یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں ہے پھر میں نے کئی احادیث بیان کیں جن سے واضح ہو رہا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنے کی ضرورت نہیں ہے!

پھر میں نے مختلف صحابہ کرام کے اقوال اور اُن کے عمل سے ثابت کیا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت کے قائل نہیں تھے

اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ مقتدی کے لئے فرض ہے اور لازم ہے کہ وہ ہر نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھے تو وہ شخص جہاں کتاب اللہ کی مخالفت کر رہا ہے وہ اجماع امت کا بھی انکاری ہو رہا ہے

پھر دیدہ دلیری کرتے ہوئے یہ کہنا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز باطل اور مردود ہے یہ تو تمام امت کی نمازوں کو باطل قرار دینے کے مترادف ہے

ایسے کم عقل اور غیر محتاط حضرات دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ جن صحابہ کرام اور آئمہ کا تذکرہ میں نے ابھی کیا ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرأت کے قائل نہیں تھے کیا ان صحابہ کرام کی نمازیں باطل اور مردود تھیں......؟ کیا امام احمد بن حنبلؒ اور ابن تیمیہؒ کی نمازیں غیر مقبول تھیں؟

اگر ایسے ایسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت حضرات کی نمازیں باطل ہیں تو ہمیں

ان کی باطل نمازیں تمہاری مقبول نمازوں سے زیادہ پسندیدہ ہیں کیونکہ حکم ملا ہے کہ ان کی اقتدار اور پیروی کرو اور ہم بھی خلوص دل سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اللہ رب العزت ہمیں ان ہی کے بتلائے ہوئے راستے اور طریقۂ کار پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے!

جو شخص ایسے بلند مرتبہ شخصیات جن کی تعریفیں قرآن کرتا ہے ان کی نمازوں کے متعلق کہتا ہے کہ باطل تھیں میں کہتا ہوں یہ کہنا تو دور کی بات ہے یہ تصور کرنے والا بھی یا تو پرلے درجے کا احمق ہے یا انتہائی درجے کا متعصب ہے!

فریق مخالف کے دلائل پر بحث

سامعین محترم! اب تک آپ حضرات کے سامنے میں نے وہ دلائل بیان کیے ہیں جو احناف کے علماء پیش کرتے ہیں اور یہ دلائل مسلک حنفیہ کی بنیاد ہیں اب میں آپ کی تھوڑی سی توجہ اُن دلائل کیطرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو فریق مخالف پیش کرتا ہے!

یقین جانئے اس مسئلے پر غیر مقلدین کے پاس قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس سے اشارۃً اور کنایۃً بھی ثابت ہو رہا ہو کہ امام کے پیچھے مقتدی کو قرأت کرنا اور خاص کرکے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری اور لازمی ہے!

فریق مخالف جتنی حدیثیں اور روایات پیش کرتا رہے ان سب کی اصل بنیاد حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جو بخاری، مسلم سمیت صحاح ستہ کی تمام کتب میں موجود ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں

لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (بخاری ۱/۱۰۴)

جس شخص نے فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی!

اس حدیث کو فریق مخالف بڑے زور شور سے بیان کرتا ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر صغرے کبرے ملاتا ہے اور امت کے کثیر لوگوں کی نماز کو باطل قرار دیتا ہے!

اس سلسلہ میں پہلی بات ذہن میں یہ رکھیں کہ اسلام اور دین میں سب سے اہم اور قطعی دلیل قرآن ہے اور اس بات پر سب صحابہ کرام اور تابعین کا اتفاق ہے کہ جو حدیث قرآن سے ٹکرا جائے یعنی قرآن کچھ کہتا ہو اور حدیث اسکے خلاف کہتی ہو تو اس حدیث کی تاویل کریں گے یعنی اس حدیث کا ایسا معنی کریں گے جو قرآن کے مطابق ہو جائے ورنہ حدیث کو چھوڑ دیں گے اور قرآن کی بات کو تسلیم کر لیں گے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس اصول کے تحت کئی احادیث میں تاویل کی ہے!

مشہور حدیث ہے کہ لوگوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے اس کی تاویل کرتے ہوئے قرآن کی اس آیت سے استدلال کیا:

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی

کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اسی طرح بدر میں مارے گئے کفار سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب کیا صحابہ کرامؓ نے پوچھا یارسول اللہ کیا یہ مردے سن رہے ہیں آپؐ نے فرمایا اس وقت جو باتیں میں ان سے کر رہا ہوں یہ اُن کو سن رہے ہیں سیدہ عائشہؓ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے اس میں تاویل کی اور سماع کو علم کے معنی میں لیا اور دلیل میں قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی (روم نمل)

یقیناً آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے!

یہ اصول اور یہ ضابطہ اور یہ قانون اگر آپ نے سمجھ لیا ہے تو اس کی روشنی میں سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ فاتحہ کی بغیر نماز نہیں ہوتی!

میں آپ کے سامنے سورۃ الاعراف کی آیت پیش کر چکا ہوں کہ قرآن پڑھا جائے تو چپ کرو اور اُسے غور سے سنو!

اس آیت کو دلیل اور بنیاد و معیار بنا کر ہم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں تاویل کریں گے کہ یہ حکم مقتدی کے لئے نہیں ہے بلکہ اس شخص کیلئے ہے جو امام بنا، یا اس شخص کیلئے ہے جو اکیلے نماز پڑھ رہا ہے اور جب وہ شخص امام کے پیچھے کھڑا ہوگا تو قرآن کی اس آیت پر عمل ہوگا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے خاموشی اختیار کر کے غور سے سنو!

یہ تاویل اور حدیث کا یہ معنی میں نے نہیں کیا احناف کے دیگر علماء کرام نے نہیں کیا بلکہ خود اسی حدیث کے الفاظ سے۔۔۔ یہ معنی واضح اور ثابت ہو رہا ہے!

اس حدیث کو زُہری سے نقل کرنے والے کئی حضرات ہیں سفیان بن عینیہؒ، یونس، معمر، اوزاعی وغیرہ ان حضرات میں سے معمر جب روایت کرتا ہے تو ان الفاظ کے ساتھ روایت کرتا ہے:

لَا صَلٰوۃَ لِمَن لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ فَصَاعِدًا (مسلم ۱/۱۶۹)

جو شخص سورۃ فاتحہ اور فاتحہ کے ساتھ کچھ اور نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی مسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کچھ اور قرآن پڑھنا بھی لازم اور ضروری ہے اگر اس حکم کو عام مان لیں تو پھر مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ کے علاوہ قرآن کا کچھ حصہ پڑھنا ضروری ہوگا حالانکہ غیر مقلدین بھی اسکے قائل نہیں ہیں!

اس لئے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ حکم امام یا اس نمازی کیلئے ہے جو تنہا نماز پڑھ رہا ہو۔۔۔۔۔۔ مقتدی کیلئے یہ حکم نہیں ہے!

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک راوی سفیان بن عینیہ کا ایک قول ابو داؤد نے اس حدیث کے ساتھ ہی نقل فرمایا ہے

قَالَ سُفْيَانُ لِمَنْ يُّصَلِّی وَحْدَہٗ (ابو داود ۱/۱۲۶)
سفیان بن عینیہ کہتے ہیں یہ حکم اس شخص کیلئے جو اکیلا نماز پڑھے!

اب تو اس حدیث کے ایک راوی نے خود حدیث کا مفہوم اور مقصد واضح کر دیا کہ اس حدیث میں جو فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے وہ مقتدی کیلئے نہیں ہے بلکہ اس نمازی کیلئے ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو!

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل فرمایا ہے ذرا اسے بھی غور سے سن لیں:

لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ اِذَا کَانَ وَحْدَہٗ

(ترمذی ۱/۴۲)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ کے اس ارشاد "فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی" اس کا مقصد و مفہوم یہ ہے کہ جب تنہا نماز پڑھ رہا ہو (یعنی مقتدی کو یہ حدیث شامل نہیں ہے)

امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کمال اور خوبی یہ ہے کہ وہ کوئی مسلک وضع کرنے سے پہلے قرآن مجید کو سامنے رکھتے ہیں پھر تمام احادیث کو بھی سامنے رکھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ قرآن مجید اور تمام حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

انہوں نے فرمایا جب نمازی امام ہو یا اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ والی حدیث پر عمل ہو گا اور فاتحہ کے بغیر نماز نامکمل ہو گی اور جب نمازی کسی امام کا مقتدی ہو گا تو قرآن کی اس آیت پر عمل پیرا ہو گا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا...... اور اس حدیث پر عمل پیرا ہو گا ......اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا جب امام پڑھے تو تم چپ کرو۔

حنفی تمام حدیثوں پر عمل کریں تو یہ پھر حدیث کے مخالف اور محمدی طریقے سے رو

گردانی کرنے والے سمجھے جائیں اور جو لوگ ایک حدیث جو خبر واحد ہے اس پر عمل کا دعویٰ کر کے قرآن کی آیت سے اعراض کریں اور دوسری تمام حدیثوں سے دور رہیں تو پھر بھی اہلحدیث کہلائیں۔ ع

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

ایک اور روایت غیر مقلدین اپنے مسلک کی تائید میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں یہ ذکر ہے کہ امام الانبیاء رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ فاتحہ کے بغیر امام کے پیچھے کچھ اور نہ پڑھا کرو! اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے!

اس روایت کا ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جس کے متعلق امام نسائیؒ کہتے ہیں

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ وہ قوی نہیں ہے دارقطنی کا قول ہے

لَا يُحْتَجُّ بِهٖ اس کی روایت حجت نہیں ہو سکتی

سلیمان عینی کہتے ہیں وہ کذاب ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں: هُوَ دَجَّالٌ مِنَ الدَّجَاجِلَةِ

(میزان الاعتدال ۳/۴۶۹)

محمد بن اسحاق دجالوں میں سے ایک دجال ہے:

سامعین محترم! جس روایت کے بل بوتے پر غیر مقلدین تمام امت کی نمازوں کو باطل اور مردود قرار دے رہے ہیں اس روایت کا حال آپ نے سن لیا اوّل تو وہ خبر واحد ہے پھر اسمیں ایک نہیں بلکہ دو راوی مُدلس ہیں۔

پھر محمد بن اسحاق راوی کی تصویر بھی آپ نے محدثین کے آئینے میں دیکھ لی ہے۔۔۔۔۔ ایسی کمزور اور ضعیف روایت کو قرآن کی آیت کے مقابلے میں اور دوسری مستند احادیث کے مقابلے میں پیش کرنے کا نام اگر علم حدیث ہے۔۔۔ اور اس قسم کی

کمزور روایات کو پسند اور قبول کرنے والے اگر اہل حدیث کہلاتے ہیں...... تو اللہ رب العزت امت مسلمہ کو اُن کے سائے سے بھی محفوظ رکھے...... اور اللہ رب العزت ہم سب کو اصحاب رسول ، تابعین اور آئمہ مجتہدین اور محدثین کے ساتھ دلی محبت اور ان کے راستے پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

وما علینا الا البلاغ المبین

سورۃ الفاتحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۵ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

سامعین گرامی قدر! گزشتہ خطبات میں بڑی تفصیل کے ساتھ میں ثناء، تعوذ اور تسمیہ پر روشنی ڈال چکا ہوں امام کے پیچھے مقتدی کا سورۃ الفاتحہ کی قرأت نہ کرنا ...... اسے بڑی وضاحت اور وزنی دلائل سے ثابت کر چکا ہوں...

اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ اور تفسیر بیان کرنا چاہتا ہوں... مگر ضروری سمجھتا ہوں کہ سورۃ الفاتحہ کی تفسیر اور مفہوم بیان کرنے سے پہلے سورۃ الفاتحہ کی عظمت و فضیلت اور سورۃ الفاتحہ کے مختلف اسماء اور نام آپ کے سامنے بیان کروں۔

سورۃ الفاتحہ کی سب سے بڑی عظمت اور خوبی یہ ہے کہ اسے قرآن مقدس کے آغاز میں جگہ ملی جس طرح ایک کتاب کی ابتدا میں فہرست دیباچہ اور آئینہ ہوتا ہے جسمیں اس کتاب کے مضامین کا اجمالاً ذکر ہوتا ہے اسی طرح سورۃ الفاتحہ پورے قرآن کا مقدمہ، دیباچہ اور آئینہ ہے اسی آئینے میں پورے قرآن کے مضامین اور

مسائل کو دیکھا جا سکتا ہے!

فضیلت فاتحہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الفاتحہ کو سب سے عظیم سورۃ فرمایا ہے...... حضرت ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ دوران نماز امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب سے گذرے اور مجھے آواز دی میں چونکہ نماز میں مشغول اور مصروف تھا نماز کے بعد حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا... مَا مَنَعَكَ اَنْ تَأْتِيَ میرے پاس آنے سے تجھے کس چیز نے روکا میں نے کہا...... كُنْتُ اُصَلِّي يَا رَسُوْلَ الله ! میں نماز پڑھ رہا تھا آپؐ نے فرمایا کیا اللہ رب العزت کا یہ فرمان نہیں ہے۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ

(الانفال ۲۴)

اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر ایمان والو فوراً حاضر ہو جاؤ!

پھر آپؐ نے فرمایا مسجد سے باہر نکلنے سے پہلے میں تجھ کو قرآن مجید کو سب سے عظیم سورۃ کی تعلیم دونگا... مسجد سے نکلنے لگے تو آپؐ نے فرمایا: وہ سورۃ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ہی سبع مثانی اور یہی قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔

ایک اور حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بلایا... وہ اس وقت نماز پڑھنے میں مصروف تھے... نماز پڑھنے کے بعد حاضر خدمت ہوئے تو ان سے بھی آپؐ نے یہی فرمایا کہ تم نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ اللہ اور اللہ کا رسول تمہیں بلائے تو اسی وقت حاضر ہو جاؤ!

پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم پسند کرتے ہو کہ میں تم کو ایسی سورت کی تعلیم دوں کہ...... مَا اُنْزِلَتْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْاِنْجِيْلِ وَالزَّبُوْرِ وَالْقُرْاٰنِ مِثْلُهَا...... جس سورت جیسی سورۃ نہ تورات میں اتری، نہ انجیل میں، نہ زبور

میں نہ قرآن میں۔۔۔۔۔۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی سورت ضرور بتلائیے!
آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے۔۔۔۔۔۔
ام القرآن (فاتحہ) جیسی سورت نہ تورات میں اتری، نہ انجیل میں نازل ہوئی، نہ زبور میں اور نہ قرآن میں۔۔۔ یہ سبع مثانی ہے۔۔۔ اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا۔
(ترمذی: ص ۱۱۱ ج:۲)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:
ایک دفعہ ہم امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے اس وقت حضرت جبریل امین بھی آپ کے ہاں حاضر تھے کہ اچانک انہوں نے اوپر سے ایک آواز سنی اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:
هٰذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قُطُّ اِلَّا الْيَوْمَ
یہ آسمان کا ایک ایسا دروازہ ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا جبریل امین کہنے لگے۔۔۔
هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ یہ فرشتہ جو زمین کی طرف اتارا گیا آج سے پہلے کبھی نہیں اترا۔۔۔۔۔۔ اس فرشتے نے آگے بڑھ کے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ۔۔۔ مجھ خاص فرشتے کو اللہ رب العزت نے مخصوص دروازے سے آپ کے لئے خصوصی تحفہ دے کر بھیجا ہے۔۔۔ اَلْبَشِّرْ بِنُوْرَيْنِ اللہ کی طرف سے آپ کو دو نوروں کی خوشخبری ہو۔۔۔ وہ دو نور ایسے ہیں جو صرف آپ کو عطا ہوئے ہیں۔۔۔ آپ سے پہلے کسی نبی کو عطاء نہیں ہوئے۔۔۔ سبحان اللہ۔۔۔ آسمان کا وہ دروازہ صرف آج کھلا۔۔۔ آنے والا فرشتہ صرف آج اترا۔۔۔ اور تحفہ صرف میرے نبی کو عطاء ہوا۔۔۔ دو نور ایک نور سورۃ الفاتحہ اور دوسرا نور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات۔۔۔ آپ ان میں سے جس حرف کو بھی پڑھیں

گے وہ چیز آپ کو عطا کردی جائیگی۔ (مسلم ص:۱/۲۷)

سورۃ الفاتحہ کے اسماء سامعین گرامی قدر! اب تک جو کچھ آپ حضرات نے سنا... وہ سورۃ الفاتحہ کی عظمت اور فضیلت کے بارے میں تھا اب میں آپ کے سامنے اس سورۃ کے چند مخصوص اور مشہور ناموں کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں!

بعض مفسرین نے سورۃ الفاتحہ کے بتیس نام ذکر کئے ہیں اور کچھ مفسرین نے اس سورۃ کے چھبیس نام گنوائے ہیں!

یہ بات یاد رکھیئے کہ کسی چیز کے زیادہ نام، اس چیز کی فضیلت و عظمت اور شرف و مرتبہ پر دلالت کرتے ہیں ناموں کی کثرت سے بھی معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ بڑے مرتبے، بڑے شرف اور مقام والی سورۃ ہے۔

فاتحۃ الکتاب اس سورۃ کا سب سے مشہور نام، سورۃ فاتحہ ہے فاتحہ کا معنی ہے کھولنے والی، ابتداً و آغاز چونکہ قرآن مجید کا افتتاح اور آغاز اسی سورت سے ہورہا ہے قرآن کھولیں تو سب سے پہلے یہی سورت آتی ہے اس لئے اس کا نام فاتحۃ الکتاب رکھا گیا نیز نماز میں قرأت کا آغاز اور افتتاح بھی اسی سورۃ سے ہوتا ہے اس لئے بھی اس کو سورۃ الفاتحہ کا نام دیا گیا ہے!

سورۃ الکنز ایک نام سورۃ الفاتحہ کا سورۃ الکنز بھی ذکر کیا گیا ہے کنز کا معنی ہے خزانہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُعْطِیْتُ مِنْ خَزَآئِنِ الْعَرْش مجھے عرش کے خزانوں میں سے تین خزانے عطا کئے گئے ایک سورۃ الفاتحہ، دوسرا آیۃ الکرسی اور تیسرا خزانہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے

السبع المثانی سورۃ الفاتحہ کا ایک نام السبع المثانی بھی ہے سبع کا معنی ہے سات اور مثانی کا معنی ہے بار بار دہرائی جانے والی یعنی ایسی سورت جس کی سات آیات بار بار پڑھی جاتی ہیں! یا المثانی اس سورۃ کو اس لئے کہتے ہیں کہ اس سورت کے ایک حصے میں

اللہ کی حمد وثناء ہے یعنی سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لے کر اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ تک اور دوسرے حصے میں اللہ رب العزت سے دعا ہے یعنی اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے لیکر وَلَا الضَّآلِّیْنَ تک!

یا اس سورۃ کو مثانی اس لیئے کہتے ہیں کہ یہ دومرتبہ نازل ہوئی ہے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں اور دوسری دفعہ مدینہ منورہ میں نازل فرمائی گئی!

سورۃ الدعاء چونکہ سورۃ الفاتحہ میں ایک عظیم دعا کا تذکرہ ہوا ہے یعنی اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہمیں سیدھے راستے پر چلائے رکھ سیدھے راستے پر استقامت بخش...... اس لئے اس کا ایک نام سورۃ الدعاء بھی ہے۔ مشہور صحابی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَفْضَلُ الدُّعَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام ذکرواذکار میں سب سے بہترین ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ہے اور تمام دعاؤں میں افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰه ہے۔

سورۃُ الْاَسَاس سورۃ کا ایک نام سورۃُ الْاُسَاس بھی ہے اساس کے معنی بنیاد ہے ہیں چونکہ اس سورۃ کے مضامین پورے قرآن کیلئے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے اس سورۃ کو سورۃُ الْاُسَاس کہتے ہیں۔

سورۃ الشفاء سورۃ الفاتحہ کا ایک نام سورۃ الشفاء بھی ہے یہ مبارک سورۃ انسان کے جسم کو لگنے والی بیماریوں کے لئے بھی شفاء ہے اور یہ سورۃ انسان کی روح اور سینے میں لگنے والے روگ (شرک وکفر) کے لئے بھی شفاء ہے ویسے تو سارے کا سارا قرآن شفاء ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ

(بنی اسرائیل ۸۲)

ہم قرآن اتارتے ہیں جس میں مومنوں کے لئے رحمت اور شفاء ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ (یونس ۵۸)

اے لوگوں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت پہنچ چکی ہے اور سینوں کے روگوں کیلئے شفاء پہنچ چکی ہے!

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۃ الفاتحہ میں ہر بیماری کے لئے شفاء موجود ہے: سنن دارمی ص: ۳۲۰، ج:۲)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد سنیئے گا:

إِذَا وَضَعْتَ جَنْبَكَ عَلَى الْفِرَاشِ وَقَرَأْتَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فَقَدْ أَمِنْتَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا الْمَوْتَ

(درمنثور ۵/۱)

جب تو سونے کے لئے بستر پر آئے اور سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الاخلاص پڑھ لے تو وہ شخص موت کے علاوہ ہر دکھ اور مصیبت سے محفوظ ہو گیا!

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم ایک گاؤں میں پہنچے تو انہوں نے ہماری مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا... ہم ابھی وہیں تھے کہ وہاں کے ایک سردار کو بچھو نے ڈس لیا... وہ درد سے کراہنے لگا... اس گاؤں کے لوگوں نے ہمیں نیک اور صالح سمجھ کر درخواست کی کہ اگر آپ لوگ بچھو کے کاٹے پر دم کرنا جانتے ہو تو ہمارے سردار کو دم کر دو...... ایک صحابی نے کہا دم کرنا تو جانتا ہوں مگر دم کرنے کے عوض میں تیس بکریاں لونگا...... اس صحابی نے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا اور اللہ رب العزت نے اس سردار کو شفا عطا فرمائی... امام الانبیاء کے سامنے اس بات کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا بکریاں آپس میں تقسیم کر لو اور اسمیں

میرا حصہ بھی رکھنا۔ (بخاری: ص ۸۵۵، ج: ۲، ترمذی ص: ۲۷، ص: ۲)

سورۃ الصلوٰۃ سورۃ الفاتحہ کا ایک نام سورۃ الصلوٰۃ بھی رکھا گیا ہے یعنی نماز والی سورت۔ ۔ ۔ میں نے گذشتہ جمعۃ المبارک کے خطبے میں ایک حدیث آپ حضرات کے سامنے بیان کی تھی کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ عَبْدِيْ نِصْفَيْنِ

میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر لیا ہے!

اس کی تفصیل میں بیان کر چکا ہوں۔

سورۃ الکافیہ اس سورت کا ایک نام سورۃ الکافیہ بھی ہے یعنی بندے کے عقائد و نظریات کی اصلاح کے لئے یہی ایک سورۃ کافی ہے۔

ایک نام اس سورۃ کا سورۃ النور بھی ہے، ایک نام سورۃ الاحسان ہے، ایک نام سورۃ السؤال بھی ہے، سورۃ المناجاۃ بھی ہے، سورۃ الواقیہ بھی ہے، ایک نام سورۃ الشافیہ بھی ہے، سورۃ الشکر بھی ہے!

مگر میں صرف دو ناموں سے بحث اور گفتگو کروں گا۔

ایک اُمُّ القرآن اور دوسرا نام تعلیم المسئلہ ہے۔

اُمُّ القرآن سورۃ الفاتحہ کا ایک نام اُمُّ الکتاب اور اُمُّ القرآن بھی رکھا گیا ہے اُم کا معنی بنیاد، اصل، مرکز، مغز اور نچوڑ کے ہیں چونکہ یہ سورت پورے قرآن کے مضامین کی جامع ہے پورے قرآن کے مسائل کا آئینہ ہے پورے قرآن کے موضوعات کی بنیاد اور اصل ہے پورے قرآن کی تعلیم کا خلاصہ اور نچوڑ ہے اس لئے اس کا نام اُمُّ القرآن رکھا گیا ہے اُم کے لفظی معنی ماں ہے پھر اُمُّ القرآن کا معنی ہوگا پورے قرآن کی ماں جس طرح ساری اولاد ماں کے پیٹ سے باہر نکلتی ہے اسی طرح تمام قرآن کے مضامین سورۃ الفاتحہ سے نکلے ہیں سورۃ الفاتحہ کا ایک نام اَساسُ القرآن بھی اسی

لئے کہا گیا ہے کہ سورۃ الفاتحہ کو پورے قرآن سے وہی نسبت ہے جو نسبت بیج کو درخت کے ساتھ ہوتی ہے سارے درخت کا اور درخت کے تنے، پتے، پھل اور پھول کا جس طرح بیج کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اسی طرح پورے قرآن کے مضامین کا تعلق سورۃ الفاتحہ کے ساتھ ہے! میں چاہتا ہوں کہ اُمّ القرآن کے اس مفہوم کی ذرا وضاحت کروں۔

شیخ الاسلام حضرت عثمانیؒ کی رائے

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ پورے قرآن مجید میں قرآن کے تیس پاروں میں قرآن کی چھ ہزار چھ سو سے زائد آیات میں اللہ رب العزت نے چھ مضمون بیان فرمائے ہیں ایک توحید، دوسرا مضمون رسالت، تیسرا مضمون قیامت، چوتھا مضمون احکام، پانچواں مضمون ماننے والو کے حالات اور چھٹا مضمون نہ ماننے والوں کے حالات۔ اللہ رب العزت نے ان چھ کے چھ مضامین کو سورۃ الفاتحہ میں اجمالاً بیان فرمایا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں توحید والا مضمون بیان ہوا مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ میں قیامت والا مضمون بیان ہوا اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں احکام والا مضمون بیان ہوا اور اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ میں رسالت کا مضمون بیان ہوا، اس لئے کہ مُنْعَمْ عَلَیْهِمْ میں چار جماعتیں شامل ہیں جن میں سرفہرست انبیاء کرام ہیں جس طرح قرآن مجید میں اس کو بیان کیا گیا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ الصَّالِحِیْنَ (نساء) پھر اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ میں ماننے والوں کے احوال کا تذکرہ بھی ہے یعنی ماننے والوں کو ہر قسم کے انعامات سے مالا مال کیا جائے گا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں نہ ماننے والوں کا تذکرہ ہے اس طرح یہ سورت قرآن مجید کے تمام مضامین و مسائل کا خلاصہ اور نچوڑ ہے اس لئے اس کو اُمُّ الْقُرْاٰن کے حسین نام

کے ساتھ موسوم کیا گیا۔

رئیس المفسرین مولانا حسین علیؒ کی رائے

رئیس المفسرین، قدوۃ السالکین مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال اور رائے یہ ہے کہ قرآن مجید مضامین کے لحاظ سے چار حصوں میں تقسیم ہے۔۔۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ ہر حصہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سے شروع ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔ قرآن مجید کا پہلا حصہ سورۃ الفاتحہ سے شروع ہوتا ہے اور سورۃ مائدہ کے آخر تک جاتا ہے اس حصے میں زیادہ تر مضمون یہ بیان ہوگا کہ خَالِقُ لِکُلِّ شَیْءٍ یعنی ہر چیز کا پیدا کرنے والا صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے۔۔۔۔۔۔ دوسرا حصہ سورۃ انعام سے شروع ہو کر بنی اسرائیل پر ختم ہوتا ہے اس حصے میں زیادہ تر مضمون یہ بیان ہوگا کہ پیدا کرنے کے بعد ہر شیٔ کی تربیت کرنے والا اور ہر چیز کو حد کمال تک پہنچانے والا اور پالنے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔۔۔۔۔۔ تیسرا حصہ سورۃ کہف سے شروع ہوتا ہے اور سورۃ احزاب تک چلا جاتا ہے اس حصے میں زیادہ تر یہ مضمون بیان ہوگا کہ مالک ومختار اور متصرف صرف اللہ رب العزت ہے تخت شاہی پر وہ خود قابض ہے۔۔۔۔۔۔ برکتیں عطا کرنے والا صرف وہی ہے، اس نے اپنا کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کیا۔

چوتھا حصہ سورۃ سبا سے شروع ہو کر قرآن مجید کے آخر تک ہے اس حصے میں زیادہ زور اس حقیقت کو سمجھانے پر صرف کیا گیا کہ قیامت کا دن ضرور آئے گا۔۔۔۔۔۔ اور اس دن تمام تر اختیار اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہوگا اور اس کے آگے کوئی جبری اور زوروالی شفاعت نہیں کر سکے گا۔۔۔۔۔۔ ان چاروں مضامین کو جو قرآن کے اوراق اور صفحات میں پھیلے ہوئے ہیں ان کو اجمالاً اور اختصار کے ساتھ سورۃ الفاتحہ میں بیان کیا گیا ہے۔

پہلا مضمون کہ ہر شیٔ کو پیدا کرنے والا اللہ ہے اسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں اشارۃً

بیان فرمایا یہاں اللہ کے ذاتی نام سے مشہور وصف خالق مراد ہے عربی زبان میں ذات بول کے وصف مراد لینا عام ہے جیسے کہتے ہیں لِكُلِّ فِرْعَوْنٍ مُوْسٰى ہر فرعون کیلئے موسیٰ ہوتا ہے یعنی ہر ظالم و جابر کے سامنے حق بیان کرنے والا ہوتا ہے ...... ویسے بھی مشرکین عرب اللہ رب العزت کی صفت خالقیت کے معترف اور قائل تھے ! (دیکھئے سورۃ زخرف: ۸۷، لقمان: ۲۵)

قرآن کے مضامین کا دوسرا حصہ ربوبیت والا کہ ہر شئ کو پالنے والا اللہ ہے اس مضمون کو رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (مالکیت والا) میں مختصر طور پر بیان فرمایا۔ مختار اور مالک صرف اللہ ہے اسے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں بیان فرمایا اس لئے کہ انتہائی رحمت اور غایت درجہ کی شفقت، مہربانی بادشاہوں کی صفات ہیں۔

چوتھے مضمون کو (نفی شفاعت غالبہ) کہ اللہ کے سامنے قیامت کے دن بھی کوئی جبری سفارش کرنے والا کوئی نہیں ہوگا قیامت کے دن کا بلا شرکت غیرو ہی مالک ہے اس مضمون کو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں بیان فرمایا حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تفسیر اور رائے سے یہ بات معلوم ہوئی اور یہ حقیقت واضح ہوئی کہ قرآن مجید مضامین کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے اللہ رب العزت نے اس سمندر کو سورۃ الفاتحہ کے کوزے میں بند کر دیا ہے سورۃ الفاتحہ پورے قرآن کا ...... نچوڑ، خلاصہ اور بنیاد ہے اس لئے اس کو اُمُّ القُرآن کہتے ہیں

تعلیم المسئلہ سورۃ الفاتحہ کا ایک نام ہے تعلیم المسئلہ، تعلیم المسئلہ کا معنی ہے سوال کرنے اور مانگنے کی تعلیم سورۃ فاتحہ کو تعلیم المسئلہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس سورۃ میں اللہ رب العزت نے بندوں کو اپنے سے مانگنے اور سوال کرنے کا طریقہ سکھایا ہے اپنے سے مانگنے کا ڈھنگ بتلایا ہے...... فرمایا مجھ سے مانگنے کا اور سوال کرنے کا اور درخواست پیش کرنے کا طریقہ یہ نہیں ہے... کہ میرے دربار میں آؤ... ہاتھ

اٹھاؤ۔۔۔اور اپنی درخواست پیش کرنے لگو اور ہاتھ اٹھا کر کہنے لگو مولا مجھے صحت دے مولا مجھے اولاد بخش دے۔۔۔مولا مجھے رہائی عطاء فرما۔۔۔یہ مانگنے کا اور درخواست کرنے کا طریقہ نہیں ہے۔۔۔۔۔۔بلکہ دعا مانگنے ،سوال کرنے اور درخواست پیش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی درخواست کو اور اپنی گذارش کو پیچھے کر دو۔۔۔۔۔۔اور میری تعریفیں کرنی شروع کر دو۔۔۔پہلے میرے گیت گاؤ پہلے میرے اوصاف کے تذکرے کرو پہلے میری خوبیاں بیان کرو۔۔۔۔۔۔سورۃ الفاتحہ میں ہر نمازی نے اللہ رب العزت کے سامنے ایک درخواست پیش کرنی ہے ایک دعا مانگنی ہے ایک گذارش کرنی ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ تو اس گذارش سے پہلے میری تعریفیں کرو میری صفات کا ذکر کرو اور میری صفتوں کے تذکرے کرو قُولُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہو سب تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے ہیں جو الرحمان اور الرحیم ہے کہو وہی مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے پھر میرے ساتھ ایک عہد ایک وعدہ اور ایک اقرار کرو اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پہلے میری اتنی تعریفیں کرو میرے اتنے گیت گاؤ میری اتنی صفات کا تذکرہ کرو کہ میں تم سے خود پوچھوں فَاسْئَلْ يَا عَبْدِيْ میری اتنی تعریفیں کرنے والے بندے مانگ مجھ سے کیا مانگتا ہے اب تیرے مانگنے میں دیر ہے میرے عطاء کرنے میں دیر نہیں ہے پھر نمازی کہتا ہے۔۔۔۔۔۔ اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ مولا مجھے سیدھے راستے پر چلائے رکھ! چونکہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے سے مانگنے کا طریقہ اور ڈھنگ سکھایا ہے اس لئے اس سورۃ کا ایک نام تعلیم المسئلہ رکھا گیا ہے اللہ کی حمد وثناء اور تعریف وتوصیف کرنے کے بعد اپنی درخواست پیش کرنے کی کئی مثالیں قرآن مقدس میں موجود ہیں! سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے رب کے حضور ایک دعا مانگ رہے ہیں اور اس دعا سے پہلے اپنے رب کی تعریفیں کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا

وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (یوسف ۱۰۱)

اے زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا وآخرت میں میرا کارساز ہے مجھے اسلام پر موت دے اور مجھے نیک بختوں کیساتھ ملا دے!

حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام دعا مانگنے سے پہلے اللہ رب العزت کی صفات کا تذکرہ ان الفاظ میں کر رہے ہیں

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ۔ (ابراہیم:۳۸،۳۹)

اے ہمارے پالنہار! تو جانتا ہے جو کچھ ہم چھپا کر کرتے ہیں اور جو کچھ ظاہراً کرتے ہیں اور اللہ پر کوئی چیز زمین وآسمان میں پوشیدہ نہیں ہے شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق جیسے بیٹے بخشے بے شک میرا رب دعا کو سنتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ رب العزت کی اتنی تعریفیں اور صفتیں بیان کرنے کے بعد اپنی دعا اور درخواست پیش کرتے ہیں:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ

حضرت ابرہیم علیہ السلام دعا مانگنے کے اس انداز سے معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت کے حضور اپنی درخواست پیش کرنے سے پہلے اللہ کی حمد وثناء اور تعریف و توصیف کرنا ضروری ہے۔

سورۃ الفاتحہ میں بھی اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو اسی طرح اپنی درخواست پیش کرنے کا طریقہ سکھایا کہ پہلے میری حمد وثناء کرو پہلے میری خوبیوں کے

تذکرے کرو پہلے میری صفات کا ذکر کرو پہلے میرے گیت گاوٴ پہلے میری تعریفیں کرو پھر اپنی درخواست اور گذارش پیش کرو اس وجہ سے سورۃ الفاتحہ کو تعلیم المسئلہ کہتے ہیں۔۔۔ یعنی ایسی سورت جس میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے سے مانگنے کا طریقہ اور ڈھنگ سکھایا ہے نماز کس طرح پہلے اللہ کی تعریفیں کرتا ہے اس کا ذکر آئندہ جمعۃ المبارک کے خطبے میں کرونگا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْز۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔

نویں تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۵ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

سامعین گرامی قدر! گذشتہ خطبہ میں میں نے سورۃ الفاتحہ کی فضیلت واہمیت پر روشنی ڈالی اور سورۃ الفاتحہ کے مختلف ناموں کا تذکرہ بھی کیا اوران ناموں کے رکھنے کی وجہ بھی بیان کی ...... سورۃ الفاتحہ کے ناموں میں سے ایک نام کا تذکرہ میں نے سب ناموں سے آخر میں کیا تھا...... تعلیم المسئلہ یعنی ایسی سورۃ جسمیں اللہ رب العزت نے اپنے سے مانگنے کا طریقہ اور ڈھنگ سکھایا اور بتایا کہ اپنی درخواست اور گذارش پیش کرنے سے پہلے میری تعریفیں کرو اور میرے اوصاف کے تذکرے کرو سورۃ الفاتحہ میں بھی نمازی نے اللہ سے ایک درخواست کرنی ہے ایک دعا مانگنی ہے تو نمازی اپنی دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور تعریف اور توصیف کرتے ہوئے اس جملے سے ابتدا کرتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عام طور پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا معنی کیا جاتا ہے تمام

تعریفیں اور تمام کمال اور تمام خوبیاں اللہ کیلئے ہیں (الف لام کو استغراقی بنا کر یہ معنی کیا جاتا ہے)...... مگر اس معنی پر ایک اعتراض اور ایک شبہ وارد ہوتا ہے کہ اگر سب تعریفیں اور خوبیاں اللہ کے لئے ہیں تو کیا مخلوق میں سے کسی کے اندر کوئی وصف اور خوبی موجود نہیں ہے؟ کیا اللہ کے سوا کسی کی کوئی تعریف نہیں ہے؟

حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے... اللہ کی مخلوق میں ہزاروں صفات اور خوبیاں اور کمال موجود ہیں...... قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے انبیاء کرام کی خوبیوں کے تذکرے کئے ہیں... ان کی صفات بیان کی ہیں سب سے زیادہ خوبیاں اور تعریفیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی گئی ہیں! کسی جگہ پر کہا:

یَاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیۡرًا (احزاب: ۴۵،۴۶)

اے پیارے نبی! ہم نے آپ کو حق بیان کرنے والا خوشخبری دینے والا ڈرانے والا اللہ کی طرف بلانے والا اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے!

کسی جگہ پر فرمایا

وَبِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ (توبہ: ۱۲۹)

میرا نبی مومنو پر شفقت کرنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے!

کسی جگہ پر آپ کو خاتم النبین کے لقب سے نوازا گیا...... کسی جگہ کوثر کے عطا کرنے کی بات کی گئی...... کہیں آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرنے کی نوید سنائی گئی...... کہیں آپ کے معراج کے تذکرے ہوئے...... پھر قرآن نے کئی مقامات پر میرے نبی کے یاروں کی تعریفیں کیں...... ان کے اوصاف کے تذکرے کئے ان کی خوبیوں کو بیان کیا...... اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ کہیں فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡن پھر کہا اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ...... پھر فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمُ

الرَّاشِدُوْنَ...... کہیں کہا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا پھر فرمایا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ پھر کہا اَعَدَّلَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِی تَحْتِھَا الْاَنْھَار پھر قرآن نے اولیاء اللہ کی تعریفیں کیں...... شہدا کی تعریفیں کی ہیں... فرشتوں کی تعریفیں کی ہیں... جبریل امین کی تعریفیں کیں... آپ ذرا غور کریں کہ کچھ اوصاف مومن تو مومن رہ گئے کفار میں بھی پائے جاتے ہیں...... مثلاً سخاوت (آج تک لوگ حاتم طائی کی تعریف کرتے ہیں) شجاعت مثلاً (رستم وسہراب)... شرافت، امانت... بیٹا باپ کی تعریف کرتا ہے...... شاگرد استاد کی تعریف کرتا ہے اور مرید اپنے مرشد کی تعریف کرتا ہے...... پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا یہ معنی کس طرح درست اور صحیح ہوسکتا ہے کہ سب صفات اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جن لوگوں نے اور مفسرین نے یہ معنی کیا وہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مخلوق میں جو صفتیں پائی جاتی ہیں اور ان صفتوں کی وجہ سے ان کی تعریف ہوتی ہے تو وہ صفتیں مخلوق کو عطا کرنے والا بھی تو اللہ یہ ہے لہذا تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہوئیں

مولانا حسین علیؒ رئیس المفسرین مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیت اور کمال یہ ہے کہ وہ ہر آیت اور ہر لفظ کا ایسا معنی اور ایسا مفہوم اور ایسی مراد بیان کرتے ہیں جس پر کوئی شبہ اور کوئی اعتراض وارد ہی نہ ہو مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں الف لام استغراق کے لئے نہیں ہے (جس طرح عام مفسرین کہتے ہیں) بلکہ الف لام جنس اور عہد خارجی کیلئے ہے اور یہاں صرف وہی اوصاف اور صرف وہی صفات مراد ہیں جو اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہیں جو صرف اللہ کی ذات میں پائی جاتی ہیں اور مخلوق میں سے کسی فرد کے اندر نہیں پائی جاتیں۔

مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا معنی کرتے ہیں صفات الوہیت، صفات معبودیت اللہ کے لئے ہیں یعنی اللہ والی مخصوص صفات اور الوہیت والے

مخصوص اوصاف صرف اور صرف اللہ کے لئے ہیں...... اس معنی پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا...... انبیاء والے اوصاف انبیاء میں پائے جاتے ہیں... ملائکہ والے اوصاف ملائکہ میں پائے جاتے ہیں...... اولیاء والے اولیاء میں اور علماء والے علماء میں...... سخی والے سخی میں اور شجاعت والے شجاع میں...... کتابت والے کاتب میں... اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں ان اوصاف کا اور ان صفات کا کوئی تذکرہ ہی نہیں بلکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا معنی اور مراد یہ ہے کہ ایک نمازی باوضو ہو کر اور قبلہ رُخ ہو کر اللہ رب العزت سے وعدہ کرتا ہے کہ... مولا میں وعدہ کرتا ہوں کہ تیری صفتیں اور تیرے اوصاف نہ کسی نبی میں مانوں گا، نہ کسی ولی میں مانوں گا، نہ کسی پیغمبر میں مانوں گا اور نہ کسی پیر میں مانوں گا...... تیری صفتیں نہ کسی نوری میں مانوں گا اور نہ کسی ناری اور خاکی میں مانوں گا...... تیری صفتیں نہ کسی زندے میں مانوں گا اور نہ کسی مردے میں مانوں گا...... بلکہ تیری صفتیں صرف اور صرف تجھ ہی میں مانوں گا!

مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ معنی و مفہوم پر نہ تو کوئی اعتراض ہوتا ہے اور نہ جواب دینے کی ضرورت ہوتی ہے اور سب سے بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ اس معنی سے مشرکین کے باطل عقائد کی تردید بھی ہوتی ہے اور شرک کی جڑ بھی کٹ جاتی ہے۔

صفاتِ اِلٰہیہ قرآن مقدس میں اللہ رب العزت نے اپنی خاص صفات اپنے منفرد اوصاف... اور امتیازی کمالات کا جگہ جگہ تذکرہ فرمایا ہے۔

عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ جو چیزیں تمہارے سامنے ہیں اللہ ان کو بھی جانتا ہے اور جو چیزیں تم سے پوشیدہ ہیں اللہ ان کو بھی جانتا ہے!

وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے اِنَّہٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی وہ رازوں کو بھی جانتا ہے اور راز سے بڑھ کر کوئی چیز مخفی ہو اسے بھی جانتا ہے!

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ (نمل ۶۵)

کہہ دیجئے زمین والے اور آسمان والے غیب کو نہیں جانتے مگر اللہ......

میں کتنی آیات آپ کو سناؤں جن میں اللہ رب العزت کی ایک مخصوص صفت علم غیب کا تذکرہ ہے۔ مطالعہ کے لئے دیکھئے:

(سورۃ صبا ۱، ق ۱۶، رعد ۸، لقمان ۱۶، .... ۴۷، انعام ۵۹، کہف ۲۶، بقر ۳۳)

قرآن مجید نے اللہ رب العزت کی دوسری صفت کا تذکرہ اسطرح فرمایا:

رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ (قصص: ۶۷)

تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور مختار بھی ہے

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ (آلِ عمران: ۶)

وہی ہے جو ماں کے پیٹوں میں جسطرح چاہتا ہے تمہاری تصویر بناتا ہے

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اسی اللہ کے لئے ہے!

تَبٰرَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ

بابرکت ذات اس اللہ کی ہے جس کے ہاتھ میں بادشاہی اور راج ہے!

اللہ رب العزت کی اس صفت (مختار کل، متصرف فی الامور) پر کتنی آیات آپ کے سامنے پڑھوں مزید مطالعہ کے لئے دیکھئے

(آلِ عمران ۲۶، ہود ۶، فاطر ۱، حم شوری ۴۹، حجر ۲۱، یونس ۱۰۵)

اس کے علاوہ اللہ رب العزت کی بے شمار صفات ہیں نفع ونقصان دینے والا، عزت وذلت کا مالک، بیماری اور صحت بخشنے والا غالب وزورآور اَلْمُعْطِي اور اَلْمَانِعُ اَلْقَادِرُ اور اَلْقَدِيْرُ، مَالِكُ الْمُلْكُ، اَلْمُنْعِمُ نعمتیں اور انعامات برسانے والا ارشاد فرمایا وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (نحل) تمہارے پاس جتنی نعمتیں

ہیں وہ سب اللہ رحمان کی طرف سے ہیں ایک جگہ پر یوں ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ

(فاطر:۳)

اے لوگو اللہ کی وہ نعمتیں یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہیں کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو زمین و آسمان سے تمہیں روزی فراہم کرتا ہو (یاد رکھو) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس ایک آیت میں اللہ رب العزت نے اپنی کتنی صفات کا تذکرہ فرمایا اپنے مُنْعِمْ ہونے کا، اپنے خالق ہونے کا، اپنے رزاق ہونے کا آخر میں فرمایا میرے سوا إِلٰه کوئی نہیں یعنی یہ سب صفات إِلٰه کی ہیں قرآن مجید میں جہاں جہاں اَلْحَمْدُ لِلّٰه کا جملہ استعمال ہوا ہے وہاں سیاق و سباق ماقبل اور مابعد کو پڑھا جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس سے اللہ کی مخصوص صفات مراد ہیں اور مشرکین کے شرکیہ عقیدے کی تردید مقصود ہے۔

سورۃ الانعام کے آغاز میں فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ (انعام:۱)

سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور جس نے اندھیرے اور اجالے کو بنایا پھر بڑے تعجب کی بات ہے کہ کافر اپنے رب کے ساتھ اوروں کو برابر کرتے ہیں یہ اللہ رب العزت کی صفت کارسازی کو بیان کیا گیا آگے فرمایا

وَهُوَ اللهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ (انعام: ۳)

اور وہی اللہ (اِلٰہ) ہے زمین و آسمان میں جانتا ہے تمہارے راز کو اور تمہارے ظاہر کو اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

اس آیت میں اللہ نے اپنی صفت علم غیب کو ذکر فرمایا معلوم ہوا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے مراد صفات الوھیت ہیں! سورۃ سبا کی ابتداً میں فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں کہ اس کی ملکیت ہے جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اور آخرت میں بھی تعریف اسی کی ہے اووہی ہے حکمتوں والا سب کچھ جاننے والا

یہ اللہ تعالیٰ کی صفت کارسازی کا بیان ہے۔ آگے فرمایا:

یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا وَ هُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ (سبا:۲)

وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے (مثلاً کیڑے مکوڑے، بارش کا پانی، بناتات کا بیج، مردہ کی لاش وغیرہ) اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے (مثلاً کھیتی، سبزہ، معدنیات وغیرہ) اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے (مثلاً بارش، وحی، فرشتے، برف وغیرہ) اور جو کچھ آسمان کی طرف بڑھتا ہے (مثلاً روح، فرشتے، دعا، عمل وغیرہ) اور وہی ہے بخشنے والا مہربان!

یہ اللہ رب العزت کی صفت علم غیب کا تذکرہ ہوگیا ہے معلوم ہوا یہاں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے مراد صفاتِ معبودیت ہیں۔

سورت المومن میں اللہ رب العزت نے اپنی مخصوص صفات کا تذکرہ فرمایا کہ زمین کو تمہارے لئے قرار پکڑنے کی جگہ میں نے بنایا اور آسمان کو چھت میں نے بنایا

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ تمہاری اچھی اچھی صورتیں میں نے بنائیں وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ اور ستھری اور پاکیزہ چیزوں سے تمہیں روزی میں نے عطا کی فَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ برکت والی ذات بھی میری ہے اور سارے جہانوں کا پروردگار بھی میں ہوں هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ہمیشہ زندہ رہنا بھی میری صفت ہے میرے سوا معبود بھی اور کوئی نہیں فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ پھر پکار بھی خالص اسی کی کرو یہ سب صفات بیان کرنے کے بعد فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (حم مومن:۶۵)

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پالنہار ہے!

سامعین گرامی قدر! میں اس پر کتنے دلائل بیان کروں اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے اس معنی کی تائید میں قرآن مجید کی کتنی آیات پڑھ کر آپ کو سناؤں شوق وذوق رکھنے والے حضرات قرآن مجید کے مندرجہ ذیل مقام دیکھیں:

(سورت کہف ۱، فاطر ۱، بنی سرائیل ۱۱۱، جاثیہ ۳۷، نحل ۷۵، زمر ۲۹، نمل ۵۹، صافات ۱۸۱)

جَدُّ الانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ایک دعا کا ذکر سورۃ ابراہیم میں کیا گیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحَاقَ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔

سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق بخشے بیشک میرا رب دعاؤں کا سننے والا ہے۔

یعنی بڑھاپے میں اولاد عطا کرنے والی صفت اور ہر ایک کی دعاؤں کی سننے والی صفت صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ہے اور یہاں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے مراد صفات الوہیت ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کا معنی میں نے قرآن کی روشنی میں بیان کر دیا اور آپ حضرات نے

اسے سماعت فرمالیا آیئے اب ایک دو حدیثیں اس جملے کی فضیلت کے بارے میں بھی سن لیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

سب سے افضل ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے اور سب سے افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے ! (مشکوٰۃ ص:۱۹۳)

مسلم میں ایک روایت ہے آپ نے فرمایا:

پاکیزگی نصف ایمان ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میزان کو بھر رہتا ہے اور سبحان اللہ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ آسمان وزمین کے درمیان کر بھر دیتے ہیں (مسلم:۱۱۸۔ج:۱)

ترمذی میں ایک حدیث اس طرح ہے

اَلتَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ یَمْلَاہُ

سبحان اللہ کہنے سے اعمال کے تولنے والا ترازو نصف بھر جاتا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے سے مکمل ترازو بھر جاتا ہے! (ترمذی، مشکوٰۃ ص:۲۰۲)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفرِ معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے مجھے کہا اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہئے اور انہیں بتلائیے کہ جنت کی زمین بہت زرخیز ہے اور اس کا پانی بڑا شیریں ہے مگر جنت کی زمین چٹیل میدان ہے

وَ اِنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ (ترمذی ۲ /۱۸۷)

جنت کی زمین کے درخت سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا ذکر کرنا ہے!

مقام حمد | سامعین محترم! آیئے میں آپ کو کچھ ایسے مقام اور ایسے مواقع بتاؤں جن مواقع پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا امام الانبیاء سے منقول ہے!

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدا ہوتے تو یہ دعا پڑھتے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَا نَا بَعْدَ مَا اَمَا تَنَا وَ اِلَیْهِ النُّشُوْر

(بخاری ۹۳۶/۲)

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں موت (نیند) کے بعد زندگی (جاگنا) عطاء فرمائی اور اس کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرمانے کے بعد یہ دعا پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَا نَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْن

(ابوداؤد ۱۸۲/۲)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ اَنْ یَاکُلَ الْاُکْلَةَ فَیَحْمَدُهٗ عَلَیْهَا اَوْ یَشْرَبُ الشُّرْبَةَ فَیَحْمَدُهٗ عَلَیْهَا (مشکوۃ ۲۶۵)

بے شک اللہ رب العزت اس بندے پر راضی ہو جاتا ہے جو کھانے کے ہر لقمے پر اور پانی کے ہر گھونٹ پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہے

اسی طرح امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا مانگتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ ذَهَبَ بِشَهْرِ كَذَا وَجَاءَ بِشَهْرِ كَذَا

(ابوداؤد ۳۳۹/۲)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو پچھلے مہینے کو خیریت سے لے گیا اور نیا مہینہ لے آیا!

چھینک آنے پر کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (ترمذی ۲ /۹۸)

ہر حال میں اللہ کی تعریف وثنا کرتا ہوں۔

بیت الخلاء سے باہر نکلتے تو یہ دعا پڑھتے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ذَھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ (ابن ماجه)

شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھ سے گندگی کو دور فرمایا اور مجھے راحت بخشی

کسی مصیبت میں مبتلا شخص کو دیکھ کر یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی گئی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا (ترمذی۲/۱۸۱)

تفصیلاً تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے اس مصیبت اور دکھ سے بچایا جس میں تجھے مبتلا کر رکھا ہے اور اس نے مجھے اکثر مخلوق پر برتری عطا فرمائی!

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں اولاد کی نعمت عطا ہوئی تو کہا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحَاقَ

(ابراھیم ۳۹)

سب تعریفیں اللہ رب العزت کیلئے ہیں جس نے بڑھاپے میں مجھے اسماعیل اور اسحاق جیسے بیٹے عطا فرمائے۔

سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علی السلام کو علم کی نعمت سے مالا مال کیا گیا تو انہوں نے کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِہِ الْمُؤْمِنِیْنَ

(نمل: ۱۵)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے کثیر مومن بندوں پر ہمیں فضیلت عطا فرمائی!

جنتی جنت میں پہنچنے کے بعد کہیں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ (اعراف ۴۳)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں جنت کی یہ راہ دکھائی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے تھے!

رَبِّ الْعَالَمِیْنَ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر جواہر القرآن میں تحریر فرمایا ہے کہ سورۃ الفاتحہ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایک دعویٰ ہے...... اللہ رب العزت نے دعویٰ کیا ہے کہ تمام صفات الوھیت تمام صفات معبودیت اور تمام صفات کارسازی کا مستحق صرف اور صرف اللہ ہے...... پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دعویٰ کو دھینگا مشتی سے، زور اور جبر سے نہیں منوایا بلکہ عقلی دلائل کے زور سے منوایا...... اپنے دعویٰ پر پہلی دلیل دی رَبِّ الْعَالَمِیْنَ معبود مسجود کی صفت صرف اللہ کی ہے... کیوں...؟ اس لئے کہ تمام کائنات کا پالنہار جو میں ہوں!

رب اصل میں مصدر رہے بمعنی پرورش کرنا، مگر بنابر مبالغہ اسم فاعل کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے اور کچھ مفسرین کا خیال ہے کہ رب اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی پرورش کنندہ، پالنے والا...... لغت میں رب کا اطلاق مالک، سید، مدبر پر بھی ہوتا ہے اس صورت میں رب کا لفظ کسی کی طرف مضاف ہوگا جیسے رَبُّ الدَّار گھر کا مالک رَبُّ الْبَیْت گھر کا مالک سیدنا یوسف علیہ السلام نے رہائی پانے والے قیدی سے فرمایا:

اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ اپنے مالک کے ہاں میرا تذکرہ کرنا! رب کا معنی پالنے والا اس

کا حقیقی معنی اور مفہوم نہیں ہے۔۔۔۔۔۔ یہ تو صرف آپ لوگوں کو سمجھانے کیلئے مفسرین یہ معنی کر دیتے ہیں ورنہ والدین اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں تو کیا وہ بچوں کے رب کہلاتے ہیں۔۔۔۔۔۔؟ اردو محاورے میں والد کو مربی کہہ دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔ ایک لطیفہ بھی ہے کہ لکھنؤ میں ایک شخص اپنے چار بچوں کے ساتھ جا رہا تھا سامنے سے ایک شخص آیا اور کہنے لگا کیوں صاحب آپ ان بچوں کے مُربی ہیں اس نے کہا:

مُربی نہیں مربہ ہوں

کھائے جاتے ہیں چار برخوردار

قرآن مجید ایک جگہ پر فرمایا:

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا (بنی اسراءیل: ۲۴)

اولاد کو چاہئے کہ وہ اپنے والدین کی خدمت بھی کریں اطاعت و فرمانبرداری بھی کریں اور ان کے لئے یوں دعا مانگتے رہیں اے ہمارے پالنہار ان دونوں پر (ماں، باپ) رحم و کرم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا رب کا معنی لغت کے مشہور امام امام راغب نے کیا ذرا سنیئے:

هُوَ اِنْشَاءُ الشَّيْءِ حَالًا فَحَالًا اِلٰى حَدِّ الْكَمَالِ

ہر چیز کو منزل بہ منزل بڑھا کر حد کمال تک پہنچانا

فارسی میں کہیں گے۔۔۔ چیزے را بتدریج بحد کمال وے رسانیدن

یعنی دنیا کی ہر چیز کو درجہ بہ درجہ پالنا، منزل بہ منزل پالنا، سیڑھی بہ سیڑھی پالنا اور پالتے پالتے، بڑھاتے بڑھاتے اسے حد کمال تک پہنچا دینا۔۔۔۔۔۔ یعنی دنیا کی جس چیز کو زندگی کے جس موڑ پر جس چیز کی ضرورت ہو وہی چیز مہیا کرنا ضرورت کے مطابق چیزیں مہیا کرنا اگر آپ حضرات کو سمجھ نہیں آئی تو قرآن سے ایک مثال کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں!

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَا نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا المضغة عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ
(مومنون ۱۴)

بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر اور خلاصے سے پیدا کیا (یعنی انسانوں کے بابا سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی کے جوہر سے بنایا یا مطلب یہ ہے کہ منی کا قطرہ خون سے بنتا ہے اور خون خوراک سے بنتا ہے اور خوراک مٹی سے حاصل ہوتی ہے) پھر اسے پانی کی ایک بوند بنا کر مضبوط جگہ (ماں کا رحم) میں رکھا پھر پانی کے گندے قطرے کو لوتھڑا اور جما ہوا خون بنا دیا پھر اس لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنا دیا پھر اسی گوشت کے ٹکڑے سے ہڈیاں بنا دیں پھر ہڈیوں کو گوشت پہنا دیا پھر (تخلیق مکمل کر کے) دوسری صورت میں اس کو پیدا کر دیا (یعنی ماں کے پیٹ سے باہر لائے)

قرآن ایک مقام پر تدریجاً پالنے کو یوں بیان کرتا ہے

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً
(روم: ۵۴)

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری اور ناتوانی کی حالت میں پیدا کیا پھر اس کمزوری کے بعد قوت اور توانائی عطاء فرمائی!

آئیے آپ حضرات کو رب کا مفہوم آسان طریقے سے سمجھاؤں

ماں کا پیٹ ہے، تین اندھیروں کے اندر...... ایک ماں کے پیٹ کا اندھیرا...... ایک رحم کا اندھیرا...... اور تیسرا اندھیرا اس جھلی اور پردے کا جس میں لپیٹ کر اللہ اس بچے کی تصویریں بنا رہا ہے... تین اندھیروں میں چار مہینوں کے بعد

اللہ رب العزت نے بچے میں روح پھونکی... روح آئی تو بھوک لگنے لگی مگر یہ مانگنے کی طاقت نہیں رکھتا ہاتھ اٹھا نہیں سکتا زبان ہلا نہیں سکتا........ جو ذات تین اندھیروں میں بچے کی رمزیں سمجھ کر ماں کا گندہ خون ناف کے ذریعے بچے کی خوراک بنا دیتا ہے...... اُسے رب کہتے ہیں! جب بچہ مقررہ مدت پوری کر کے ماں کے پیٹ سے باہر آیا تو دائی نے پہلا کام یہ کیا کہ ناف والا راستہ کاٹ دیا...... اب بچہ رونے لگا اور گھر والے ہنسنے لگے...... بچہ رو رہا ہے والد ہنس رہا ہے بچہ رو رہا ہے چچا ہنس رہا ہے... بچہ رو رہا ہے رشتے دار مسکرا رہے ہیں... آج بچے کے رونے کی وجہ اور سبب کوئی نہیں جانتا...... گونگے دیاں رمزاں اج گونگے دی ماں وی نہیں سمجھیدی...... بچہ رو رہا ہے کہ خوراک والا راستہ کٹ گیا اب خوراک کہاں سے اور کیسے ملے گی جو ذات اس وقت بچے کو کان میں کہتی ہے گھبرا نہیں ہم نے ایک راستہ واپس لیا ہے اور تیری ماں کے سینے میں دو راستے جاری کر دیئے ہیں...... اُسے رب کہتے ہیں...... آپ یہ بات سن کر حیران ہوں گے کہ ماں کے ابتدائی دودھ میں چکنائی نہیں ہوتی...... کیوں؟... اس لئے کہ بچے کا ابھی معدہ کمزور ہے وہ چکنائی کو برداشت نہیں کر سکتا جوں جوں بچے کا معدہ طاقت ور ہوتا گیا توں توں ماں کے دودھ میں چکنائی پیدا ہونے لگی جو ہستی اس طریقے سے ہر چیز کو پرورش کرے اور ہر چیز کو نشو ونما دے اور ہر چیز کو پروان چڑھائے اسے رب کہتے ہیں...... انسان کو کس طرح پیدا کیا تدریجاً بنایا اور آگے بڑھایا پھر انسان کے لئے غذا اور اناج کو بھی تدریجاً کس طرح پیدا فرمایا... اس کی ایک جھلک قرآن نے پیش کی:

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (عبس ۲۴-۳۲)

انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے (گندم کے ایک دانے کو دیکھے، کسی پھل کو دیکھے ایک لقمے کو دیکھے اور سوچے کہ یہ دانہ اور یہ پھل کتنی حالتوں سے گذر کر اس کی خوراک بن رہا ہے اس دانے کی پرورش اللہ رب العزت نے کس انداز میں فرمائی) کہ ہم نے خوب پانی برسایا پھر زمین کو اچھی طرح پھاڑا پھر اس میں اناج اگائے اور انگور اگائے اور ترکاری اگائی اور زیتون اور کھجور پیدا کئے اور گنجان باغات اُگائے اور میوے اگائے اور گھاس اُگایا، تمہارے فائدہ کے لئے اور تمھارے جانوروں کے لئے۔

قرآن مجید کی ان تمام آیتوں سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کا نظام ربوبیت تمام کائنات اور کائنات کی ایک ایک شئ پر محیط ہے...... اور انسان سے لیکر حیوانات تک... اور چرند سے لے کر پرند تک اور درندوں سے لیکر حشرات الارض تک... اور نباتات سے لے کر جمادات تک... اور بحر سے لیکر بر تک... اور جنگل سے لے کر دریاؤں تک... نوریوں سے لے کر ناریوں تک ... اور خاکیوں سے لے کر عرشیوں تک... ایک تنکے سے لیکر تناور درخت تک... اور کانٹوں سے لے کر پھولوں تک تمام مخلوق کا خالق، مربی ومحافظ، مالک اور پروردگار اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے والے ہی کو رب کہتے ہیں۔

پہلا وعدہ واقرار اللہ رب العزت نے عالم ارواح میں تمام لوگوں کی روحوں کو ایک میدان میں پھیلایا... یہ ارواح نسموں اور چیونٹیوں کی صورت میں تھیں... ان میں انبیاء کرام کی ارواح بھی تھی... اور اولیاء کرام کی ارواح بھی... صدیقین کی ارواح بھی... اور صالحین کی ارواح بھی... نیکوکار کی ارواح بھی... اور بدکاروں کی ارواح بھی... فاسق وفاجر اور مطیع وفرمانبردار کی ارواح بھی... سب کی ارواح کو

ایک میدان میں پھیلا کر اللہ تعالیٰ نے ایک سوال کیا:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ......؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ کیا میں تمہارا پالنہار، پرورش کنندہ نہیں ہوں؟

سب ارواح نے اس سوال کے جواب میں کہا تھا...... بَلٰی کیوں نہیں...

اگر تو ہمارا رب، پالنہار نہیں تو اور کون ہے! ہم سب نے سب سے پہلا اقرار اور پہلا عہد و پیمان اپنے اللہ سے یہی کیا تھا کہ... ہمارا رب تو ہے... اللہ رب العزت نے انبیاء بھیج کر اور کتابیں نازل کر کے لوگوں کو یہ وعدہ یاد دلایا جو لوگ اس وعدے کو بھول گئے تھے اور انہوں نے کئی رب، مالک، داتا، گنج بخش، عطا کرنے والے، جھولیاں بھرنے والے بنا رکھے تھے... انہیں ہر طریقے سے یہ وعدہ اور یہ اقرار اور یہ عہد و پیمان یاد دلایا... آپ قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو آپ محسوس کریں گے کہ اللہ رب العزت کے جتنے انبیاء کرام تھے وہ مصائب میں گھر کر اور تکالیف اور دکھوں میں مبتلا ہو کر اللہ کے آگے عاجزیاں اور زاریاں کرتے اور دعایں مانگتے تو اپنی دعاؤں کا آغاز اور ابتداً اللہ کی صفت رب سے کرتے تھے اور اپنی رسالت کا اعلان کرتے ہیں...... یا قوم کے الزامات کے جواب دیتے ہیں تو اللہ کی اسی صفت رب کا سہارا لیتے ہیں... میں ان سب دعاؤں کو یہاں تحریر کروں تو صفحات کی کمی پاؤں کی زنجیر بن جائیگی...... اس کے لئے میں قرآن کی آیات کے حوالے تحریر کر دیتا ہوں آپ انہیں پڑھ لیں:

(اعراف ۲۳، اعراف ۶۱، اعراف ۶۷، انبیاء ۸۳، الانبیاء ۸۹، ۳۵، یوسف ۳۳

یوسف ۱۰۱، ابراہیم ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۱۴، بقرہ ۱۲۶، ۱۲۷)

قرآن مجید نے اولیاء کرام اور صالح آدمیوں کا تذکرہ بھی کیا ہے کہ انہوں نے تبلیغ کرتے ہوئے اور اللہ کے سامنے مناجات کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی صفت

ربوبیت ہی کا تذکرہ کیا ہے:

اصحاب کہف نے قوم کے سامنے اور وقت کے بادشاہ کے سامنے اپنے عقیدے کا اظہار اس طرح فرمایا:

رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کھف ۱۴)

ہمارا پالنہار وہی ہے جو زمین و آسمان کا پروردگار ہے!

اصحاب کہف نے اللہ کے آگے مناجات کرتے ہوئے کہا:

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً (کھف ۱۰)

اے ہمارے پالنہار ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطاء فرما!

سورۃ یاسین میں جس عبد مومن کا تذکرہ بہت خوبصورت اور دلنشین انداز میں کیا گیا اس نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ (یاسین ۲۵)

میری بات سنو! میں تم سب کے پروردگار پر ایمان لا چکا ہوں!

قوم نے اس مرد مومن کو شہید کر دیا تو جنت میں داخل ہونے کے بعد قوم کی خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ کہتا ہے کاش کوئی میری قوم کو بتائے کہ

بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ (یاسین ۲۷)

مجھے میرے پروردگار نے معاف کر دیا ہے او مجھے معزز لوگوں میں سے کر دیا قوم فرعون کے جس شخص کو قرآن مجید نے رجل مومن کے خطاب سے نوازا ہے۔ جس نے فرعون کے بھرے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت کرتے ہوئے کہا:

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ (المؤمن ۲۸)

کیا تم ایک شخص کو (موسیٰ) صرف اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے ذوالقرنین بادشاہ نے بڑے محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے مشرق و

مغرب کے سفر کئے بڑی بڑی دیواریں بنائیں آخر میں کہا:

هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ یہ صرف میرے رب کی رحمت ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور عمران کی بیوی نے امید سے ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی:

رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ

(آل عمران ۳۵)

اے میرے پالنہار میرے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے کی نذر مانی تو میری طرف سے قبول فرما!

اَلْعَالَمِيْنَ عالمین جمع ہے عالم کی اور یہ اسم آلہ ہے خَاتَم کی طرح... قرطبی نے لکھا ہے کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اللہ رب العزت نے چالیس ہزار عالم پیدا کئے یہ دنیا مشرق سے مغرب تک ایک عالم ہے

(الجامع الاحکام القرآن: ص ۱۳۸۔ ص:۱)

عالم علم سے مشتق ہے اور علم عربی میں جھنڈے کو کہتے ہیں جھنڈے کو علم اس لئے کہتے ہیں کہ جھنڈا ملک یا جماعت کا نشان اور علامت ہوتا ہے مثلاً یہ پاکستان کا جھنڈا ہے اور یہ ایران کا جھنڈا ہے اور یہ سعودی عرب کا جھنڈا ہے یہ مسلم لیگ کا جھنڈا ہے اور یہ پیپلز پارٹی کا جھنڈا ہے اسی عالم سے علامت کا لفظ نکلا ہے یعنی نشانی اب عالم کا معنی ہوا ہر وہ چیز جس کے وجود سے خالق کائنات کے وجود پر استدلال کیا جائے اس دنیا کو اور اس جہان کو عالم اس لئے کہتے ہیں کہ اس دنیا کا ایک ایک زرہ اور اس دنیا کی ایک ایک شئ اللہ رب العزت کی الوہیت و معبودیت کی دلیل اور نشان ہے ایک صوفی کا بہت خوبصورت قول ہے آپ کو سنانا چاہتا ہوں صوفی کہتا ہے:

کونپل اور انگوری جو بہت نرم و نازک ہوتی ہے اور زمین کا سخت سینہ چیر کر باہر نکلتی

ہے کبھی آپ نے دیکھا کہ زمین سے باہر نکلتے ہوئے اس کا رخ مشرق کی طرف ہو یا مغرب کی طرف ہو کبھی وہ شمال کی جانب رخ کر کے نکلی ہو یا جنوب کی طرف منہ کر کے باہر آئی ہو نہیں ہر گز نہیں! بلکہ وہ کونپل اور انگوری جب بھی باہر نکلتی ہے تو اپنا رخ اور چہرہ سیدھا آسمان کی طرف کر کے باہر نکلتی ہے صوفی کہتا ہے اسے انگوری یا گھاس کا تنکا نہ سمجھ بلکہ شہادت کی انگلی سمجھ جو اپنا رخ آسمان کی طرف کر کے شہادت و گواہی دیتا ہے کہ مولا میرا وجود اس حقیقت پر گواہ ہے کہ تیرا کوئی شریک نہیں ایک عربی کا شاعر کہتا ہے

وَ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَہٗ اٰیَہ
تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

اور ایک فارسی شاعر کہتا ہے

ہر گیاہ کہ از زمیں روید
وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ گوید

ہر گھاس کا تنکا جو زمین سے باہر نکلتا ہے وہ یہ اعلان کرتا ہوا نکلتا ہے مولا تیرا کوئی شریک نہیں ہے!

رَبُّ الْعَالَمِیْن کا تعارف

سامعین گرامی قدر! میں نے اللہ تعالیٰ کے مشہور صفاتی نام رَبّ کا اور اَلْعَالَمِیْن کا مفہوم آپ حضرات کے سامنے تفصیل سے بیان کر دیا ہے اب کچھ روشنی اس حقیقت پر اور اس بات پر ڈالنا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رب اور رَبُّ الْعَالَمِیْن ہونے کا تذکرہ کس طرح کیا ہے ...... اور انبیاء کرام نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت والی صفت کو کس خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے!

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر فرمایا:

اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ وَرَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبَاتِ ذَالِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ (المؤمن ۶۴)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت خوبصورت بنائیں اور تمہیں عمدہ عمدہ اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو عطاء فرمائیں یہی اللہ تمہارا رب ہے پس تمام جہانوں کا پالنے والا اللہ بہت ہی برکتوں والا ہے!

قرآن مجید نے دوسری جگہ سورۃ فاطر کی آیت نمبر۱۲۔۱۳ میں اللہ تعالی کے رب کو ہونے کو بہت حسین انداز میں ذکر فرمایا:

ہم نے دو دریا ملا کر چلائے ... ایک میٹھا پیاس بجھانے والا خوشگوار ... اور دوسرا کھاری اور کڑوا ... دونوں میں تمہارے لئے مچھلیاں پالیں اسی نے سمندری پر کشتیاں چلائیں رات اور دن کا نظام بھی اسی کے قبضے میں ہے آفتاب و ماہتاب بھی اسی کے کنٹرول میں ہیں ...... اپنی صفتیں بیان کرنے کے بعد فرمایا

ذَالِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ (فاطر ۱۳)

یہی اللہ تمہارا رب اور پالنہار ہے اسی کی بادشاہی اور راج ہے۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے سورۃ الاعراف آیت ۵۴، سورت المومن آیۃ ۶۷۔۶۸، سورت الاعراف آیۃ ۶۱، آیت ۶۷ سورۃ البقرہ ۱۳۱، نمل ۴۴، شعرآ ۱۰۹، ۱۲۳، ۲۴۲

سیدنا ابراہیم نے کہا

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ایسے معاشرے میں آنکھ کھولی جس کا ایک ایک فرد بت پرست تھا ...... ان کا والد بت گر بھی تھا بت فروش بھی تھا اور بت پرست بھی ...... ایسے شرکیہ معاشرے میں اور متعفن ماحول میں خلیل اللہ نے پیغام توحید سنایا اور اتنی جرأت اور بے باکی سے سنایا کہ انسان حیران

ہو جاتا ہے...... انہوں نے مخالفت کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی... آنے والے مصائب خندہ پیشانی سے برداشت کئے......قوم کے سامنے ان کے معبودوں کی وہ گت بنائی کہ رہے نام اللہ کا!

ان کی ایسی ہی ایک جرأت مندانہ تقریر اور دلائل سے بھرپور وعظ قرآن نے ذکر کیا جسمیں انہوں نے رب العالمین کا تعارف کروایا سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے مشرکین کے معبودوں کی بے بسی کا تذکرہ کرنے کے بعد کہ وہ تمہاری پکاری سن نہیں سکتے... وہ نفع پہنچانے پر قادر نہیں وہ... تم سے نقصان کو دور نہیں کر سکتے...

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (شعرأ۷۷)

جن کو تم اور تمہارے آباؤ اجداد پکارتے ہو وہ میرے دشمن ہیں...... یعنی اُن کی پکار باعث ضرر ہے باعث نفع نہیں...... باعث نفع تو صرف رب العالمین کی پکار ہے...... یا مطلب یہ ہے کہ تمہارے معبود میرے دشمن ہیں یعنی اُن سے بیزار ہوں رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ میرا ولی اور دوست ہے!...... آگے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رب کی صفات کا کتنے خوبصورت انداز میں ذکر فرمایا ہے!

فرمایا جن کو تم پکاتے ہو وہ کسی چیز کے مالک ومختار نہیں ہیں...... نفع، نقصان ان کے قبضے میں نہیں ہے، وہ عاجز و بے بس ہیں اور لاچار ہیں...... بلکہ وہ تمہاری پکار کو سن بھی نہیں سکتے!

اور جس کو میں پکارتا ہوں اور جو میرا معبود ہے وہ رب العالمین ہے جس کی صفات یہ ہے:

اَلَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ

رب وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا...... نیست سے ہست اور نابود سے بود کردیا جس نے عدم سے وجود بخشا پھر عقل وفہم عطا فرمائی دانائی اور سمجھ دی جس سے

میں اپنے اچھے بُرے کو اور اپنے نفع ونقصان کو سمجھ سکتا ہوں!

وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ

رب وہ ہے جو مجھے کھلا تا ہے اور پلا تا ہے

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو ہوں رب ہی ہے جو مجھ کو شفا عطا کرتا ہے

وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ

رب وہ ہے جو اپنے وقت پر مجھے موت دے گا اور دوبارہ قیامت کے دن
زندگی عطا فرمائے گا۔

وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ

میرا رب وہ ہے جو بخشنے والا ہے اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری
لغزشوں سے درگذر فرمائے گا

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا

سیدنا موسیٰ کلیم اللہ اور سیدنا ہارون علیہ السلام نے فرعون کے بھرے دربار میں اپنی نبوت کا اعلان کرتے ہوئے کہا

اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (شعرأ: ۱۶)

ہم رب العالمین کے رسول ہیں رَبُّ الْعَالَمِیْن کے الفاظ فرعون اور فرعون کی قوم کے لئے بالکل نئے تھے وہ تو خود اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کا دعویدار تھا

فرعون کہنے لگا وَمَا رَبُّ الْعَالَمِیْن ؟

رَبُّ الْعَالَمِیْن کیا (چیز) ہے، رَبُّ الْعَالَمِیْن کی حقیت کیا ہے؟

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس سوال کے جواب میں فرمایا

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

(شعرأ ۲۴)

وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا رب ہے
اگر تم یقین کرنے والے ہو تو اس کی پہچان کے لئے یہی کافی ہے!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ تقریر سن کر فرعون نے سمجھا کہ کہیں موسیٰ کی تقریر مؤثر نہ ہو جائے، لوگ متاثر نہ ہو جائیں تو اسنے درباریوں سے کہا:

اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ کیا تم موسیٰ کا جواب سن رہے ہو؟ یہ کیا جواب دے رہا ہے؟

سیدنا موسیٰ نے رب العالمین کے تعارف کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا

رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ میرا رب وہ ہے جو تم سب کا اور تمہارے آباء واجداد جو گذر چکے ہیں ان سب کا رب ہے۔

فرعون نے محسوس کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدلل تقریر درباریوں پر مؤثر ہو رہی ہے تو اثر زائل کرنے کے لئے کہنے لگا:

اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْٓ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ

یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یہ تو دیوانہ اور مجنون معلوم ہوتا ہے!

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس کے اس بکواس کو ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں کی، اشتعال میں نہیں آئے بلکہ انتہائی سنجیدگی سے اپنے دلائل کو جاری رکھا اور فرمایا:

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ

(شعرأ ۲۸)

میرا رب وہ ہے جو مشرق و مغرب کا اور جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے سب کا رب ہے اگر تم کو عقل اور سمجھ ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے طعنے (کہ موسیٰ مجنون ہے) کا کتنے دلنشین اور خوبصورت انداز میں جواب دیا...اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ میں ایک رب کا پجاری جو کائنات کا رب ہے مجھے دیوانہ کہتے ہو...... اور تم اپنے آپ کو عقل مند

سمجھتے ہو جو حقیقی رب العالمین کو چھوڑ کر ایک عاجز محتاج، بے بس، لا چار اور ظالم شخص کو اپنا رب مان بیٹھتے ہو...... سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر ۴۹ سے لیکر ۵۳ تک سیدنا موسٰی علیہ السلام کی ایک تقریر کا تذکرہ موجود ہے گھروں میں جا کے اُن آیات کو ضرور پڑھیے گا

ملکہ سبا نے ایمان کا اقرار کرتے ہوئے اللہ کی اسی صفت کا تذکرہ کیا

رَبِّ اِنِّی ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ وَاَسۡلَمۡتُ مَعَ سُلَیۡمَانَ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ

(نحل ۴۴)

میرے رب میں آج تک شرک و کفر کر کے اپنی جان پر ظلم کرتی رہی اور اب میں سلیمان کے ساتھ اس اللہ پر ایمان لے آئی ہوں جو رَبُّ الۡعَالَمِیۡن ہے!

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ

(انعام ۱۶۲)

بے شک میری نماز (یعنی قولی و بدنی عبادت) اور میری قربانی (یعنی میری مالی عبادت) میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے جو رَبُّ الۡعَالَمِیۡن ہے

پھر ایک اعلان کیا

اَغَیۡرَ اللّٰہِ اَبۡغِیۡ رَبًّا وَّھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیۡءٍ (انعام ۱۶۴)

کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کو رب بنالوں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر اترنے والی کتاب میں جس سورت کو قرآن کے شروع میں جگہ ملی اس کی ابتداء میں فرمایا:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ...... پھر قرآن مجید میں جس سورت کو سب سے آخر میں جگہ ملی اس کی ابتداء میں فرمایا قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ...... زندگی گذارنے کے بعد جب انسان کا آخری وقت آن پہنچتا ہے تو اُس سے کہا جاتا ہے

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاق (قیامت ۳۰)

آج اپنے رب کی طرف چلنا ہے! مومن اور صالحین کی روح قبض کرتے ہوئے کہا جاتا ہے:

اِرْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (الفجر۲۸)

اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی!

مرنے کے بعد میت کو قبر میں (عالم برزخ میں) تین سوالوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اُن میں سے پہلا سوال مَنْ رَبُّكَ بتا تیرا رب کون ہے؟

کل جنت میں جانے کے بعد تمام جنتی جنت کی نعمتوں کو دیکھ کر پکار اُٹھیں گے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ فرشتوں کی طرف سے انہیں کہا جائے گا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ اور جنتیوں کے آخری کلمات ہوں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ! یہی سورت الفاتحہ کی ابتدائی آیت ہے جس کا ترجمہ اور تفسیر اور مفہوم میں نے تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے!

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

دسویں تقریر

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

سامعین گرامی قدر! گذشتہ خطبات میں بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کا معنی اور مفہوم میں بیان کر چکا ہوں اور آپ اسے سماعت فرما چکے ہیں!

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تفسیر اور معنی ومفہوم میں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کر دیا تھا! رحمان کے معنی میں فراخی اور کشادگی کا مفہوم پایا جاتا ہے یعنی اللہ رب العزت ایسا مہربان ہے اور اس کی رحمت اس قدر وسیع اور عام ہے کہ کسی نوع یا قوم یا علاقے یا جنس یا ملک یا زمانے کے ساتھ مختص نہیں ہے قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اعلان فرمایا . . .

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (اعراف ۱۵۶)

اور میری رحم ہر چیز کو شامل ہے!

اور رحیم کے معنی میں کثرت کا مفہوم پایا جاتا ہے یعنی اللہ رب العزت ایسا مہربان ہے کہ اس کی مہربانی، عنایت اور رحمت اتنی کثیر تعداد میں ہے کہ وہ گنتی اور شمار سے باہر ہے! ذہن میں رکھیے کہ اللہ رب العزت نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں جو دعویٰ پیش کیا ہے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے پہلی دلیل رَبِّ الْعَالَمِیْنَ دی اور اپنے دعویٰ پر دوسری

دلیل اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ دی۔

فرمایا تمام صفات الوھیت اور کمال معبودیت میرے ساتھ خاص ہیں......

کیوں؟ اس لئے کہ کائنات کا پالنہار ہوں تمام جہانوں کی پرورش کرنے والا ہوں اور یہ پالنا اور تربیت کرنا اور پرورش کرنا میری مجبوری نہیں ہے بلکہ میری رحمت کا تقاضا ہے جسکی نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی کنارا ہے...... گویا کہ اپنی صفت رحمان اور رحیم کو اپنی معبودیت اور اپنی الوھیت کی دلیل قرار دیا... قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے کئی جگہوں پر اپنی صفت رحمان ورحیم کو اپنی الوھیت پر بطور دلیل پیش فرمایا ہے!

سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (البقرہ ۱۶۳)

تم سب کا معبود ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور انتہائی مہربان ہے

ایک اور جگہ پر ارشاد ہو

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (الحشر ۲۲)

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا بڑا مہربان انتہائی رحم کرنے والا ہے!

ہم دنیا میں جتنی چیزیں اور نعمتیں استعمال کرتے ہیں یہ سب اللہ رب العزت کی مہربانیاں اور رحمتیں ہیں...... یہ زندگی، یہ زندگی کے شب وروز، یہ رات اور دن کا آنا جانا... یہ جاگنا اور سونا... یہ موسم کا تغیر وتبدل... یہ کھانا اور پینا... یہ طرح طرح اور قسم قسم کے پھل اور اناج اور مشروبات استعمال کرنا... یہ بادلوں کا اُمڈ کے آنا اور بارش کا برسنا اور یہ فصلیں اور نباتات، یہ پھل اور پھول... یہ اولاد کا میوہ، یہ ہوا

یہی سورج، اور چاند ستارے، یہ سمندر، دریا نہریں، ندیا اور نالے، یہ چشمے اور آبشاریں
یہ تجارت اور زمینیں . . . یہ سب میرے رب کی رحمت اور مہربانی ہے! پھر روحانی نعمتیں
عطا فرمائیں

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰن رحمان نے قرآن سکھایا قرآن بھی رحمت ہے اور
صاحب قرآن تو رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْن ہے......

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اَلْحَمْدُ لله والے دعویٰ کیلئے تیسری دلیل مَالِكِ
يَوْمِ الدِّيْنِ دی دوسری دلیل اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں اللہ رب العزت کی صفت
رحمت کا اور صفت مہربانی کا تذکرہ ہوا اندیشہ اور خطرہ یہ محسوس ہوا کہ کثرت رحمت کا ذکر
سن کر اور اللہ کی صفت رحمان اور رحیم کو دیکھ کر کوئی شخص مغرور ہو کر اللہ کا نافرمان نہ
ہو جائے اس لئے اندیشہ اور اس خطرہ کو زائل اور ختم کرنے کیلئے صفت مَالِكِ يَوْمِ
الدِّيْنِ کو لایا گیا کہ وہ صرف رحمان اور رحیم ہی نہیں مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بھی ہے

صرف اللہ رب العزت کی رحمت کے امیدوار رہنے کا نام ایمان نہیں ہے اور
صرف خوف ہی خوف کا نام بھی ایمان نہیں ہے بلکہ ایمان نام ہے خوف اور امید کی
درمیانی کیفیت کا اَلْاِيْمَانَ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرِّجَاءِ ایمان نام ہے اللہ کے عذاب
اور پکڑ کا خوف اور اس کی رحمت کا امیدوار ہونا

دین کا مفہوم عربی میں دین کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے پوری شریعت کو
دین کہا گیا ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوا اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَامِ بے
شک اللہ کے ہاں دین اسلام ہے ایک اور جگہ پر فرمایا مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ
دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ جس شخص نے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو پسند اور
تلاش کیا تو وہ دین اس سے قبول نہیں کیا جائیگا سورۃ المائدہ میں فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (مائدہ ۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو گیا۔

دین بمعنی قانون ایک معنی دین کا قانون بھی ہے سیدنا یوسف علیہ السلام کے متعلق اللہ رب العزت نے فرمایا:

مَاكَانَ لِيَأْخُذَا اَخَاهُ فِىْ دِيْنِ الْمَلِكِ (یوسف ۷۶)

بادشاہ کے قانون کی رو سے یوسف اپنے بھائی بن یامین کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے یہاں دین قانون کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

دین بمعنی توحید وعبادت قرآن مجید میں بہت سی جگہوں پر دین عبادت کے معنی میں اور توحید کے معنی میں اور پکار کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے! سورۃ زمر میں فرمایا:

فَاعْبُدُ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ

پس عبادت کر اللہ کی اسی کیلئے عبادت کو خالص کرتے ہوئے۔

سورۃ حم مومن میں ارشاد ہوا:

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (المؤمن ۱۴)

پس تم اللہ کو پکارو اسی کیلئے پکار کو خالص کرتے ہوئے۔

حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کی ایک تقریر اور بلیغانہ وعظ قرآن نے ذکر کیا جس میں حضرت یوسف علیہ السلام قیدیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ

الْقَيِّمُ (یوسف ۴۰)

حکم دینا صرف اللہ کے اختیار میں ہے اس نے حکم دیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی بھی عبادت نہ کرو یہی ہے دین درست اور محکم!

سورۃ زمر میں ارشاد ہوا اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (زمر ۳)

خبردار اللہ ہی کے لئے ہے عبادت خالص

دین بمعنی جزا اگر اَلدِّین کا لفظ یوم کا مضاف الیہ ہو یعنی دین کی نسبت یوم کی طرف ہو تو پھر دین کا معنی جزا ہو گا جس طرح یہاں مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں ہے یعنی روز جزا کا مالک۔

صرف مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ؟ یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ اللہ رب العزت کیا صرف قیامت کے دن کا مالک ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر سورۃ الفاتحہ میں مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ قیامت کے دن کا مالک اور مختار اللہ ہے کیوں کہا گیا؟ اللہ رب العزت صرف مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ نہیں ہے بلکہ وہ تو دنیا و آخرت، زمین و آسمان، تحت الثریٰ اور ثریا۔۔۔ ساری کائنات کا، چودہ طبقوں کا۔۔۔ اور کائنات کے ذرے ذرے کا بلا شرکت غیر مالک ہے۔۔۔۔۔۔ قرآن نے جگہ جگہ اللہ کی ملکیت و سلطنت کو اور اللہ کے قبضہ و اختیار کو بیان فرمایا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ (الملک ۱)

بڑی برکت والی ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے بادشاہی

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (بقرہ ۱۵۵)

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ (فاطر ۱۳)

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ (آل عمران:۲۶)

آپ یوں دعا مانگئے اے اللہ اے تمام جہان کے مالک تو جسے چاہتا ہے بادشاہی دے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے!

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں بھی اللہ کی صفت مالکیت کا تذکرہ موجود ہے آپؐ فرض نماز کے بعد دعا مانگتے تھے:

اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا معبود اور کوئی نہیں اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کیلئے خوبیاں اور کمالات ہیں اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ جس کو تو عطاء کرنا چاہے (مال، دولت، صحت، عزت، حکومت، اولاد، رزق، رہائی وغیرہ) اس کو روکنے والا کوئی نہیں اور جس سے تو روک دے اس کو دینے والا کوئی نہیں کسی کوشش کرنے والے کو اس کی کوشش اللہ کے حکم کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں دیتی!

ہم جب حج یا عمرے کا احرام باندھتے ہیں تو ہمیں جو تلبیہ پڑھنے کا حکم ہے اس کے مبارک کلمات یہ ہیں؟

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

مولا میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں (یہ اقرار کرکے) میں حاضر ہوں

بے شک حمد ونعمت تیرے لئے ہو اور بادشاہی بھی (ایک دفعہ پھر اقرار کرتا ہوں) تیرا کوئی شریک نہیں۔

میں قرآن مجید کی کتنی آیات پیش کروں اور کتنی حدیثیں ذکر کروں جن میں اللہ رب العزت کے ملک اور مُلک کے تذکرے ہیں اللہ رب العزت کی ملکیت کے تذکرے ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ زمین و آسمان دنیا و آخرت اور ہر ہر چیز کا مالک ومختار صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے!(آگے بڑھنے سے پہلے میں یہاں ایک بات عقیدے کی بات آپ کو سنانا اور سمجھانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ جب ہر ہر چیز کا مالک اللہ ہے تو پھر عقل کا تقاضا یہ ہے کہ مانگنا بھی اس سے چاہئے جو مالک ہو کسی مقصد کیلئے پکارنا بھی اس کو چاہئے جو مالک ہو...... اور اس سے مانگنا جو مالک ہی نہ ہو احمق پن ہے...... ان سے نہیں مانگنا چاہئے جو لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ کا مصداق ہوں ان سے نہیں مانگنا چاہئے...... جو لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيَاةً وَّلَا نُشُوْرًا کے مصداق ہوں ان کو نہیں پکارنا چاہئے...... جو مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ کے مصداق ہوں...... ہاں ہاں ایسی شخصیت کو مدد کیلئے نہیں پکارنا چاہئے جو خود اعلان فرمائے لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اور کبھی اعلان فرمائے لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رُشْدًا...... جو اپنی جان کیلئے نفع ونقصان کا مالک نہ ہو جو ایک ذرہ کے مالک نہ ہوں جو موت وحیات کے مالک نہ ہوں جو کھجور کی گٹھلی کے اوپر چڑھے ہوئے باریک پردے کے مالک نہ ہوں... لوگو جو مالک نہ ہوں اسے مدد کیلئے پکارنا اور اس سے مانگنا عقل مندی کا تقاضا نہیں ہے! جو مالک نہ ہوں اس سے مانگنا احمق پن اور پاگل پن ہے......

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کیوں کہا

اللہ رب العزت دنیا و آخرت کا اور زمین و آسمان کا مالک ہے...... تو پھر سورۃ الفاتحہ میں، اسے محدود کر کے مَالِكِ

يَوْمِ الدِّيْنِ قیامت کے دن کا مالک کیوں کہا؟...... اس لئے کہا کہ دنیا میں مجازی طور پر اور عارضی طور پر اللہ رب العزت نے اپنی رحمت سے اور اپنی مہربانی سے بندوں کو مالک بنایا ہے دنیا کے مال کا وزرات، صدارت کا، دوکانوں اور زیورات کا عارضی اور مجازی مالک بنایا ہے (اگرچہ ان تمام چیزوں، کا حقیقی مالک اللہ ہی ہے)

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ تو جسے جانتا ہے بادشاہی عطاء فرماتا ہے مگر قیامت کے دن معاملہ ایسا ہوگا کہ وہاں عارضی، وقتی اور مجازی طور پر بھی ملکیت کسی کی نہیں ہوگی کسی کو سر اٹھانے کی اجازت نہیں ہوگی کسی کو زبان ہلانے کی اجازت نہیں ہوگی ......کلام کرنے کی اور بات کرنے تک کا اختیار نہیں ہوگا قیامت کے دن مکمل اختیار، پورا ملک صرف اور صرف اللہ رب العزت کے لئے ہوگا يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ وہ خود ہی مخلوق کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا......

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ قیامت کا دن ہوگا سب لوگ اللہ کے دربار میں حاضر ہوں گے سر جھکے ہوئے اللہ کا دبدبہ جلال اور رعب کہ جسموں پر کپکپی طاری ہوگی...... اللہ رب العزت تمام آسمانوں کو اپنے ہاتھ کی ایک انگلی پر رکھ لیں گے اور زمینوں کو دوسری انگلی پر رکھ لیں گے وَالشَّجَرُ عَلٰى اِصْبَعٍ روئے زمین کے تمام درختوں کو تیسری انگلی پر رکھ لیں گے وَالْمَاۗءُ الثَّرٰى عَلٰى اِصْبَعٍ ہر قسم کی مٹی کو اور تمام قسم کے پانیوں کو چوتھی انگلی پر رکھ لیں گے۔

وَسَآئِرِ الْخَلْقِ عَلٰى اِصْبَعٍ اور باقی تمام مخلوق کو پانچویں انگلی پر رکھ لیں گے ساری کائنات کو اپنے ہاتھ میں سمیٹ کر اعلان فرمائیں گے...... اَنَا الْمَلِكُ میں بادشاہ ہوں...... ایک دوسری روایت میں ہے کہ زمین و آسمان کو اپنے ہاتھوں میں لیکر جلال و دبدبہ سے آواز لگائیں گے اَيْنَ مُلُوكُ الْاَرْضِ زمین پر بادشاہی کرنے والے اور اپنے آپ کو صرف بادشاہ ہی نہیں شہنشاہ کہلانے

والے آج کہاں ہیں؟ کسی طرف سے کوئی جواب نہیں آئے گا کوئی نبی اور فرشتہ اور کوئی جن جواب دینے کی جرأت نہیں رکھے گا اللہ رب العزت خود فرمائیں گے:

اَنَا الْمَلِكُ صرف اور صرف میں ہی بادشاہ ہوں میرے علاوہ کوئی بھی مالک و بادشاہ نہیں ہے...... (بخاری)

قرآن مجید نے ایک جگہ پر کہا:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

لوگوں نے اللہ کی قدر اس طرح نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا پھر قیامت کے دن اللہ نے اپنی قدرت، قوت، حاکمیت، زور اور بادشاہی اور ملکیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (زمر ۶۷)

قیامت کے دن زمین اللہ رب العزت کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہونگے وہ پاک اور بلند و بالا ہے ہر اس چیز سے جسے مشرکین اس کا شریک ٹھہراتے ہیں! سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

يَطْوِي اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى۔

قیامت کے روز اللہ رب العزت تمام آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے سیدھے ہاتھ میں پکڑلیں گے پھر جلال بھری آواز میں کہیں گے

اَنَا الْمَلِكُ میں ہی بادشاہ ہوں۔

اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ وَاَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ

دنیا کے زبردست اور طاقت ور لوگ کہاں ہیں؟

دنیا کے متکبر و مغرور لوگ کہاں ہیں؟ (مسلم: ۴۸۲)

قرآن مجید نے اللہ کی بادشاہی اور حکومت کے اعلان کا تذکرہ اس طرح فرمایا:

يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (مومن ۱۶)

قیامت کے دن سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے ظاہر ہوں گے ان میں سے کوئی بھی اللہ سے مخفی نہیں رہے گا۔۔۔(اللہ فرمائیں گے) آج کس کی بادشاہی ہے؟۔۔۔۔۔۔(اس کا سچا اور حقیقی جواب ہے مولا آج تیری بادشاہی ہے یہ سچا اور صحیح جواب دینے کی ہمت اور جرأت نہ کسی نوری میں ہوگی اور نہ کسی ناری میں ہوگی۔۔۔۔۔۔نہ کوئی نبی بولے گا اور نہ کوئی ولی بولے گا۔۔۔۔۔۔نہ کوئی پیر بولے گا نہ کوئی پیغمبر بولے گا۔۔۔۔۔۔نہ کوئی بادشاہ بولے گا نہ کوئی شہنشاہ بولے گا) ۔۔۔۔۔۔جب کسی طرف سے کوئی جواب نہیں آئے گا تو اللہ تعالیٰ خود ہی فرمائیں گے آج بادشاہی اور راج۔۔۔آج حاکمیت، حکومت اور ملکیت و ملک صرف اللہ تعالیٰ کا ہے جو اکیلا اور غالب ہے! قرآن نے ایک جگہ پر قیامت کی ہولناکی اور سختی کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہا:

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلّٰهِ

(انفطار: ۱۹)

جس دن کوئی شخص کسی کو ذرہ برابر نفع پہنچانے کا مالک نہیں ہوگا اور تمام حکم اس دن خاص اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا!

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہنے کی دوسری وجہ

سورت الفاتحہ میں خاص قیامت کے دن کی ملکیت اور اختیار کا ذکر یہود و نصاریٰ کے علماء کی تردید کے طور پر فرمایا

یہود ونصاریٰ کے علماء اور گدی نشینوں نے غلط عقائد اور شرکیہ نظریات عوام الناس میں پھیلا دیئے تھے وہ آسمانی کتابوں میں تحریف کرتے غلط بیانیوں سے کام لیتے۔۔۔ حق بات کو چھپاتے حق کی مخالفت کرتے تھے۔۔۔۔۔۔ قرآن مجید نے اکثر جگہوں پر ان کی خباثتوں اور شرارتوں کے پردے چاک کئے ہیں۔ سورت البقرہ کے کئی رکوع یہود کی خباثتوں اور شرارتوں کی قلعی کھولنے پر صرف کر دیئے سورۃ النساء اور سورۃ مائدہ میں یہود ونصاریٰ کے غلط نظریات اور شرکیہ عقائد کو بیان کر کے ان کی تردید کی اور ان پر کفر کے فتوے لگائے! یہود ونصاریٰ کے علماء اور صوفیوں نے آخرت کے بارے میں ایک انتہائی غلط تصور اور غلط عقیدہ اپنے مریدوں اور مقتدیوں کے دماغ میں بٹھا رکھا تھا! سب سے پہلے انہوں نے عوام الناس کو یہ سبق پڑھایا کہ ہمارے نبیوں کو اللہ نے بیٹا بنالیا ہے۔

قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ بْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ بْنُ اللّٰهِ (توبہ۔۳۰)

یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے۔۔۔۔۔۔ جب عوام الناس نے اس عقیدے کو قبول کرلیا تو انہوں نے عوام کو دوسری سیڑھی پر چڑھایا اور انہیں باور کروایا:

قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (مائدہ۱۸)

یہود ونصاریٰ نے کہا ہم بھی اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں

سامعین گرامی قدر! یہاں ایک بات ذہن نشین رکھیے کہ وہ اپنے اپنے نبیوں کو حقیقتاً اللہ کا بیٹا نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کا خیال یہ تھا کہ اللہ نے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کو بیٹا بنالیا ہے۔۔۔۔۔۔ یعنی جس طرح باپ اپنے کچھ اختیار بیٹے کے حوالے کر دیتا ہے اسی طرح اللہ نے بھی اپنے کچھ اختیار حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کے

حوالے کر دیئے ہیں ...... یا جس طرح باپ اپنے بیٹے کی بات نہیں موڑتا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کی سفارش کو رد نہیں کرتا! اسی معنی میں وہ اپنے آپ کو بھی اللہ کا بیٹا اور محبوب سمجھتے تھے... آخرت کے وہ قائل تو تھے مگر ان کا خیال تھا کہ ہم اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں ہمیں دوزخ کی آگ چھو بھی نہیں سکتی وہ کہتے ہیں:

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (بقرہ ۸۰)

اول تو ہمیں آگ چھو بھی نہیں سکتی اور اگر کسی وجہ سے ہم آگ میں گئے بھی سہی تو وہ چند دن ہونگے ...... جتنے دن ہمارے آباؤ اجداد نے بچھڑے کی پوجا کی تھی... عوام الناس کو انہوں نے قیامت کے بارے میں بھی سمجھا رکھا تھا کہ جنت میں صرف وہی جائیں گے:

لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى (بقرہ ۱۱۱)

جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہی جو یہودی ہوا یا عیسائی

یہود و نصاریٰ کا یہ بھی خیال تھا کہ حضرت عزیر اور عیسیٰ اور ہمارے بزرگ اللہ کے پیارے ہیں... ان کی بات کو اور ان کی سفارش و شفاعت کو اللہ رد نہیں کرتا وہ ہمیں قیامت کے دن سفارش کر کے چھڑا لیں گے...... قیامت کے دن ان کو اختیار حاصل ہوگا...... سورت الفاتحہ میں جس طرح دوسرے باطل اور غلط نظریات اور عقائد کی تردید کی گئی ہے اسی طرح مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہہ کر یہود و نصاریٰ کے آخرت کے بارے میں غلط نظریئے کی تردید فرمائی اور بتلایا اور واضح کیا کہ قیامت کے دن کا مالک تو صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے... اس دن تمام اختیار اور راج اللہ ہی کے لیئے ہوگا قیامت کے دن حکم اسی کا چلے گا... عذاب و ثواب کا اختیار اسی کے ہاتھ میں ہوگا اور جن کو تم مالک و مختار سمجھ کر پکار رہے ہو اور جن کی خوشنودی کیلئے تم ان کے نام کی نذریں اور نیازیں دے رہے ہو...... جن کے بارے سمجھ رہے ہو کہ

قیامت کے دن سفارش کرکے چھڑالیں گے قیامت کے دن ان کا کوئی اختیار نہیں ہوگا ...... ان کا کوئی زور نہیں چلے گا قیامت کے دن ان کا تصرف اور اختیار نہیں ہوگا ... وہ سفارش کرنے کا بھی اختیار نہیں رکھیں گے، مگر میری مرضی اور اجازت سے!

قرآن نے یہود و نصاریٰ کے اس باطل نظریے کی تردید فرمائی

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (زخرف ۸۶)

اور جن کو مشرکین پکارتے ہیں وہ سفارش کے مالک نہیں ہیں ہاں جنہوں نے حق بات کی گواہی دی اور وہ اس کو جانتے ہیں (یعنی صرف مومنین کیلئے اللہ کے اذن سے شفاعت کریں گے)

ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا!

وَلَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا

(مریم ۸۷)

(مشرکین کے معبود) وہ شفاعت کے مالک نہیں ہونگے مگر وہ شخص کہ جس نے رحمان سے عہد لے لیا (یعنی جو شخص شفاعت کے قابل ہوگا اس کیلئے شفاعت ہوگی مگر شفاعت کا ازخود اختیار کسی کو نہیں ہوگا)

ایک اور مقام پر فرمایا

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى (نجم ۲۶)

اور آسمانوں میں بہت فرشتے ہیں کہ جن کی شفاعت سے ذرہ برابر نفع نہیں ہوگا مگر بعد اس کے کہ اللہ جس کو چاہئے اجازت دے اور پسند کرے اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقرب ترین فرشتے بھی بغیر اجازت کے

شفاعت نہ کر سکیں گے انہیں از خود کوئی اختیار نہیں ہوگا اور شفاعت بھی ان کے لئے کریں گے جن کیلئے اللہ پسند فرمائے گا

سامعین گرامی قدر! میں بیان یہ کر رہا ہوں کہ سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ذکر فرمائی ہے اور قیامت کے دن اپنی کلی ملکیت اور حکومت کو اس لئے بیان کیا ہے تاکہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے اس باطل عقیدے کا رد ہو جائے کہ ہمارے بزرگ قیامت کے دن ہمارے کام آئیں گے اور ہمیں چھڑا کر جنت میں پہنچا دیں گے وہ اللہ کے پیارے ہیں اور اللہ ان کی شفاعت کو رد نہیں کرتا اللہ ان کی نہیں موڑتا وہ اللہ سے بات منوا لیتے ہیں... مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہہ کر یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ قیامت کے دن سارا ملک اور مکمل اختیار اور کلی تصرف صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا اُس دن امر اور حکم اُسی کا چلے گا...... جن سے تم امیدیں وابستہ کر کے خوش ہو جن کی شفاعت پر تم بھروسہ کر کے بیٹھے ہو وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہونگے اور انہیں کچھ اختیار حاصل نہیں ہوگا... تمہیں چھڑا لینا اور تمہیں نفع پہنچانا تو دور کی بات ہے وہ تو میری اجازت کے بغیر زبان تک نہیں کھول سکیں گے۔

لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا

(نباء ۳۸)

وہ اپنے رب کے سامنے کلام نہیں کر سکیں گے مگر وہی بات کرے گا جس کو رحمان اجازت دے گا اور وہ بات کہے گا جو حق ہوگی (یعنی موحد کیلئے شفاعت کرے گا اور مشرک کیلئے لب نہیں کھولے گا)

رئیس المفسرین مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے شفاعت کا مسئلہ بڑے خوبصورت انداز میں صرف دو جملوں میں بیان فرما دیا شفیع (شفاعت کرنے والا) ماذون (اسے

اذن ملا ہو) ہو اور مَشفُوعٌ لَہٗ (جن کیلئے شفاعت ہو رہی ہے) وہ موحد ہوں۔

سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا

لوگو! اور کون ہے جو قیامت کے دن کچھ اختیار رکھتا ہو...... یہاں کہنے والے کائنات کے سرتاج ہیں امام لانبیاء ہیں، خاتم النبیین ہیں، رحمتہ اللعالمین ہیں، محبوب الٰہی ہیں...... اور کہہ کس کو رہے ہیں حسنینؓ کی والدہ محترمہ کو اپنی لخت جگر اور نور نظر کو سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو:

يَافَاطِمَةُ سَلِيْنِي مَا شِئْتِ مِن مَّا لِي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا (بخاری کتاب التفسیر سوہ شعرا)

اے میری بیٹی فاطمہ میرے مال میں سے جو تیرا دل چاہے مانگ لے مگر میں قیامت کے دن دربار الٰہی میں تیرے کسی کام نہ آسکوں گا۔

اور دوسری روایت میں آیا

فاطمہ عمل کرو... لَا اَملِكُ لَكِ شَيْئًا

قیامت کے دن میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہونگا!

اسی طرح آپؐ نے اپنے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے چچا اعمال صالحہ بجالاؤ لَااَملِكُ لَكَ شَيْئًا قیامت کے دن میں تیرے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا! ایک حدیث میں آتا ہے کہ چور، خائن اور ڈاکو چوری، خیانت اور ڈاکے والی چیز اپنے کاندھے پر اٹھا کر میرے پاس آئے گا اور کہے گا:

اَغِثْنِي يَارَسُوْلَ اللهِ یارسول اللہ میری مدد کیجئے مجھے اس دکھ اور پریشانی سے نجات دلائیے آپؐ جواب میں فرمائیں گے لَا اُملِكُ لَكَ شَيْئًا...... میں نے دنیا میں تبلیغ دعوت کے ذریعے تمہیں سب کچھ سمجھا دیا تھا اور اس دن کی سزا سے تمہیں آگاہ کر دیا تھا...... آج میں تیرے لئے کسی چیز کا بھی مالک نہیں ہوں!

قیامت کے دن جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی چیز کے مالک و مختار

نہیں ہوں گے کسی کو عذاب الٰہی سے چھڑا نہیں سکیں گے ...... ہاں آپؐ صرف شفاعت فرمائیں گے اور وہ بھی اللہ رب العزت کی اجازت اور اذن کے بعد... آپؐ کی شفاعت قبول بھی ہوگی جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف اور اختیار نہیں چلے گا تو پھر مخلوقات میں سے اور کون ہے جس کا اختیار چلے؟ جو رب سے اپنی بات منوا لے، جو کسی چیز کا مالک ہو جو رب کے عذاب سے چھڑا لے...... اسی لئے نمازی کو حکم ہے کہ بار بار نماز میں مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا اقرار کرے کہ قیامت کے دن تمام تر اختیار، تصرف اور ملک صرف اور صرف اللہ رب العزت کا ہوگا۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

گیارہویں تقریر

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ الۡاَمِیۡنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ ہ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ

سامعین محترم! گذشتہ خطبات میں سورۃ الفاتحہ کی تفسیر اور مفہوم بیان کرتے ہوئے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مَالِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ تک ترجمہ اور وضاحت وتفسیر میں بیان کر چکا ہوں آج کے خطبہ میں سورۃ الفاتحہ کی جس آیت کریمہ کا مفہوم اور تفسیر میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ آیت معانی و مفہوم کے اعتبار سے اور موضوع کی وسعت کے لحاظ سے انتہائی اہم آیت ہے۔

علامہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلاف میں سے کچھ بزرگوں نے فرمایا ہے:

اَلۡفَاتِحَۃُ سِرُّ الۡقُرۡاٰنِ وَ سِرُّ الۡفَاتِحَۃِ ھٰذِہِ الۡکَلِمَۃُ "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ" (ابن کثیر ۲۵/۱)

پورے قرآن کا بھید اور راز سورت الفاتحہ ہے اور سورۃ الفاتحہ کا خلاصہ اور راز یہ کلمہ ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ

یاد رکھیئے یہ آیت صرف سورت الفاتحہ کا خلاصہ اور نچوڑ نہیں ہے بلکہ یہ آیت پورے قرآن مجید کا خلاصہ، مغز، لُبِ لباب، عرق اور نچوڑ ہے پورا قرآن اللہ رب العزت نے اسی مسئلے کو بیان کرنے کے اور اسی حقیقت کو واضح کرنے کیلئے نازل فرمایا کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کا ورد اور اعلان ہر بندے کی زبان پر جاری ہوجائے قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے سورۃ ہود کو اس طرح شروع فرمایا

اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ

قرآن کی آیتیں بڑی محکم ہیں آیتوں کے محکم ہونے اور مضبوط ہونے سے مراد اور مقصود یہ ہے کہ وہ باہمی تناقض سے محفوظ ہیں اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے وہ تمام لفظی اور معنوی خوبیوں سے مزین اور آراستہ ہیں (روح المعانی)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ قرآن کی آیتیں بڑی محکم ہیں محکم ہونیکا مطلب یہ ہے کہ اب ان کو منسوخ کرنے والی کوئی کتاب نہیں آئے گی (قرطبی)

تورات وانجیل کو جس طرح قرآن نے منسوخ کردیا اس طرح قرآن کو منسوخ کرنے والی اب کوئی کتاب نہیں آئے گی...... ثُمَّ فُصِّلَتْ پھر یہ قرآن کوئی الجھی ہوئی ڈور بھی نہیں ہے کہ جس کا سرا ملنا مشکل ہے...... یہ کوئی معمہ بھی نہیں ہے بلکہ اس کی آیتوں کو کھول کھول کی بیان کیا گیا ہے جس طرح موتیوں والے ہار میں خاص قسم کے آبدار اور خوبصورت موتی پرو کے اس کے حصے الگ الگ کیے جاتے ہیں اسی طرح قرآن مجید میں بھی توحید کے دلائل، قیامت کے ثبوت، رسالت کے شواہد، احکام، امثال، نصائح اور واقعات وقصص کو ذکر کیا گیا ہے (روح المعانی)

توحید کو اور اپنی الوھیت، معبودیت کو اور شرک کی قباحت کو اس طرح مفصل طریقے سے اور کھول کھول کے بیان کیا ہے کہ ادنیٰ عقل اور معمولی فہم رکھنے والا شخص

بھی اسے آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے !

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ

قرآن کی آیات محکم اور مفصل کیوں نہ ہوں اس کو نازل کرنے والا جو حکیم اور خبیر ہے یہ سب کچھ اللہ رب العزت نے تمہید کے طور پر کہا تاکہ لوگ اسے غور وفکر سے سنیں ترغیب دلانے کیلئے یہ تمہید باندھی مولا ! اتنی خوبصورت اور جاندار تمہید باندھنے سے مقصد کیا ہے؟ مولا ! . . . یہ قرآن جس کی آیات بڑی محکم ہیں مولا یہ قرآن جس کی آیات بڑی مفصل ہیں مولا . . . یہ جس کو بھیجنے والا تیرے جیسا حکیم اور خبیر ہے مولا ! اس کتاب کے اتارنے سے تیرا مقصد کیا ہے؟ . . . . . . مولا یہ قرآن منوانا کیا چاہتا ہے؟ . . . . . . فرمایا اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللہ عبادت نہ کرو مگر اللہ کی ! سورت ہود کے اس مضمون سے واضح ہوا کہ قرآن مجید کے نزول کا اصل مقصود بالذات مضمون مسئلہ توحید کا بیان اور شرک کی نفی کرنا ہے !

ثمرہ دلائل و دعویٰ اللہ رب العزت کا قرآن مجید میں یہ طرز اسلوب ہے اور انداز بیان ہے کہ ایک دعویٰ پیش کرتے ہیں پھر اپنے دعویٰ کو دھینگا مشتی، جبر اور ڈنڈے کے زور سے نہیں منواتے بلکہ اپنے پیش کردہ دعویٰ کو دلائل کے زور سے ثابت فرماتے ہیں میں اس کی ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں ذرا سنیے !

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۱ میں اللہ رب العزت نے ایک دعویٰ کیا ہے:

يَآَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ اے لوگو عبادت کرو اپنے پالنہار کی پھر دلائل کا سلسلہ شروع فرمایا میری عبادت اس لئے کرو کہ میں تمہارا پالنہار ہوں میں تمہارا بھی اور تمہارے آباؤ اجداد کا بھی اور تمہارے معبودوں کا بھی خالق ہوں . . . میں نے زمین کو تمہارے لیے فرش اور آسمان کو چھت بنایا . . . . . . میں نے اوپر سے بارش برسا کر مختلف قسم کے اناج اور پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی دعویٰ پیش کرنے کے بعد

اور دلائل کی بارش برسانے کے بعد اللہ رب العزت نے نتیجہ نکالا فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا اگر تمہارا رب، خالق، رازق میں ہوں تو میرے ساتھ کسی کو شریک اور ساجھی نہ بنایا کرو!

یہاں سورۃ الفاتحہ میں بھی اللہ رب العزت نے یہی طرز اور یہی انداز بنایا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ دعویٰ ہے تمام صفات الوہیت، ومعبودیت صرف اور صرف اللہ کے لئے ہیں اس دعویٰ پر تین عقلی دلائل پیش فرمائے دعویٰ اور تین دلائل کے بعد نتیجہ اور ثمرہ بیان فرمایا میرے دعویٰ اور دلائل کا نتیجہ یہ نکلا کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اے میرے مولا! تیرا نام اللہ ہے صفات کارسازی تیرے لئے ہیں اور تو ہی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے رحمان ورحیم ہے اور تو ہی مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ہے تو پھر میں پھر وعدہ اور اقرار کرتا ہوں کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

ہی اور بھی اِیَّاكَ نَعْبُدُ کا معنی ہے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں...... اس ہی نے شرک کے تمام جراثیم کو ختم کر دیا اور شرک کی تمام رگیں کاٹ کر رکھ دیں

یاد رکھیے عربی زبان میں کلام کا انداز اور طرز یہ ہوتی ہے کہ پہلے فعل (کام) کا ذکر ہوتا ہے پھر فاعل (کام کرنے والا) کا ذکر ہوتا ہے اور آخر میں مفعول (جس کیلئے کام کیا گیا ہو کا تذکرہ ہوتا ہے مگر اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ میں معاملہ اُلٹ ہے اِیَّاكَ مفعول جس کو آخر میں ہونا چاہیے تھا اسے آخر سے اٹھا کر شروع میں لائے اور فعل فاعل جن کو شروع میں ہونا چاہیے تھا انہیں مؤخر کر دیا اور علم معانی کا اصول ہے:

اَلتَّقْدِیْمُ مَا حَقُّهُ التَّاْخِیْرُ یُفِیْدُ الْحَصْرَ وَالتَّخْصِیْصَ

وہ کلمہ جسے مؤخر ہونا چاہئے جب اسے مقدم کر دیا جائے تو وہ حصر اور

تخصیص کا معنی دیتا ہے

یہاں اِیَّاکَ دونوں جگہوں پر پہلے لایا گیا جس سے غرض اور مقصد یہ ہے کہ عبادت اور استعانت صرف اور صرف اللہ کے لئے خاص ہو جائے اور اللہ کے ماسوا سے عبادت و استعانت کی مکمل نفی ہو جائے!

میں تیری بھی بیوی ہوں

میں آپ کی ہی اور بھی میں فرق ہے اسے ایک مثال کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں!

آپ اپنی مصروفیات سے فارغ ہو کر اپنے گھر گئے جونہی گھر میں داخل ہوئے سامنے آپ کی گھر والی آپ کی اہلیہ بیٹھی ہوئی ہیں اس نے آپ کو دیکھا اور کہا سرتاج میں تیری بھی بیوی ہوں ...... کیا خیال ہے؟ اس نے درست اور صحیح کہا؟ ...... کیا غیرت مند شوہر اپنی بیوی سے یہ جملہ سننا چاہتا ہے؟ ...... ہرگز نہیں غیرت مند شوہر اپنی بیوی سے اور اپنی شریک حیات سے سننا چاہتا ہے میں تیری ہی بیوی ہوں ...... میں تیری ہی عزت ہوں ...... میں تیرے بستر ہی کی زینت ہوں ...... اس طرح غیرتوں والا اللہ بھی اپنے بندوں سے سننا چاہتا ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ......

حدیث میں آتا ہے کہ جب نمازی اپنی نماز میں کہتا ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ...... تو جواب میں اللہ کہتا ہے هٰذَا بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَ عَبۡدِیۡ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان اقرار اور وعدہ ہے کہ وہ میرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرے گا وہ میرے سوا کسی سے غائبانہ مدد نہیں مانگے گا اور میری طرف سے وعدہ ہے کہ جو کچھ وہ مانگے گا میں اس کو عطا کرونگا ...... وہ عابد ہے اور میں معبود ہوں وہ طالب ہے اور میں مطلوب ہوں ...... وہ مملوک ہے اور میں مالک ہوں ...... وہ

مغلوب ہے اور میں غالب ہوں ...... وہ محکوم ہے اور میں حاکم ہوں ...... وہ ساجد ہے اور میں مسجود ہوں ... عبادت کرنا اس کا فرض ہے اور مدد کرنا میری شان ہے

عبادت کی تعریف

آج کا کلمہ گو اِیَّاکَ نَعْبُدُ نماز کی اکثر رکعتوں میں کئی مرتبہ پڑھتا ہے اور پھر قبروں اور مزاروں پر سجدہ ریزیاں بھی کرتا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ بھی پڑھتا اور پھر غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز بھی دیتا ہے وہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ بھی پڑھتا ہے اور غیر اللہ کو عالم الغیب مختار کل اور متصرف الامور بھی سمجھتا ہے انہیں مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ کر پکارتا بھی ہے ایک شاعر کہتا ہے۔ ع

زباں پر آیہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن بھی رہی
اور صنم کے پاؤں پہ تیری جبین بھی رہی

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے علاقے اور معاشرے کا کلمہ گو اردو اور پنجابی یا پشتو جانتا ہے اُسے عبادت کے مفہوم کا علم نہیں ہے، وہ نہیں جانتا کہ عبادت کسے کہتے ہیں اور معبود کون ہوتا ہے؟ ...... وہ سمجھتا ہے کہ نماز پڑھنا عبادت ہے زکوٰۃ عبادت ہے روزہ اور حج عبادت ہے قربانی عبادت ہے پھر وہ کہتا ہے ہم غیر اللہ کی نماز تو نہیں پڑھتے ہم نے کبھی غیر اللہ کے نام کا روزہ نہیں رکھا پھر ہم مشرک کیسے ہو سکتے ہیں! ہم نے کبھی غیر اللہ کیلئے حج نہیں کیا پھر ہم مشرک کیوں؟

یاد رکھیے! نماز عبادت کی ایک قسم ہے زکوٰۃ عبادت کی ایک قسم ہے حج روزہ ،قربانی اور قیام، احرام اور طواف حجر اسود کو بوسہ دینا، صفا اور مروہ کی سعی کرنا یہ سب عبادت کی قسمیں ہیں ...... ان تمام اعمال ۔ نعال کو ایک عقیدہ عبادت بنا رہا ہے ذہن میں رکھیئے کہ ہر تعظیم عبادت نہیں بنے گی بلکہ وہ تعظیم عبادت بنے گی جو دو عقیدوں کے ساتھ یا دو میں سے ایک عقیدہ ذہن میں رکھ کر کی جائے گی ...... وہ نظریہ اور وہ

عقیدہ اس عمل کو اس تعظیم کو عبادت بنادے گا۔۔۔ وہی نظریہ نہ کھانے کو عبادت بنادے گا۔۔۔ وہی عقیدہ احرام باندھنے کو عبادت بنادے گا۔۔۔ وہی عقیدہ بھاگنے کو عبادت بنا دے گا۔۔۔ وہی عقیدہ نماز میں قیام کو اور ہاتھ باندھنے کو عبادت بنادے گا۔۔۔ وہی عقیدہ حجر اسود کے چومنے کو عبادت بنادے گا۔۔۔

سامعین محترم! تھوڑی دیر کیلئے دل و دماغ میرے حوالے کر کے میری بات کو پوری توجہ سے سنیے اور سمجھنے کی کوشش کیجئے ہر وہ کام اور ہر وہ تعظیم (نذر و نیاز، پکار، قیام و غیرہ) عبادت بن جائے گی جو دو عقیدوں کے ساتھ کی جائے گی

ایک عقیدہ یہ کہ جس ہستی کیلئے یہ تعظیم کر رہا ہوں اس کو غیبی تسلط حاصل ہے یعنی وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میں اس کو نہیں دیکھ رہا وہ عالم الغیب ہے اور میرے حالات سے پوری طرح واقف اور باخبر ہے۔۔۔ اور دوسرا عقیدہ یہ کہ جس ذات کیلئے میں یہ تعظیم کر رہا ہوں وہ مالک و مختار ہے نفع نقصان پہنچانے پر قادر ہے اور متصرف فی الامور ہے۔

یہ دو عقیدے ذہن میں رکھ کر یا ان دو میں سے ایک عقیدہ ذھن میں رکھ کر آپ جو تعظیم بھی کریں گے یہ عقیدے اُس تعظیم کو اس فعل کو عبادت بنادیں گے اور جس کیلئے وہ تعظیم کی جائے گی وہ معبود بن جائے گا یہ دو عقیدے اگر ذہن میں موجود نہ ہوں اور انسان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرے، اپنے والدین کی تعظیم کرے، اپنے استاد کی تعظیم کرے، اپنے مرشد کی تعظیم کرے ان کے ہاتھ چوم لے ان کے آگے دوزانو، التحیات کی شکل میں بیٹھ جائے، ان کی خدمت میں کوئی ہدیہ اور تحفہ پیش کرے ان کے سامنے باادب کھڑا ہو جائے تو یہ تعظیم عبادت نہیں بنے گی۔۔۔۔۔۔ کیونکہ اس تعظیم کے پیچھے وہ عقیدہ اور وہ نظریہ موجود نہیں جو انسان کے عمل کو اور اس تعظیم کو عبادت بناتا ہے ۔۔۔۔۔۔ مگر یہاں ایک مسئلے کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔۔۔۔۔۔ اور ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں کہ تعظیم کی بعض صورتیں ایسی ہیں

جو صرف اور صرف اللہ کے ساتھ خاص ہیں اور وہ کسی بھی نیت کے ساتھ اور کسی حال میں بھی غیر اللہ کیلئے جائز نہیں

مثلاً سجدہ کرنا بیت اللہ کا طواف کرنا اور نذر و منت ماننا اور دینا کیونکہ یہ تعظیمیں ایسی ہیں جو ہر حال میں اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں اور غیر اللہ کیلئے کسی حال میں بھی جائز نہیں...

یہ دو صفتیں معبود کی ہیں سامعین گرامی قدر! جن دو عقیدوں کے ساتھ کوئی تعظیم کرنا عبادت بنتی ہے یعنی عالم الغیب ہونا اور مالک ومختار ہونا یہ دو صفتیں صرف اِلٰہ اور معبود میں پائی جاتی ہیں جس ہستی میں یہ دو صفتیں مان لی جائیں تو گویا کہ اس ہستی کو معبود مان لیا گیا ہے...... اور کلمہ میں اقرار کیا تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اور نماز میں وعدہ کیا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں اس پر قرآن مجید میں سے کچھ دلائل اور شواہد پیش کرنا چاہتا ہوں...... تا کہ مسئلہ نکھر کر آپ کے سامنے آجائے۔

سورۃ آل عمران میں فرمایا:

اِنَّ اللهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ (آل عمران ۵۔۶)

بے شک اللہ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے (یہ ایک صفت کا تذکرہ ہوا کہ ہر ہر چیز کو جاننے والا اور عالم الغیب اللہ ہے) وہ اللہ تمہاری صورتیں بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے (یہ دوسری صفت کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ مالک ومختار اور قادر وقدیر صرف اللہ ہے)

یہ دو صفتیں ذکر کر کے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اگر عالم الغیب بھی میں ہوں اور مختار کل بھی میں ہوں تو پھر میرے سوا اِلٰہ معبود بھی کوئی اور نہیں ہے۔

سورۃ قصص میں فرمایا:

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَ

اور تیرا رب جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور مختار ہے اور ان لوگوں کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے

یہ ایک صفت کا تذکرہ ہوا کہ قادر و قدیر اور مالک و مختار اللہ ہے

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ

اور تیرا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔

یہ دوسری صفت کا ذکر ہوا کہ عالم الغیب اور ہر ہر چیز کو جاننے والا اللہ ہے۔

یہ دو صفتیں ذکر کر کے فرمایا اگر یہ دونوں صفتیں میری ہیں تو پھر اس حقیقت کو مان لو

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (قصص ۶۹)

وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی بھی معبود بننے کے لائق نہیں ہے

اللہ رب العزت نے سورۃ نحل کی آیۃ ۳ سے لے کر آیت ۱۸ اپنی صفت خالقیت و قدرت کا تذکرہ فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خالق میں ہوں...... آسمان سے بارش برسانے والا میں ہوں... کھتیاں، انگور، کھجور کے باغات اُگانے والا میں ہوں... رات اور دن کو مسخر کر کے اس میں سورج، چاند اور ستاروں کو مسخر کرنے والا میں ہوں...... سمندر کو مسخر کر کے اس میں مچھلیاں پالنے والا میں ہوں...... زمین پر پہاڑوں کی میخیں ٹھونکنے والا میں ہوں... زمین کا سینہ چیر کر اس میں نہریں اور دریا بہانے والا میں ہوں... زمین میں راستے اور راستوں کی علامتیں بنانے والا میں ہوں

پھر آیۃ ۱۹ میں اپنی دوسری صفت علم غیب کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہوئے! اللہ

رب العزت نے اپنی دونوں صفتوں کا ذکر کرنے کے بعد غیر اللہ سے ان دو صفتوں کی نفی فرمائی۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ

اور جن کو مشرکین حاجات میں اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ پیدا نہیں کرتے (بلکہ) وہ خود پیدا کئے گئے ہیں!

میں نے کائنات کی ہر چیز بنائی... چلتے پانی پر زمین کو ٹکایا بغیر ستونوں کے آسمان بنائے... آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کر دیا... سورج اور چاند کو تخلیق کر کے انہیں ایک پٹری پر چلایا...... اور جن کو مصائب میں مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ کر تم پکارتے ہو انہوں نے ایک ذرہ بھی نہیں بنایا...... وہ مکھی کا پر بھی نہیں بنا سکتے بلکہ وہ تو اپنی تخلیق میں میرے محتاج ہیں! غیر اللہ سے دوسری صفت کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (نحل ۲۱)

وہ مردے ہیں زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے

میں تو ہر ہر چیز کو جانتا ہوں سینے کے راز جانتا ہوں چھپی اور ظاہر ہر ہر چیز میرے علم میں ہے اور جن کو تم پکارتے ہو وہ عالم الغیب ہونا تو دور کی بات ہے انہیں تو اتنا بھی علم نہیں کہ وہ خود قبروں سے کب اٹھائے جائیں گے اپنی دونوں صفتوں کو ذکر کرنے کے بعد اور غیر اللہ سے ان دونوں صفتوں کی نفی کرنے کے بعد اللہ نے فرمایا:

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (نحل ۲۲)

جب یہ دونوں صفتیں صرف اور صرف میری ہیں تو میرے دعوے کو تسلیم کرو کہ تمہارا معبود اکیلا (اللہ) معبود ہے۔

اللہ رب العزت نے غیر اللہ سے معبودیت کی نفی فرمائی تو وہاں بھی ان دو صفتوں کی غیر اللہ سے نفی فرمائی! سورۃ فاطر کی آیۃ ۹ سے لیکر ۱۲ تک اللہ رب العزت نے اپنی صفات کارسازی کا تذکرہ فرمایا اور آخر میں آیت ۱۳ میں فرمایا:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ

ان صفتوں کا مالک اللہ تمہارا پالنہار ہے اسی کی سلطنت، بادشاہی اور راج ہے! آگے اللہ رب العزت نے مشرکین کے معبودوں کی بے بسی کو ذکر کرتے ہوئے ان ہی دو صفات کی ان سے نفی فرمائی

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ

اور جن جن کو اللہ کے سوا تم پکارتے ہو وہ کھجور گٹھلی کے اوپر جو چھلکا ہوتا ہے اس کے بھی مالک نہیں ہیں

(کھجور کی گٹھلی پر چھلکا بالکل بے قیمت ہے...... کروڑ چھلکے جمع کرو تب بھی ایک روپے کے نہیں بکیں گے...... فرمایا تمہارے لئے بالکل حقیر اور فضول اور بے قیمت ہیں مگر ہم نے دنیا میں کوئی چیز بھی فضول اور عبث نہیں بنائی... ہم نے کھجور کی گٹھلی پر یہ چھلکا اس لئے چڑھایا تاکہ گٹھلی کی کھٹاس کھجور کی مٹھاس کی طرف نہ چلی جائے۔ تمہارے معبود گٹھلی پر چڑھے ہوئے ایک چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں! آگے فرمایا......

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ

اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے

نہ دور سے اور نہ نزدیک سے...... قبر کے اوپر کھڑے ہو کر پکارو تب بھی نہیں سنتے انہیں کوئی علم نہیں ہے کہ کون ہماری قبر پر آیا اور کون نہیں آیا کس نے ہمیں پکارا اور کس نے نہیں......

وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ (احقاف : ۵)

اور وہ ان پکارنے والوں کی پکار سے بے خبر ہیں!

سامعین محترم! میں سمجھانا آپ کو یہ چاہتا ہوں کہ معبود میں دو صفتوں کا ہونا ضروری ہے اور جس ہستی میں دو صفتیں مان لی جائیں تو گویا کہ اسے معبود سمجھ لیا گیا ہے! اور جو کام اور جو تعظیم ان دو عقیدوں کے ساتھ کی جائے (ایک علم غیب دوسری صفت مختار کل) یہ دو عقیدے اس تعظیم کو عبادت بنا دیں گے

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں واؤ تفسیر یہ ہے واؤ تفسیر یہ کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اگر مجھ سے پہلے جملے کی سمجھ نہیں آئی تو میرے بعد میں والے جملے کو پڑھو

اِيَّاكَ نَعْبُدُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں مولا...... عبادت کیا ہوتی ہے اور عبادت کسے کہتے ہیں... اللہ نے فرمایا وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پڑھو یعنی ہم مصائب اور تکالیف میں مدد صرف اور صرف تجھ ہی سے مانگیں گے، مطلب یہ ہے کہ غائبانہ حاجات میں مدد کیلئے پکارنا عبادت ہے!

ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

پکار عبادت کا مغز اور لب لباب ہے۔

قرآن مجید کی بعض آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصائب میں غائبانہ پکارنے کا نام عبادت ہے ایک جگہ پر فرمایا:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ (مؤمن : ۶۰)

اور تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری درخواست اور دعا کو قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے اعراض اور روگردانی کرتے ہیں وہ

عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہونگے۔

ذرا دھیان کیجئے! آیت کے پہلے حصے میں اُدْعُوْنِی دعا اور پکار کا ذکر ہے اور آیت کے آخری حصے میں عَنْ عِبَادَتِی کہہ کر بتایا گیا ہے کہ پکار عبادت ہے ایک اور جگہ قرآن مجید نے اس حقیقت کو بیان فرمایا:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غَافِلُوْنَ (احقاف)

اور اس شخص سے بڑا گمراہ اور کون ہوگا (یعنی اس شخص سے بڑا گمراہ اور کوئی نہیں استفہام انکاری ہے) جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کو قبول نہ کر سکیں (اس لئے) کہ وہ ان کی پکار سے غافل اور بے خبر ہیں (یعنی ان کی پکار کو سننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے)

آگے فرمایا

وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِیْنَ (احقاف ٦)

اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے (یعنی قیامت کے دن) تو وہ ان مشرکین کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت سے وہ انکاری ہو جائیں گے۔

ذرا غور فرمائیے پہلی آیت میں یَدْعُوْا یعنی غائبانہ پکار کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں بِعِبَادَتِهِمْ سے تعبیر کر کے اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ غائبانہ پکارنا عبادت کے زمرے میں آتا ہے...... میرا دل کرتا ہے کہ میں آپ کے سامنے قرآن مجید کا ایک ایسا مقام رکھوں جسمیں جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اس حقیقت کو بیان کر رہے ہے کہ مصائب و حاجات میں غائبانہ پکارنا عبادت ہے!

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے بت گر، بت فروش اور بت پرست والد کو تبلیغ کر

رہے ہیں اسے سمجھا رہے کہ جن کو تو پکارتا ہے اور جن کے نام کی نذرونیاز تو دے رہا ہے یہ تیری پکار کو سن نہیں سکتے ... یہ تیرے حالات کو دیکھ نہیں سکتے اور مکمل طور پر بے بس اور بے اختیار ہیں ... تیرے کچھ کام بھی نہیں آسکتے ...... بابا شیطان کی عبادت اور اطاعت چھوڑ کر میرے پیچھے چلو اور میری پیروی کرو! والد نے جواب میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سنگسار کرنے کی اور گھر سے نکل جانے کی دھمکی دی ... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بابا کو سلام متارکت کہنے کے بعد فرمایا:

وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ

(مریم: ۴۸)

میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں اور جن جن کو تم اللہ رب العزت کے سوا پکارتے ہو میں ان سے بھی الگ ہو رہا ہوں میں صرف اپنے رب کو پکارتا رہوں گا مجھے یقین ہے کہ اپنے پروردگار کو پکار کر محروم نہ رہوں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جرأت مندانہ اعلان فرمایا تو اللہ رب العزت نے ان پر اپنے ہونے والے انعامات کا تذکرہ فرمایا:

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗ اِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا (مریم: ۴۹)

پھر جب ابراہیم نے ان مشرکین کو چھوڑ دیا اور ان کو بھی چھوڑ دیا جن جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے تو ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور دونوں کو نبی بنا دیا۔

ذرا توجہ فرمائیے! سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بابا سے الگ ہوتے ہوئے فرمایا تھا میں تم سے بھی الگ ہو رہا ہوں اور ان سے بھی جن کو اللہ کے سوا حاجات میں تم پکارتے ہو پھر اللہ رب العزت نے ان کے الگ ہونے کا تذکرہ فرمایا تو کہا'' جب

ابراہیم مشرکین سے الگ ہو گئے اور ان سے بھی جن کی مشرکین اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے''

معلوم ہوا مشکلات اور حاجات میں غائبانہ پکارنا عبادت ہے بلکہ عبادت کا مغز اور نچوڑ ہے!

جب پکار اور عبادت ایک چیز ہے بلکہ مصائب اور تکالیف میں غائبانہ پکار عبادت کا مغز اور بقول ابن عباسؓ اَفْضَلُ الْعِبَادَة تو پھر ماننا پڑے گا اور یقین کرنا پڑے گا کہ مصائب اور پریشانیوں میں گھر کر مدد کے لئے غائبانہ پکار صرف اور صرف اللہ رب العزت ہی کے لئے ہوگی۔

ایک شبہ اور اس کا جواب بعض پڑھے لکھے جاہل عوام الناس کو دھوکہ اور فریب دیتے ہیں...... کہ روزمرہ کی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ تقریباً ہر انسان دوسرے انسان سے مدد مانگتا ہے اور اپنی مدد کیلئے اُسے بلاتا ہے... بلکہ اس دنیا کا نظام ہی ایسا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد کئے بغیر زندگی کا پہیہ چل ہی نہیں سکتا... آپ دوسرے آدمی سے کہتے ہیں مجھے پانی پلا دے یہ بوجھ میری سواری پر رکھوا دے ...... بلکہ اس باہمی مدد مانگنے کو ثبوت قرآن کی آیات میں موجود ہے اور وہ حضرات ان آیات کو بڑی لے اور سُر سے پڑھ پڑھ کر سادہ لوح عوام کو بے وقوف بناتے رہتے ہیں...... مثلاً حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جب محسوس کیا کہ میرے دشمن یہودی شرارت اور خباثت پر کمربستہ ہو گئے ہیں اور کفر پر اڑ گئے ہیں اور میرے نقصان پہنچانے کی تدبیروں میں مصروف ہیں تو انہوں نے اعلان فرمایا:

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون بنے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ صدا ان کی حواریوں نے جواب دیا

نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ (سورت آل عمران ۵۲)

اللہ کے دین کے ہم مددگار ہیں!

ذوالقرنین بادشاہ نے ایک جگہ پہنچ کر وہاں کے بسنے والے لوگوں سے کہا

اَعِیۡنُوۡنِیۡ بِقُوَّۃٍ (کھف: ۹۵)

تم لوگ قوت بازو سے میری مدد کرو

علاوہ ازیں اللہ رب العزت نے تمام لوگوں کو حکم دیا۔

تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡبِرِّ وَ التَّقۡوٰی (مائدہ ۲)

نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرو

اسی طرح اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اگر تم سے کمزور اور لاچار مسلمان دین کی بابت مدد کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا ضروری ہے فرمایا

وَاِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ فَعَلَیۡكُمُ النَّصۡرَ (انفال ۷۲)

اگر (وہ کمزور اور مظلوم مسلمان) تم سے مدد مانگیں دین کے معاملے میں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے!

نام نہاد علماء اور خطباً ان آیات کو پڑھ پڑھ کر اور عقلی ڈھکو سلے چلا چلا کر عوام کو گمراہ کرنے اور ورغلانے کی کوشش کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ دیکھو جی! اللہ رب العزت نے خود ایک دوسرے سے مدد مانگنے اور مدد کرنے کا حکم دیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا پیغمبر بھی اپنے ماننے والوں سے مدد مانگ رہا ہے...... اور ذوالقرنین جیسا بادشاہ بھی ایک قوم سے مدد کرنے کی درخواست کر رہا ہے... اس لئے انبیاء اور اولیاء سے اور فوت شدہ بزرگوں سے مصائب میں مدد مانگنا جائز ہے۔

شبہ کا جواب اس شبہے کا ایک جواب الزامی دینا چاہتا ہوں اور ایک تحقیقی جواب عرض کرونگا...... اہل بدعت کے قول اور دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ العیاذ باللہ عوام

الناس انبیاء اور اولیا کے حاجت روا اور مشکل کشا ہیں...... کیونکہ حضرت عیسیٰ جیسے اولوالعزم اور صاحب کتاب و معجزات پیغمبر نے اپنے حواریوں اور اپنے امتیوں سے مدد مانگی اور کہا مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللہِ اور ذوالقرنین جیسے بادشاہ نے ایک مجبور قوم سے مدد مانگی اور کہا اَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ......

یہ غیر اللہ کے پجاری بھی عجیب لوگ ہیں اور بڑی کشمکش میں پھنسے ہوئے ہیں کہ دعویٰ تو یہ ہے کہ انبیاء اور اولیا حاجت روا اور مشکل کشا ہیں اور ان کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کیلئے پکارنا چاہئے...... اور اپنے عقیدے پر دلیل وہ دے رہے ہیں جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ انبیاء اولیا محتاج ہیں اور عوام سے مدد مانگ رہے ہیں اور ان کے حاجت روا اور مشکل کشا عوام الناس ہیں...... (مَعَاذَاللہِ مِنْ ھٰذِہِ الْخُرَافَاتْ)

تحقیقی جواب ایک ہوتی ہے استعانت اور ایک ہے تعاون... تعاون ایک دوسرے سے ہو سکتا ہے مگر استعانت صرف اور صرف اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہے... مدد اور حاجت روائی کے لئے پکارنے کے دو مطلب ہیں... ایک یہ ہے کہ جسے مدد کے لئے پکارا جائے اس کے متعلق یہ خیال ہو کہ ہم تو ہر حال میں اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی معاملے میں ہمارا محتاج نہیں ہے یہ مدد مانگنا اور مدد کے لئے پکارنا صرف اور صرف اللہ رب العزت کے ساتھ مخصوص ہے اور اس نظریئے اور اس عقیدے کے ساتھ اللہ کے سوا کسی اور سے مدد مانگنا اور مدد کیلئے پکارنا صریح اور واضح شرک ہے!

دوسری صورت یہ ہے کہ ہم مدد کیلئے جس کو آواز لگائیں اس کے متعلق ہمارا خیال اور یقین یہ ہو کہ کسی معاملے اور کسی بات میں ہم اس کے محتاج ہیں اور کسی معاملے میں وہ ہمارا محتاج ہے...... آج وہ ہماری مدد کر رہا ہے کل اس کو بھی میری مدد کی ضرورت پڑ سکتی ہے...... آج وہ میری مدد کرے گا تو کل میں اس کی مدد کرونگا...... اس

طرح کا تعاون اور اس طرح کی مدد مانگنا نہ شرک ہے اور نہ نا جائز اور گناہ... بلکہ اس طرح ہی تو دنیا کا کاروبار اور دنیا کے معاملات چل رہے ہیں...... پہلی صورت کو استعانت کہتے ہیں یعنی مدد مانگنا اور اس صورت میں اور اس معنی میں صرف اور صرف اللہ ہی مستعان ہے... اور اس قسم کی مدد صرف اور صرف اللہ ہی سے مانگنی چاہئے۔

دوسری صورت ہے تعاون کی جس کا مطلب ہے ایک دوسرے کی اعانت کرنا یہ جائز ہے...... اگر میری بات آپ کو سمجھ نہیں آئی تو میں دوسرے طریقے سے بات سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں اور آپ حضرات کی مکمل توجہ چاہتا ہوں...... آپ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ کچھ کام ایسے ہیں جو ہماری قدرت اور ہمارے اختیار میں ہیں کسی کو پانی پلا دینا... بھوکے کو کھانا کھلا دینا... کسی کا بوجھ اُٹھوا دینا... کسی کی روپے پیسے سے مدد کر دینا... اس طرح کے کاموں میں ایک دوسرے سے مدد طلب کرنا... اور دوسرے کی مدد کرنا نہ شرک بنے گا اور نہ کفر ہوگا اور یہ جائز ہوگا بلکہ نیکی اور ثواب بنے گا...... اور کچھ کام ایسے ہیں جو ہماری طاقت سے ماوراً اور ہمارے اختیار سے باہر ہیں... جن کاموں کے ہونے اور نہ ہونے کے بارے ہمارا علم اور ہماری قدرت بے بس اور بے اختیار ہے... مثلاً بیمار کرنا... پھر شفا بخشنا... زندگی عطا کرنا... پھر موت کی نیند سلا دینا... لڑکا بخشنا اور لڑکی عطا کرنا... اور شکست سے دوچار کر دینا... اناج اور پھلوں کا پیدا کرنا... رزق میں فراخی اور تنگی پیدا کرنا یعنی ایسے تمام کام جو انسانی طاقت اور مخلوق کی قوت سے باہر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے قبضہ و اختیار میں نہیں ہیں، اور اُن کاموں میں کسی کا رائی اور ذرہ برابر اختیار نہیں ہے...

اسطرح کے تمام امور میں اور اس طرح کے تمام کاموں میں مدد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنی چاہئے اور ان چیزوں کے حصول کیلئے غائبانہ پکار صرف اور

صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہونی چاہئے ایسے امور میں اور ایسے کاموں میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی کو قادر سمجھ کر اور مختار سمجھ کر پکارنا۔۔۔ اور اس سے مدد مانگنا اور اُس کے آگے التجا کرنا۔۔۔ کہ اے فلاں بزرگ (چاہئے وہ زندہ ہو یا وفات پا گیا ہو) تم میرا یہ کام کر دو یہ شرک ہے اور شریعت محمدیہ اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتی!

سامعین گرامی! اگر اب بھی مسئلہ آپ کو سمجھ نہیں آیا تو میں ایک اور طریقے سے سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔۔۔ یکسوئی کے ساتھ میری وضاحت کو سماعت فرمائیے!

استعانت (یعنی کسی سے مدد مانگنا) اس کی دو قسمیں ہیں ایک استعانت ہے مَا تَحْتَ الْاَسْبَاب یعنی ظاہری اسباب کے ساتھ کسی کی مدد کی جائے یا مدد مانگی جائے۔۔۔ جیسے حضرت عیسیٰ علی السلام نے حواریوں سے مدد مانگی تھی حواری حضرت عیسیٰ کے پاس موجود تھے۔۔۔ غائب نہیں تھے۔۔۔ حواریوں نے بدن کی قوت کے ساتھ اور اسلحہ کی طاقت کے ساتھ یعنی (مَا تَحْتَ الْاَسباب) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کرنی تھی۔۔۔ اسی طرح ذوالقرنین کا یہ کہنا اَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ تم لوگ قوت بازو کے ساتھ یعنی کام اور محنت ومزدوری کے ذریعہ میری مدد کرو۔۔۔ یہ مدد بھی ظاہری اسباب کے ساتھ تھی۔۔۔۔۔۔ وہ لوگ غائب نہیں تھے ذوالقرنین کے سامنے تھے اور انہوں نے ہاتھوں کی قوت استعمال کر کے مدد کرنی تھی!

نہ حضرت عیسیٰ نے مدد کیلئے حواریوں کو غائبانہ پکارا اور نہ ان سے مَافَوقَ الْاُسباب مدد مانگی۔۔۔۔۔۔ اور نہ ہی ذوالقرنین نے کسی کو مدد کے لئے غائبانہ پکارا اس طرح کی مدد کسی سے مانگنا اور کسی کی مدد کرنا جائز ہے۔

استعانت (کسی سے مدد مانگنا) کی دوسری قسم ہے مَافَوقَ الْاَسباب۔۔۔ یعنی ظاہری وسائل اور اسباب کے بغیر کسی کو پکارنا اور اس سے مدد کی درخواست کرنا۔۔۔۔۔۔۔ اس طرح کی استعانت یعنی مدد کی درخواست کرنا صرف اور صرف

اللہ رب العزت کے ساتھ مخصوص ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوقات میں سے کسی نبی اور ولی اور فرشتے سے اس طرح مدد کی درخواست کرنا اور انہیں مدد کے لئے پکارنا ہرگز جائز نہیں ہے...... اس طرح کی غائبانہ پکار اللہ کے سوا کسی اور کی کرنا شرک کے زمرے میں آئے گا یہی وہ استعانت ہے (یعنی مَافوقَ الاَسباب) اور یہی مدد کیلئے غائبانہ پکار ہے جس کو اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن میں بیان فرمایا اور ہر نمازی سے وعدہ اور اقرار لیا!

مدد کیلئے پکار صرف اللہ کی

سامعین گرامی قدر! آپ قرآن مجید پڑھ لیں آپ پر یہ حقیت روز روشن کی طرح واضح ہو جائیگی کہ ہر نبی نے اور ہر رسول نے مصائب اور دکھوں اور پریشانیوں میں گھر کر مدد کیلئے صرف اور صرف اللہ ہی کو آواز لگائی ہے... حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں کے مذموم مقاصد سے ڈر کر مصر سے بھاگے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی سرزمین مدین میں پہنچے... سورۃ قصص میں مکمل واقعہ پڑھئے گا...... مدین میں ان کا نہ کوئی واقف اور نہ کوئی غم گسار ...... نہ کوئی ٹھکانہ اور نہ سر چھپانے کی جگہ... پھٹے پرانے کپڑے، سفر کی تھکاوٹ اور بھوک نے بے حال کر کے رکھ دیا ہے...... مسکینی پھر غریب الوطنی... پھر فقیری ...ایک درخت کے نیچے آئے رب العالمین کے دروازے پر دستک دی فریاد کناں ہوئے رحم وکرم کی التجا کی:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (قصص ۲۴)

اے میرے پالنہار! تو مجھ پر جو بھی بھلائی اور خیر اتارے میں اس کا محتاج ہوں...

سنا آپ نے کہ سیدنا موسیٰ نے اپنی فقیری محتاجی اور مفلسی اپنے رب کے سامنے بیان کر کے مدد کی درخواست کی!

سیدنا یعقوب علیہ السلام کو جب بیٹوں نے اطلاع دی کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے اور یوسفؑ کے کرتے پر وہ جھوٹ موٹ کا خون لگا کر لائے...... وہ رات کے وقت روتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام سمجھ گئے کہ بھائیوں نے یوسفؑ کے خلاف کوئی سازش کی ہے تو فرمایا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْراً فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (یوسف : ۱۸)

تمہارے نفسوں نے ایک بات بنالی ہے میں اس (حادثہ) پر صبرِ جمیل کرونگا اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو میں اس پر اللہ سے ہی مدد مانگتا ہوں۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے میدان میں جنگ کی رات میں ساری رات سر سجدے میں رکھ کر اللہ سے مناجات کی روتے روتے آپؐ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی...... زمین آنسوؤں سے بھیگ گئی...... غزرۂ بدر میں اصحاب رسول بھی بہت پریشان تھے ایک تو تعداد کی قلت، آلات حرب نہ ہونے کے برابر... مجاہدین ناتجربہ کار... پہلی جنگ اور لڑائی تھی پانی پر کفار کا قبضہ...... ہموار زمین پر کفار خیمہ زن، مسلمانوں کے حصے میں ریتلی زمین آئی اور اوپر سے پانی ک قلت... سامنے ایک ہزار کا مسلح لشکر! قرآن کہتا ہے

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ (انفال ۹)

وہ وقت یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ نے تمہاری فریاد کو قبول کرلیا اور (فرمایا) بے شک میں تمہاری مدد کرنے والا ہوں ایک ہزار لگاتار اترنے والے فرشتوں کے ساتھ!

اگلی آیت میں فرمایا فرشتوں کے ذریعے یہ امداد محض اس لئے کی ہے تاکہ

تمہارے لئے خوشخبری ہو اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں ورنہ

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (انفال ۱۰)

اور مدد تو صرف اللہ کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمت والا ہے!

غزوۂ حنین میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً بارہ ہزار تھی اسلحہ بھی خاصی مقدار میں موجود تھا کچھ مسلمانوں کے دل میں خیال آیا کل بدر میں ہم صرف تین سو تیرہ تھے اسلحہ نہ ہونے کے برابر تھا پھر ہم نے ایک ہزار جنگجو اور مسلح لشکر کا منہ پھیر کر رکھ دیا تھا اور آج تو ہماری تعداد دشمن سے تین گناہ زیادہ ہے اسلحہ بھی وافر مقدار میں موجود ہے اس لئے آج ہماری کامیابی اور فتح یقینی ہے اللہ رب العزت کو اپنے موحد بندوں کی یہ بات پسند نہ آئی کہ انہوں نے توکل اور بھروسہ میری ذات سے ہٹا کر اپنی کثرت اور اسلحہ پر کر لیا اپنی کثرت پر نازاں یہ لشکر جب میدان جنگ کے قریب پہنچا تو دشمنوں نے اچانک تیروں کی بارش کی دی...... مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے... چند صحابہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے... پھر آپؐ نے آواز لگائی صحابہ کرام اکٹھے ہوئے اور مردانہ وار میدان میں کودے اور دیکھتے ہی دیکھتے طوفان کی طرح چھا گئے...... دشمن پیٹھ دیکر بھاگ گئے اور اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو فتح و کامیابی سے سرفراز فرمایا قرآن نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا......

وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا (التوبہ ۲۵)

اللہ رب العزت نے بہت سے مقام پر تمہاری مدد کی ہے اور حنین کے دن بھی اسی نے تمہاری مدد کی تھی جب تم اپنی کثرت پر اترانے لگے تھے پھر تمہاری وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی!

ایک اور جگہ پر فرمایا

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (آل عمران ۱۲۳)

بے شک اللہ نے جنگ بدر میں تمہاری مدد فرمائی تھی اور اس وقت تم کمزور تھے!

ایک اور مقام پر فرمایا :

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ اللہ کی مدد اور فتح آگئی

ایک جگہ پر ارشاد ہوا:

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ مدد ہمیشہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے

سامعین گرامی قدر! میں مختصر وقت میں قرآن مجید کی کتنی آیات پیش کروں جن میں یہ تلقین کی گئی ہو کہ مدد کرنے والی ذات صرف اللہ کی ہے... مدد کے لئے غائبانہ پکار صرف اور صرف اللہ ہی کی ہونی چاہئے اور ایسا اقرار ہر نمازی سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے اللہ سے کرتا ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

میں اپنی تقریر اور اپنے بیان کو ختم کرنے سے پہلے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی آپ حضرات کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں جس میں آپؐ نے اپنے چچازاد بھائی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کو مخاطب فرمایا جس وقت وہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے... کہا میری طرف توجہ اور دھیان کر میں تجھے کچھ کلمات سکھلانا چاہتا ہوں... میں تجھے کچھ باتیں بتانا چاہتا ہوں تو ان باتوں کو یاد کر لے ان کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت فرمائے گا۔

اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ

جب بھی کوئی سوال کرنا ہو جب بھی کوئی چیز مانگنی ہو تو اللہ سے مانگ

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَاسْئَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ (نساء ۳۲)

اور اللہ سے مانگو اس کا فضل

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

يَسْئَلُ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَةً كُلَّهَا حَتّٰى شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذِ انْقَطَعَ

(مشکوۃ)

تم میں سے ہر شخص اپنی ہر حاجت اپنے رب ہی سے مانگا کرے یہاں تک کہ اپنی جوتی کے تسمے بھی رب سے مانگے جب وہ ٹوٹ جائیں)

دوسری نصیحت آپؐ نے اپنے چچازاد بھائی ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ فرمائی:

اِذَا سْتَعَنْتَ فَا سْتَعِنْ بِا اللّٰه (مشکوۃ ۳۶۶)

جب بھی تجھے مدد مانگنی ہو تو مدد صرف اللہ سے مانگ۔

نبی اکرم ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ (مشکوۃ، ترمذی)

اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور ساری دنیا کو قائم رکھنے والے میرے مولا تیری رحمت کے ساتھ میں تجھ سے فریاد کرتا ہوں (کیونکہ فریاد رس صرف اور صرف تو ہی ہے)

شیخ سعدیؒ نے کہا تھا:

ندارم غیر از تو فریاد رس — توئی عاصیاں را خطا بخش و بس

ہم تیرے سوا کسی کو فریاد رس نہیں رکھتے تو ہی ہے گنہگاروں کی خطائیں اور

غلطیاں معاف کرنے والا!

فریادرس فارسی کا لفظ ہے عربی میں فریاد رس کو غوث کہتے ہیں...... پھر ایک مسلمان کا یہ عقیدہ اور یہ نظریہ ہونا چاہئے کہ غوث اعظم صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے جو ہر ایک کی مدد کرنے پر قادر ہے جو اَلْمُسْتَعَانَ ہے عبادت کی اقسام (قولی، بدنی، مالی) پر گفتگو میں ان شاء اللہ العزیز اَلتَّحِیَاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَ الطَّیِّبَاتُ کی تفسیر کرتے ہوئے کرونگا۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن

بارہویں تقریر

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ الْاَمِيْنِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمِ

سامعین گرامی قدر! آج کے خطبہ جمعۃ المبارک میں میں ان شاء اللہ العزیز کوشش کروں گا کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے لیکر سورۃ الفاتحہ کے اختتام تک کا مضمون آپ حضرات کے سامنے بیان کروں ...... آپ کو یاد ہوگا کہ سورۃ الفاتحہ کے اسماء پر گفتگو کرتے ہوئے میں نے سورۃ الفاتحہ کا ایک نام تعلیم المسئلہ ذکر کیا تھا...... تعلیم المسئلہ کا معنی ہے ایسی سورت جس میں اللہ رب العزت نے اپنے سے مانگنے کا طریقہ اور ڈھنگ سکھایا ہے... کہ اپنی درخواست پیش کرنے سے پہلے میری تعریفیں کرو...... میرے اوصاف کا تذکرہ کرو میرے گیت اور میرے گن گاؤ سورۃ الفاتحہ میں ہم نے اللہ رب العزت کے سامنے ایک درخواست پیش کرنی ہے ایک سوال کرنا ہے اس لئے اپنی درخواست اور اپنی دعا سے پہلے ہم اس کی تعریف و توصیف کرتے ہیں...

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام صفات اور ہر قسم کی تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد درجہ بدرجہ اور رفتہ رفتہ حد

کمال تک پہنچانے والا ہے

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ انتہائی مہربان اور بے حد رحم کرنے والا بھی وہی ہے

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ قیامت کے دن کا مالک بھی وہی ہے یعنی صفت ربوبیت بھی تیرے لئے صفت رحمت بھی تیرے لئے اور صفت مالکیت وعدالت بھی تیرے لئے پھر نمازی اقرار کرتا ہے

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں جب ایک نمازی اللہ رب العزت کی صفات کا تذکرہ کرتا ہے اللہ کی تعریفیں اور اس کی حمد وثناء کرتا ہے تو اللہ رب العزت اس نمازی سے کہتا ہے......

فَاسْئَلْ يَا عَبْدِىْ اے میرے بندے تو نے میری اتنی تعریفیں کی ہیں تو نے میری صفات کا تذکرہ کیا ہے مانگ مجھ سے کیا مانگتا ہے...... بیٹے مانگتا ہے؟ یا بیٹیاں مانگتا ہے؟... زمین، جائیداد، دولت دنیا، مال وزور، کاروبار میں ترقی، قرضے سے نجات،...... بیماری سے شفاء، سونے چاندی کے ڈھیر، حکومت واقتدار، بول تیری کیا آرزو ہے...... مانگ تیری کیا تمنا ہے؟ پھر ہر نمازی کا ایک ہی سوال ہے ایک ہی آرزو ہے ایک ہی تمنا ہے ایک ہی درخواست اور ایک ہی دعا ہے۔

مولا! تیری اتنی تعریفیں تیری اتنی حمد وثناء دولت دنیا لینے کیلئے مال واسباب لینے کے لئے حکومت وسلطنت لینے کے لئے نہیں کی...... مولا! میں زمین وباغات اور دولت دنیا کا سوال نہیں کرتا...... یہ چیزیں تو تیرے دشمنوں کے پاس بھی ہیں اور ہم سے زیادہ ہیں میں تو اُن جواہرات اور اس نعمت کا سوال کرتا ہوں جو تو صرف اپنے دوستوں کو عطا فرماتا ہے یعنی:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ چلا ہم کو سیدھے راستے پر!

ایک شبہ اور اس کا جواب

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ دکھا ہم کو

راستہ سیدھا اس معنی پر ایک شبہ اور اشکال وارد ہوتا ہے کہ ہر مسلمان نمازی نماز کی اکثر رکعتوں میں بار بار یہ دعا مانگتا ہے تو کیا اس نے ابھی تک صراط مستقیم نہیں دیکھا؟ کیا وہ سیدھے راستے پر نہیں ہے؟ اگر وہ سیدھے راستے پر نہیں ہے تو نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آیا کیوں ہے؟ قبلہ رو ہو کر ہاتھ باندھے کیوں ہیں؟ ثنا کیوں پڑھی ہے؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے لیکر اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تک وعدے اور عہد و اقرار کیوں باندھے ہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم تو وہ دیکھ چکا ہے پھر اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمِ کہنے اور دعا مانگنے کا مطلب کیا ہوگا؟

اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بھی یہی دعا مانگتے تھے حالانکہ وہ تو ہدایت میں صرف کامل و مکمل ہی نہیں اکمل تھے!

شبہے کا جواب یاد رکھئے ہدایت کے دو معنی ہیں ایک معنی ہدایت کا ہے اِرَاءَۃُ الطَّرِیْقِ جسے فارسی میں کہتے ہیں راہ نمودن یعنی راستہ دکھانا۔۔۔ اور ہدایت کو دوسرا معنی ہے اِیْصَالٌ اِلَی الْمَطْلُوْبِ جسے فارسی میں کہیں گے بمنزل رسانیدن یعنی منزل مقصود تک پہنچانا۔۔۔۔۔۔ اسے ایک مثال کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں!

آپ کسی شہر کے اڈے یا اسٹیشن پر اترے وہاں آپ نے کسی شخص سے پوچھا میں نے فلاں مسجد یا فلاں مدرسہ میں جانا ہے یا فلاں مولانا کے گھر جانا ہے۔۔۔ اس شخص نے آپ کی راہنمائی کی۔۔۔ اس سڑک پر سیدھے چلے جاؤ آگے ایک چوک آئے گا اس سے دائیں مڑ جانا۔۔۔ آگے ایک مارکیٹ آئے گی اسے کراس کر کے بائیں ہاتھ ہو جانا آگے جا کر تیسری گلی میں داخل ہو جانا۔۔۔ کچھ آگے جاؤ گے تو آپ کو مطلوبہ جگہ نظر آجائے گی۔۔۔۔۔۔ یہ ہے پہلا معنی یعنی راستہ دکھا دینا اور بتلا دینا۔۔۔۔۔۔ اس میں احتمال ہے کہ آپ کو اس شخص کا بتلایا ہوا راستہ یاد نہ رہے آپ بھٹک جائیں۔۔۔۔۔۔
دوسرا طریقہ ہے کہ جس شخص سے آپ نے راستہ پوچھا وہ شریف آدمی تھا اس نے سوچا

کہ یہ مسافر ہے شہر کے راستوں سے ناواقف ہے...... بے چارہ کہاں بھٹکتا پھرے گا اور پریشان ہوتا رہے گا...... اس نے آپ کا بازو پکڑا یا موٹر سائیکل پر پیچھے بٹھایا اور مطلوبہ جگہ پر پہنچ کر کہا... یہ ہے وہ جگہ جس کی آپ کو تلاش تھی... یہ ہدایت کا دوسرا معنی ہے یعنی منزل مقصود پر پہنچا دینا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں یہ دوسرا معنی مراد ہے... کہ مولا ہمارا ہاتھ پکڑ کر اور ثابت قدم رکھ کر جنت کے دروازے تک پہنچا دے... اور یہ دوسرا معنی یہاں انتہائی مناسب اور موزوں بھی ہے کیونکہ جب ایک شخص اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے لیکر اِيَّاكَ نَسْتَعِينُ تک تمام باتوں کا اقرار کر لیتا ہے اور اللہ رب العزت سے عہد باندھ لیتا ہے تو سیدھا راستہ تو اس نے دیکھ لیا اور صراط مستقیم تو اس کو مل چکی اب وہ شخص اس دعا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں صرف صراطِ مستقیم دیکھنے کی دعا نہیں مانگ رہا...... بلکہ وہ شخص یہ گذارش کر رہا ہے کہ اے اللہ! جو صراط مستقیم تو نے مجھے دکھا دیا ہے مرتے وقت تک اس پر پختہ، ثابت قدم اور مضبوط رکھ! تفسیر قرطبی نے معنی کیا اَدِمْ هِدَايَتَنَا اور تفسیر مظہری نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کے حوالے سے معنی کیا اِهْدِنَا اَیْ ثَبِّتْنَا ہمیں اس راستے پر ثابت قدم رکھ۔

ہدایت کی قسمیں یاد رکھئے! ہدایت کی دو قسمیں ہیں ہدایت کی ایک قسم ہے فطری ہدایت فطری ہدایت انسان اور غیر انسان سب کے لئے عام ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

وَاَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (طٰہٰ ۵۰)

اور اس اللہ نے ہر چیز کو ایک خاص صورت عطاء فرمائی پھر اسے راہ سمجھا دی

مرغی کے چوزے کو فطری ہدایت دی... خوف کے وقت ماں کے پروں کے نیچے تیری پناہ گاہ ہے... چوزہ انڈے سے نکلتے ہیں دانہ چگنے لگتا ہے... جانوروں

کے بچے پیدا ہوئے ہی ماں کے تھنوں سے دودھ چوسنے لگتے ہیں... آخر انہیں کون بتاتا ہے کہ یہ تمہاری غذا ہے فلاں جگہ پر ہے اور اسے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے... ظاہر اور واضح بات ہے کہ یہ راہنمائی اور ہدایت اللہ رب العزت کی طرف ہوتی ہے!

جو اللہ رب العزت نے ہر ذی روح کی فطرت میں رکھ رہی ہے! ہدایت کی دوسری قسم کسبی ہدایت ہے جو اللہ رب العزت کی طرف سے انبیاء کرام علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کے ذریعے حاصل ہوتی ہے...... پھر کسبی ہدایت جو آسمانی کتب اور حضرات انبیاء کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اس کے چار درجے ہیں پہلا درجہ ہے انابت یعنی ضد وعناد اور بغض ودشمنی ترک کر کے راہ ہدایت کی تلاش کرنا اور دل والے برتن کو سیدھا رکھنا۔

دوسرا درجہ ہے ہدایت یعنی سیدھا راستہ پالینا یعنی انابت کر کے اور ضد چھوڑ کے اللہ کی طرف رجوع کرنا اور سیدھا راستہ پالینا... تیسرا درجہ ہے استقامت یعنی صراط مستقیم پر ثابت قدم ہو جانا سیدھے راستے پر ڈٹ جانا جم جانا کفر کی آندھیاں چلیں مصائب کے پہاڑ ٹوٹیں، غم اور پریشانیاں اور دکھ آئیں مگر بندے کے قدم صراط مستقیم سے ایک انچ بھی اِدھر اُدھر نہ ہوں...... ہدایت کا چوتھا راستہ ربطُ القلب دل کو جوڑنا، دل کو اپنے ہاتھ میں لینا اللہ بندے کے دل پر ثابت قدمی کی گرہ لگا دیتا ہے...... بندہ جب استقامت کا مظاہرہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ربط القلب کی نعمت عطا فرما دیتا ہے، پھر اسے راہ حق میں آنے والی مصیبتوں میں بھی سرور اور لذت محسوس ہوتی ہے یہ چاروں درجے بہت کم لوگوں کو ملتے ہیں...... امتوں میں حبیب نجار کو ملے جس کی استقامت وربط قلب سے بھری ہوئی تقریر سورت یاسین میں درج ہے...... یا رجلِ مومن من آلِ فرعون کو ملے، جس کی تقریر نے فرعون کے دربار میں تہلکہ مچا دیا تھا اور اس کی تقریر نے سورۃ المومن میں جگہ پائی یا یہ چاروں

درجے اصحاب کہف کو ملے جن کے متعلق قرآن نے کہا

اِنَّھُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّھِمْ وَ زِدْنٰھُمْ ھُدًی وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ (کھف ۱۳)

بے شک وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے (یعنی ہدایت پائی)
اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی عطاء فرمائی (یعنی استقامت بخشی) اور
ان کے دل کو مضبوط کر دئے (یعنی ربط قلب عطا فرمایا)

یا یہ چاروں درجے میرے نبی کے یاروں کو عطا ہوئے جن کے ایمان کے تذکرے...... کفر وفسوق وعصیان سے نفرت کے تذکرے... رشد وہدایت فلاح وصداقت کے تذکرے... قرآن نے کئے۔ یاد رکھیئے! ان چار درجوں میں سے دو درجے بندے کی طرف سے ہوتے ہیں اور دو دو درجے اللہ کی طرف سے عطاء ہوتے ہیں...... بندے کا کام ہے انابت کرنا اللہ کا کام ہے ہدایت دینا...... بندے کا کام ہے استقامت کا مظاہرہ کرنا اور اللہ کا کام ربط قلب کی دولت عطا فرمانا اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ نمازی آخری دو درجوں کے حصول کی دعا مانگتا ہے کیونکہ پہلے درجے انابت اور ہدایت تو اسے پہلے ہی حاصل ہیں۔

صراط مستقیم کیا ہے سامعین گرامی قدر! ہمارے ملک میں جتنے گروہ اور جتنی جماعتیں اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے اور مسلمان کہلواتے ہیں اُن میں سے ہر ایک جماعت اور گروہ اور پارٹی کا یہ دعوئی ہے کہ جس راستے پر ہم چل رہے ہیں یہی صراط مستقیم ہے اور ہمارے علاوہ باقی تمام جماعتیں غلط راستے پر ہیں اور گمراہ ہیں دیوبندیوں کا دعوئی یہ ہے کہ صراط مستقیم پر صرف ہم چل رہے اور ہمارے علاوہ باقی سب غلط راستے پر ہیں اسی طرح بریلویوں کا دعوئی یہ ہے کہ صراط مستقیم پر صرف ہم گامزن ہیں اور ہمارے علاوہ باقی سب گمراہ ہیں اہل تشیع کا خیال یہ ہے کہ صراط مستقیم پر ہم چل رہے

اور ہمارے سوا باقی سب غلط راستے پر ہیں اور ہدایت سے ہٹے ہوئے ہیں عوام الناس یہ سب کچھ دیکھ اور سن کر بہت پریشان ہیں...... جو لوگ قرآن و حدیث سے ناواقف اور دینی علوم سے بے بہرہ ہیں وہ سخت الجھن کا شکار ہیں...... وہ لوگ کہتے ہیں ہم کس عالم کی مانیں اور کس کی نہ مانیں...... ہر فرقے کا عالم ہمیں اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش میں ہے...... آئیے! میں کہتا ہوں آپ اس سلسلہ میں نہ دیو بندی عالم کی مانیں نہ بریلوی مولوی کی سنیں...... اور نہ شیعہ ذاکر کی بات تسلیم کریں بلکہ صراط مستقیم کون سا راستہ ہے؟ اس کے متعلق اسی اللہ سے پوچھیں جس نے اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دعا سکھائی ہے...... کہیے مولا! میں بہت پریشان ہوں اور الجھن میں مبتلا ہوں مولا! تو رب العالمین ہے رحمان ورحیم ہے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے ساری کائنات کا معبود اور مشکل کشا ہے تو نے صراط مستقیم کی دعا سکھائی ہے مولا! اب تو ہی بتا کہ صراط مستقیم کون سا راستہ ہے اور کس عقیدے اور نظریئے والے لوگ صراط مستقیم پر گامزن ہیں اور کیا عقیدہ رکھ کر ہم صراط مستقیم پر چلنے کے دعویدار ہو سکتے ہیں!

اللہ نے وضاحت فرمائی

صراط مستقیم کی مختصری تشریح اور وضاحت خود سورت الفاتحہ کے اندر موجود ہے:

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا!

جن پر انعام الٰہی ہوا کون ہیں؟ اسے خود قرآن نے دوسری جگہ بیان فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ

(نساء ۶۹)

اور جو اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے اللہ اور رسول کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شھدا اور صالحین کے ساتھ۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ جن پر اللہ کا انعام ہوا وہ انبیاء صدیقین، شھدا اور صالحین ہیں اور ان ہی کے رستے پر چلنے کی ہم دعا مانگ رہے ہیں اب یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ صراط مستقیم وہ راستہ ہے جس پر انبیاء کرام چلے صراط مستقیم وہ شاہراہ ہے جس پر صدیقین اور شھدا گامزن رہے صراط مستقیم وہ راستہ ہے جس پر صالحین، ائمہ کرام اور اولیاء عظام اور اللہ کے نیک اور صالح بندے چلتے رہے!

صراط مستقیم انبیاء کا راستہ

آیئے آپ کو قرآن کی سیر کراؤں اور ثابت کروں کہ صراط مستقیم وہ راستہ ہے جس پر انبیا کرام چلے...... سورۃ الانعام میں اللہ رب العزت نے اٹھارہ انبیاء کرام کے نام شمار فرمائے سیدنا ابراہیم، سیدنا اسحاق، سیدنا یعقوب، سیدنا نوح، سیدنا داؤد، سیدنا سلیمان، سیدنا ایوب، سیدنا یوسف، سیدنا موسٰی، سیدنا ہارون، سیدنا زکریا، سیدنا یحیٰی، سیدنا عیسٰی، سیدنا الیاس، سیدنا اسماعیل، سیدنا یسع، سیدنا یونس، اور سیدنا لوط (علیہم السلام)...... باقی انبیاء کرام کا تذکرہ اجمالاً فرمایا

وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ (انعام ۸۳)

اور کچھ انبیاء ان اٹھارہ کے آباؤ اجداد تھے کچھ ان کی اولاد اور کچھ ان کے بھائی وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ہم نے ان سب انبیاء کو چنا تھا اور سب کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرمائی تھی! آگے فرمایا:

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (انعام ۸۸)

اور اگر بالفرض محال یہ انبیاء بھی شرک کرتے تو ان کے اعمال صالحہ بھی سب اکارت اور برباد ہو جاتے۔

(یہ بات ذہن میں رکھیئے کہ انبیاء کرام چھوٹے بڑے ہر قسم کے گناہوں سے معصوم اور پاک ہوتے ہیں ان سے صغیرہ گناہ بھی سرزد نہیں ہوتا چہ جائیکہ شرک جو اکبر الکبائر ہے...... یہ صرف شرک کی قباحت اور شرک کی غلاظت کو بیان کرنے کیلئے فرمادیا کہ میرے چنے ہوئے اور میرے پسندیدہ لوگ وہ بھی بالفرض اگر شرک کرتے تو میں ان کے اعمال صالحہ بھی برباد کر کے رکھ دیتا... پھر تم کس باغ کی مولی ہو کہ شرک کا ارتکاب کرو گے تو تمہارے اعمال درجہ قبولیت پا جائیں گے...... ہرگز نہیں

قرآن مجید میں ایک اور جگہ پر صرف انبیاء کے متعلق نہیں امام الانبیاء، خاتم الانبیاء، سید الانبیاء، افضل الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا

وَلَقَدْ اُوحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ (زمر ۶۵)

بے شک آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے (تمام انبیاء) کی طرف بھی یہی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشک تیرے اعمال برباد ہو جائیں گے اور بالیقین تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیگا۔

ان آیتوں سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آگئی اور یہ بات ثابت ہوئی کہ صراط مستقیم وہ راستہ ہے جس راستے پر تمام انبیاءؑ چلے اور صراط مستقیم والے راستے میں شرک والی منحوس اور قبیح بیماری موجود نہیں ہے ایک جگہ پر قرآن مجید نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا وَلَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

بے شک ابراہیم پیشوا تھے (اُمَّةٌ بمعنی مفعول ای مأمومًا مبالغہ کیلئے ہے معنی ہوگا سب سے بڑا پیشوا یا اُمَّةٌ بمعنی جماعت... معنی ہوگا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وجود ایک امت کے برابر تھا اور ان کی ذات میں اتنی خیر و برکت تھی جتنی ایک

جماعت میں ہوتی ہے)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے فرمانبردار تھے، وہ یکسو تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ وہ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔

اِجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (نحل ۱۲۱)

اللہ نے حضرت ابراہیم کو منتخب کر لیا تھا اور انہیں صراط مستقیم کی ہدایت دی تھی ان آیات میں سے بھی معلوم ہوا کہ صراط مستقیم وہ راستہ ہے جس پر انبیا علیہم السلام گامزن رہے اور اس راستے میں شرک والی غلیظ بیماری موجود نہیں ہے!

سامعین گرامی قدر! اس حقیقت پر ایک اور دلیل پیش کرنا چاہتا ہوں اللہ رب العزت نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ اعلان کریں۔

إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

بے شک میرے رب نے مجھے صراط مستقیم کی راہنمائی فرمائی (وہ صراط مستقیم کیا ہے) وہ دین ہے مستحکم طریقہ ابراہیم کا جو ہر ایک سے کٹ کر ایک اللہ کا ہو گیا تھا اور وہ شرک کرنے والا نہیں تھا!

آگے ملت ابراہیم اور دین حنیف کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ۔

(انعام ۱۶۳)

بے شک میری نماز (میری قولی، بدنی عبادت) اور میری قربانی (میری مالی عبادت) اور میرا جینا اور میرا مرنا خالص اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اسی کا حکم دے گیا

ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ماننے والا ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم وہ راستہ ہے جس پر اللہ کے آخری اور محبوب پیغمبر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم گامزن رہے یہی راستہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تھا اور اس راستے میں شرک والی منحوس بیماری نہیں ہے!

صراطِ مستقیم اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے پہلے آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سب خوبیوں اور کمالات اور خاص کرکے صفات الوہیت اللہ کے لئے ہیں جو رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ہے وہی الرحمان اور الرحیم ہے مالک یوم الدین بھی وہی ہے جب ایک شخص اور ایک نمازی ان سب حقیقتوں کا اعتراف کر لیتا ہے اور ان حقیقتوں پر دل و جان سے ایمان لے آتا ہے تو وہ بے ساختہ پکار اٹھتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں...... یہ دراصل نمازی کا اپنے رب سے عہد اور اقرار ہے کہ ہم ہر قسم کی عبادت صرف اور صرف تیرے لئے ہی کریں گے اور حاجات و مشکلات میں مدد کیلئے صرف تجھے ہی پکاریں گے اس کے بعد اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں اسی وعدے اور اسی عہد و اقرار پر پختہ رہنے کی دعا مانگی جا رہی ہے... اس صورت میں الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں الف لام عہد خارجی کے لئے ہوگا اور مطلب و مفہوم یہ ہوگا کہ مولا یہ جو اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ والا راستہ ہے صرف اور صرف تجھے ہی معبود سمجھنا اور ماننا اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگنا...... مولا ہمیں اسی توحید والے راستے پر مرتے وقت تک قائم اور پختہ رکھ...... اس معنی کی تائید قرآن مجید کی کئی آیتوں سے ہوتی ہے میں صرف ایک دو مقام آپ کو دکھانا اور سنانا چاہتا ہوں!

سیدنا عیسیٰؑ نے کیا فرمایا؟ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بڑے عجیب

اور انوکھے طریقے سے ہوئی ان کی والدہ محترمہ سیدنا مریم علیہا السلام اللہ کے حکم سے امید سے ہوئیں وہ ولادت کے وقت مشرق کی جانب چلی گئیں انتہائی پریشان اور گھبرائی ہوئی تھیں...... کہنے لگیں مولا میں مرگئی ہوتی لوگ میرا نام بھول گئے ہوتے میں کس مصیبت اور آزمائش میں مبتلا ہوگئی ہوں...... اللہ رب العزت نے مریم کو تسلی دیتے ہوئے خشک درخت سے تازہ تازہ کھجوریں گرادیں...... پاؤں کے نیچے سے پانی کا چشمہ جاری فرمادیا اور کہا مریم آج کھجوریں بھی بغیر سبب کے آج چشمہ بھی بغیر سبب کے اور آج تیرا بیٹا عیسیٰ بھی بغیر سبب کے...... مریم اپنے بیٹے کو اٹھا کر لائیں قوم کے لوگ یہ عجیب بات دیکھ کر جمع ہوئے اور لگے طعن وتشنیع کرنے...... جب بات زیادہ بڑھنے لگی اور لوگ مریم کے تقدس وطہارت اور عفت وپاکیزگی پر انگلی اٹھانے لگے تو اللہ رب العزت نے فرمایا...... اُٹھ میرے عیسیٰ تیری ماں پر تہمت لگ گئی ہے ماں کی پاک دامنی کا اعلان بھی کر اور میری توحید بھی بیان کر...

(واقعہ کی تفصیل دیکھیے سورۃ آل عمران ۴۵ تا ۵۱ سورت مریم ۱۶ تا ۳۶)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ماں کی گود میں بولے اور خوب بولے...... اللہ کو ان کے بول اتنے پسند آئے کہ قرآن بنا کر نازل کر دیا قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا میں اللہ کا بندہ ہوں (نہ میں اللہ ہوں نہ میں اِلٰہ ہوں، نہ میں اِبْنُ اللّٰہ ہوں اور نہ ہی میں نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہ ہوں بلکہ میں عبداللہ ہوں)

اللہ مجھے کتاب دے گا اور مجھے نبی بھی بنائے گا (اٰتانی، جعلنی ماضی کے صیغے ہیں مگر تحقق کیلئے ہیں معنی مضارع کا کریں گے قرآن وحدیث میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ جس چیز کا وقوع اور جس چیز کا ملنا لازمی ہو، اسے ماضی کے صیغے سے تعبیر کر دیتے ہیں جیسے سورۃ نحل کی ابتدا میں فرمایا اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کا حکم عذاب والا آگیا... حالانکہ ابھی عذاب آیا نہیں تھا) حضرت عیسیٰ نے نبوت اور کتاب

ملنے کا تذکرہ کرکے ان لوگوں کا منہ اور زبان بند کی جو سیدہ مریم کے مقدس دامن کو داغ دار کرنا چاہتے تھے...... حضرت عیسیٰ نے فرمایا میری ماں پر تہمت نہ لگاؤ، میرے نسب میں شک نہ کرو اللہ نے مجھے نبوت کا تاج پہنانا ہے اور اللہ کے نبی کا نسب بھی اعلیٰ ہوتا ہے اور حسب بھی اعلیٰ ہوتا ہے...... سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ماں کی گود میں تقریر کرتے کرتے کہتے ہیں

إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ

(مریم ۳۶)

بے شک میرا اور تمہارا پروردگار، اب پروان چڑھانے والا اللہ ہی ہے لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو یہی صراط مستقیم یعنی سیدھا راستہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس تقریر سے اور اس بیان سے اس حقیقت کی تائید ہوتی ہے کہ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ والا راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔

ایک اور مقام قیامت کے دن اللہ رب العزت مشرکین و کفار کو خطاب کرتے ہوئے فرمائے گا

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (یاسین: ۶۰)

اے آدم کی اولاد کیا میں نے تم سے یہ قول و قرار اور عہد نہیں لیا تھا (مراد وہ عہد ہے جو أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے ساتھ لیا گیا یا مراد وہ حکم ہے جو انبیاء اور آسمانی کتب کے ذریعے لوگوں کو دیا جاتا رہا یا وہ دلائل عقلیہ ہیں جو زمین و آسمان میں اللہ نے قائم فرمائے ہیں) کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا (کیونکہ) وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

وَأَنِ اعْبُدُونِي هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ (یاسین: ۶۱)

اور میری ہی عبادت کرنا یہی صراط مستقیم ہے۔

اس آیت کریمہ پر ذرا غور فرمائیے . . . یہاں دو عبادتوں کا تذکرہ ہے ایک عبادت اللہ کی جس کا حکم ہر کسی کو دیا گیا اور دوسری عبادت شیطان کی جس سے منع کیا گیا حضرت سیدنا ابراھیم علیہ السلام بھی اپنے والد کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں

يَا اَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ اِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَانِ عَصِيًّا (مریم ۴۴)

بابا! شیطان کی عبادت نہ کر شیطان تو رحم کرنے والے اللہ کا بڑا ہی نافرمان ہے

اللہ کے سوا جن بزرگوں کو پکارا جاتا ہے وہ تو پکارنے والوں کی پکار سے بے خبر اور غافل ہیں اور قیامت کے دن وہ اس پکار کا انکار کریں گے اور پکارنے والوں کے دشمن ہو جائیں گے غیر اللہ کی عبادت و پرستش چونکہ شیطان کے بہکارے سے اور شیطان کے ایمان پر کی جاتی ہے اس لئے فرمایا کہ شیطان کی عبادت نہ کرو!

صِرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ کا ایک اور مفہوم

قرآن مجید کو بغور پڑھا جائے تو صراط مستقیم کا ایک اور مفہوم اور مطلب بھی سامنے آتا ہے!

بعض مفسرین نے فرمایا:

وَالْمُرَادُ بِهٖ طَرِيْقُ الْحَقِّ وَ هُوَ مِلَّةُ الْاِسْلَامِ (مدراک ۷)

صراط مستقیم سے مراد راہِ حق یعنی دین اسلام ہے! قرآن کے متعلق فرمایا گیا:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل ۹)

بے شک یہ قرآن ایسے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا اور مضبوط ہے

یعنی قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو امت محمدیہ کو صراط مستقیم دکھاتا ہے لہذا ابتداً سے لیکر انتہا تک اور آغاز سے لیکر انجام تک سورۃ الفاتحہ سے لیکر سورۃ الناس تک قرآن میں جتنے احکام بیان ہوئے ہیں وہ تمام کے تمام احکام صراط مستقیم کے اجزا ہیں۔

ہے......

چوتھا حکم دیا وَلَا تَقْرَبُو الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ اور بے حیائی کے جتنے کام ہیں ان کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ اعلانیہ ہوں اور خواہ پوشیدہ (یعنی بے حیائی کے جتنے کام اور طریقے ہیں ان کے قریب بھی نہ جاؤ... یعنی فحش کاموں کے مبادی سے بھی بچو مثلاً زنا سے بچو تو نظر بد سے بھی بچو بے پردگی سے بھی بچو۔

پانچواں حکم دیا وَلَا تَقْتُلُو النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ اور جس کا خون کرنا (یعنی قتل کرنا) اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل نہ کرو سوائے حکم شرعی کے (کسی کا ناحق خون بہانا بہت بڑا جرم ہے... جس کے سبب معاشرہ ابتری کا شکار ہو جاتا ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کیساتھ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو تو قصاص میں اس کو قتل کیا جائے گا زنا کیا ہو اور وہ شادی شدہ ہو تو اُسے سنگسار کیا جائے گا یا مرتد ہو گیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا)

چھٹا حکم وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اور تم یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے کہ وہ تمہارے اور یتیم کیلئے بہتر ہو

ساتواں حکم اَوْفُو الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ اور تم ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو (ماپ تول میں کمی کرنا لینے کے باٹ اور...... دینے کے باٹ اور... ماپ تول میں ڈنڈی مارنا نہایت پست ذہنیت اور اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اس بیماری میں مبتلا تھی آج ہمارے معاشرے میں یہ بیماری قوم کی رگ و پے میں سرایت کی گئی ہے)

آٹھواں حکم دیا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى اور جب تم بات کرو (چاہے شہادت و گواہی دو، چاہے فیصلہ کرو) تو انصاف سے بات کہو اگرچہ تمہارا قریبی

ہو۔۔۔(یعنی کسی معاملے میں بات کرو تو سچی اور سیدھی بات کرو اگرچہ قریبی رشتے دار کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔۔۔اگر فیصل اور ثالث بنو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو اگر شہادت اور گواہی دو تو ہمیشہ سچی گواہی دو چاہیے اسمیں تمہارے کسی قریبی عزیز کا نقصان ہی کیوں نہ ہوتا ہو)

نواں حکم دیا وَبِعَهْدِ اللهِ أَوْفُوا اور اللہ کے ساتھ جو عہد کیا ہے اس عہد کو پورا کرو (عہد سے مراد أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ والا عہد مراد ہے یا وہ عہد مراد ہے جو کلمۂ اسلام کا اقرار کرتے ہوئے ہر شخص اپنے اللہ سے کرتا ہے کہ ہر معاملے میں تیری اور تیرے رسول کی اطاعت کروں گا۔۔۔تیرے اوامر کو مانوں گا اور تیرے نواہی سے بچوں گا۔۔۔ان نو احکام کو بیان کرنے کے بعد فرمایا:

وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ (الانعام ۱۵۴)

بے شک یہ میری طرف آنے والا سیدھا راستہ ہے پس تم اس راستے کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے الگ اور جدا کر دیں گے (یعنی تمہیں اللہ کی تک نہ پہنچنے دیں گے)

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ | اُن لوگوں کے راستے پر نہ چلا جن پر تیرا غضب ہوا اور ان لوگوں کی راہ پر بھی نہ چلا جو راستے سے بھٹک گئے!

یہاں پر ایک شبہ اور ایک سوال ذہن میں اُبھرتا ہے کہ یہاں اللہ رب العزت نے مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ (جن پر اللہ کا غضب ہوا) کو الگ ذکر فرمایا اور ضَالِّينَ کو الگ ذکر فرمایا۔ ایسا کیوں کیا گیا؟ جب کہ ادنیٰ عقل رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ مغضوب علیہم وہی ہوں گے جو ضالین کے زمرے میں آئیں گے۔۔۔۔۔۔اور جو

ضالین ہوں گے وہ رحمت کے مستحق تو نہیں ہوں گے یقیناً غضب کے لائق ہوں گے ،جب مغضوب علیہم لازماً ضالین ہی ہوتے ہیں اور جو ضالین ہوتے ہیں وہ یقیناً غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ ہوتے ہیں پھر اللہ نے یہاں مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کو الگ اور ضَآلِّيْن کو الگ کیوں ذکر فرمایا؟ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ ایک فرق ان دونوں گروہوں کے درمیان امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے اسلام قبول کرتے وقت دوران گفتگو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَإِنَّ الْيَهُوْدَ مَغْضُوْبٌ عَلَيْهِمْ وَاِنَّ النَّصَارٰى ضَلَالٌ

(ترمذی ۱۱۹/۲)

بے شک یہودی اللہ کے مغضوب ٹھہرے اور عیسائی سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔

تفسیر ابن جریر نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی نقل فرمایا ہے ... نمازی کہتا ہے مولا ہمیں اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے راستے پر چلا اور یہود و نصاریٰ کے راستے سے بچا۔ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کا راستہ ... یعنی انبیاء و صالحین کا راستہ ہے ...... قرآن نے اس راستے کی وضاحت و تشریح کرتے ہوئے فرمایا ...... جس راستے میں شرک والی منحوس بیماری نہ ہو بلکہ عبادت و پکار صرف اور صرف اللہ ہی کیلئے ہو۔ ...... مَغْضُوْبٌ عَلَيْهِم (یہود) اور ضَآلِّيْن (نصاریٰ) کے راستے سے بچا ... جن کے راستے میں شرک والے عقائد موجود ہیں جو اللہ کے علاوہ اپنے نبیوں کو معبود، مسجود ٹھہراتے ہیں جو اپنے انبیاء اور بزرگوں کے بارے میں غُلُوّ (حد سے تجاوز کرنا) کرتے ہیں ... جنہوں نے اپنے انبیاء کو اللہ کا حصہ اور جزء بنادیا اپنے انبیاء کو اِبْنُ الله اور

نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللہ کہا... ان کو مافوق البشر ہستیاں تسلیم کیا... ان کو صفات الوھیت میں شریک مانا... انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ... حاجات میں ان کو غائبانہ پکارنے لگے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعْنَتُ اللهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارىٰ اتَّخَذُوا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدًا

اللہ کی لعنت ہو یہودیوں پر اور عیسائیوں پر جنہوں نے اپنے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

یا معنی یہ ہے کہ جو کام مسجدوں کے لائق ہیں وہ کام انہوں نے انبیاء کی قبروں پر کئے...... قرآن مجید نے یہود ونصاریٰ کے غلو (عقائد میں اور بزرگوں کی محبت میں حد سے آگے بڑھنا) جگہ جگہ ذکر کیا ہے:

قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللهِ وَ قَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللهِ (توبہ ۳۰)

یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے

ایک اور جگہ پر اُن کے غلو کو اس طرح ذکر فرمایا:

قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارىٰ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ

(مائدہ ۱۸)

یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں یعنی اس کے پیارے ہیں

ایک مقام پر قرآن نے یہود ونصاریٰ کے غلو کا ذکر اس طرح کیا:

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ (توبہ ۳۱)

انہوں نے اپنے علماء کو اور پیروں کو اللہ کے سوا رب مان لیا تھا اور عیسیٰ بیٹے
مریم کو بھی!

یہود و نصاریٰ نے عقائد میں غلو کیا اور اپنے اپنے انبیاء اور بزرگوں کو اللہ کی صفات میں شریک ٹھہرایا اور عقیدت ومحبت کے جنون میں اپنے انبیاء کو اِبْنُ اللهِ اور نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللهِ کہہ دیا انہیں رب بنالیا۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ کے اس غلو کو دیکھتے ہوئے اپنی امت کو تلقین فرمائی:

لَا تُطْرُوْنِي كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارىٰ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ

مجھے اس طرح نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بڑھایا ہے۔

اِنَّمَا اَنَا عَبْدُاللهِ وَرَسُوْلَه میں اللہ کا بندہ پہلے ہوں اور رسول بعد میں!

ایک موقع پر آپ نے امت کو یوں تلقین فرمائی

لَا تَرْفَعُوْنِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي اَنْزَلَنِيْهَا اللهُ تَعَالیٰ

جس مرتبے اور جس درجے پر اللہ رب العزت نے مجھے فائز فرمایا ہے مجھے اس مرتبے سے اوپر نہ پہنچانا۔

اِنَّمَا اَنَا عَبْدُاللهِ وَرَسُوْلُه میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں مجھے اِلٰہ معبود اور مسجود نہ بنالینا بلکہ مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول سمجھنا...... (آپؐ نے کسی موقع پر اور کبھی نہیں فرمایا کہ میرے مرتبے کو نہ گھٹانا میرے مرتبے کو کم نہ کرنا ......اس لئے کہ اس کا خطرہ نہیں تھا آپؐ مشاہدہ فرمارہے تھے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے انبیاء کے مرتبے کو گھٹایا نہیں بلکہ بڑھایا ہے اور غلو کرتے ہوئے انبیاء کو اللہ کی صفتوں میں شرک بنایا اور انہیں ان کے اصلی مقام یعنی مقام عبدیت سے نکال کر مقام

الوہیت میں داخل کیا اور انہیں اِبنُ اللہ ، نُورٌ مِّن نُورِ اللہ اور اللہ کی جزء اور حصہ بنایا... یہود ونصاریٰ کے حالات کو دیکھتے ہوئے اور اپنی امت کی گمراہی کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے فرمایا... مجھے میرے مرتبے سے بڑھانا نہیں اور دوسری حقیقت یہ ہے کہ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ جس کی شان ہو وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى جس کے لئے اعلان ہو... اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ جس کا مقام ہو... وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِين جس کا درجہ ہو... جو امام الانبیاء ہو... جو خاتم الرسل ہو جو صاحب قرآن ہو... جو صاحب معراج ہو... حوض کوثر کا ساقی ہو ... روز محشر کا شافع ہو...... جو مقام محمود کا دولھا ہو... اس کے مرتبے کو بھلا گھٹا کون سکتا ہے؟

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ تھا

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ تھا کہ کہیں میری امت بھی یہود ونصاریٰ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین کے معاملے میں غلو کا شکار نہ ہو جائے... اور میرے متعلق وہی نظریات اور عقائد اور خیالات نہ رکھنے لگیں جو یہود ونصاریٰ نے اپنے اپنے انبیاء کے بارے میں رکھ لئے ہیں...... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی حدیث کی کتب میں موجود ہے فرمایا میری امت کے لوگ بھی یہود کے نقش قدم پر چلنے لگیں گے (بالکل اسی طرح جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی کے برابر ہوتی ہے (بخاری ۲/ ۱۰۸۸)

مگر ہائے افسوس آج امت ان ہی عقائد وخیالات کے جال میں پھنس گئی جس کا خطرہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا...... آج اس امت کے ایک طبقہ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت میں غلو کرتے ہوئے اُن کی بشریت کا انکار کر دیا اور انہیں نُورٌ مِّن نُورِ اللہ کہنا شروع کر دیا...... اپنے آپ کو عاشق رسول کہنے والے ایک شخص نے کہا:

احد سے احمد، احمد سے تجھ کو　　　　کُن اور سب کُن مکُن حاصل ہے یاغوث

حدائق بخشش ۲/۸)

یعنی اللہ سے یہ اختیار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منتقل ہوئے اور پھر نبی اکرمؐ سے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو یہ اختیار ملا کہ جو کرنا چاہیں، کریں... اور جو نہ کرنا چاہیں، نہ کریں... اس شعر میں ایک غلو تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے کیا گیا اور دوسرا غلو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں کیا گیا

کسی دوسرے غالی نے کہا:

وہی جو مستوی تھا عرش پہ خدا بن کر　　　　اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ بن کر

ایک غالی کہتا ہے:

تکنا ہے روضے نوں حج دا تے بہانہ اے

ایک عاشق اولیاء کہتا ہے :

ذی تصرف بھی ہے، مختار بھی، ماذون بھی ہے
کارِ عالم کا مدبّر بھی ہے عبد القادر
(حدائق بخشش)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اولیا کرام پر موت کا اطلاق کیا جائے تو کہا جاتا ہے یہ گستاخی ہے بے ادبی ہے۔

یا درکھیئے انبیا کرام اور اولیاء عظام پر موت کا اطلاق نہ کرنا بھی غلو فی الدّین کے زمرے میں آتا ہے..... قرآن مجید نے حضرت سلیمان پر موت کا اطلاق کیا:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ (سبا ۱۴)

پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا فیصلہ کیا۔

قرآن نے سیدنا یعقوب پر موت کا اطلاق کیا:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ (بقرہ ۱۳۳)

کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ پر موت آئی تھی!

قرآن مجید نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کا لفظ استعمال فرمایا:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (زمر ۳۰)

بے شک آپ پر بھی موت آنے والی ہے اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔

سامعین گرامی قدر! اس سے پہلے کہ میں مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور ضَآلِّيْن میں دو فرق اور بیان کروں ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے فرق پر ایک ضروری بات آپ حضرات کے گوش گذار کروں کہ ہم نماز میں اپنے اللہ کے حضور ہر روز کتنی بار یہ دعا مانگتے ہیں کہ مولا... ہمیں یہود و نصاریٰ کے راستے پر نہ چلا... ہمیں انعمت علیہم کے راستے پر گامزن رکھ!

مگر ہمارا عمل اس دعا کے برعکس ہے... ہم میں سے ایک ایک آدمی سوچے اور غور کرے کہ آج ہم یہود و نصاریٰ کے راستے کے کتنے قریب ہیں اور انبیاء و اولیاء کے نورانی راستے سے کتنے دور ہیں؟

آج ہماری معاشرت اور معیشت، تہذیب اور تمدن، ہمارے افعال واعمال، ہماری بود وباش، ہمارا رہن سہن، ہمارے اخلاق و انداز، ہماری تعلیم وثقافت، ہمارے طور اطوار، ہمارے رنگ ڈھنگ، ہماری سیاست وحکومت، ہمارا لباس، ہماری شکل وصورت، ہمارا اندازِ گفتگو غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں... ہم یہود و نصاریٰ کی نقالی کر رہے ہیں، ہم یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔

آج ہم سمجھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کی ترقی کا راز یورپی ممالک کی تہذیب اپنانے میں ہے... ہم یہود و نصاریٰ کے راستے پر چل کر مہذب اور باوقار قوم بن سکتے

ہیں۔۔۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ جو ناصح اس روش سے روکے اس کا مذاق بنایا جاتا ہے اور اسے ترقی کا دشمن سمجھا جاتا ہے۔

علامہ اقبال مرحوم نے بہت پہلے کہا تھا : ع

شور ہے ہوگئے دنیا سے مسلماں نابود — ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود — یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو — تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

اللہ رب العزت ہماری مانگی ہوئی دعا کے مطابق ہمیں یہود و نصاریٰ کی پیروی سے بچائے اور ہمیں اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے راستے پر چلائے رکھے۔۔۔۔۔۔ اللہ ہمیں یہ سمجھ عطاء فرمائے کہ ہماری ترقی، کامیابی اور کامرانی یہود و نصاریٰ کی نقالی کرنے میں نہیں ہے، بلکہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے بتائے ہوئے راستے میں ہیں۔

ایک فرق اور میں نے مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور ضَآلِّيْنَ میں ایک فرق کو آپ حضرات کے سامنے بیان کیا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد یہودی اور ضَآلِّيْنَ سے نصاریٰ مراد لئے، لیکن یاد رکھئے یہ بطور تمثیل آپؐ نے تفسیر بیان فرمائی، یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ صرف یہودی ہیں اور ضَآلِّيْنَ سے مراد صرف عیسائی ہیں۔۔۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں چونکہ یہود و نصاریٰ مذہب اور خانقاہی نظام کے ٹھیکیدار بنے ہوئے تھے۔۔۔ اور وہ خود راہ حق سے بہت دور تھے اور غضب الٰہی کے مستحق تھے اس لئے مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور ضَآلِّيْنَ کی تفسیر بطور تمثیل ان دونوں گروہوں سے فرمائی کچھ مفسرین نے مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور ضَآلِّيْنَ میں ایک فرق اور فرمایا ان کا کہنا یہ ہے کہ مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد وہ کافر ہیں جو اندر باہر سے کافر ہیں ان کے باطن میں بھی کفر ہے اور ظاہر میں بھی کفر ہے ان کے دل میں بھی کفر ہے اور زبان

پر بھی کفر ہے اور ضَآلِّیْنَ سے مراد وہ کافر ہیں جن کے باطن اور سینے میں تو کفر ہے مگر مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے زبان سے ایمان کا دعوی کرتے ہیں (جنہیں ہم منافق کہتے ہیں) یعنی مَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ سے مراد کافر اور ضَآلِّیْنَ سے مراد منافق ہیں!

مولانا حسین علیؒ کی رائے

رئیس المفسرین مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ سے مراد وہ کافر ہیں جو صراطِ مستقیم دیکھ چکے ہیں... ان پر حق واضح ہو چکا ہے حقیقت سے واقف ہونے کے بعد اور حق کی راہ دیکھ لینے کے بعد دیدہ دانستہ ضد وعناد سے حق کا انکار کرتے ہیں پھر اُن پر اللہ رب العزت مہر لگا دیتے ہیں اب ساری دنیا کے مصلح اور داعی اسے سمجھائیں اور دلائل کے انبار لگا دیں پھر بھی اس شخص کو ہدایت نہیں مل سکتی اسی حقیقت کو اس آیت بیان فرمایا:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ

(بقرہ:۷)

مہر لگا دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے! اس سے پہلی آیت میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (بقرہ:۶)

بے شک جو لوگ (ضد وعناد سے) انکاری ہوئے ان کے لئے برابر ہے آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں (تبلیغ کریں یا نہ کریں) وہ ایمان نہیں لائیں گے

اور ضَآلِّیْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں صحیح اور سیدھے راستے کی پہچان نہیں ہے... جو علم کی دولت سے محروم ہیں جو ابھی تک مہر کی زد میں نہیں آئے... اگر کوئی سمجھانے والا آئے اور انہیں سمجھائے تو انہیں ایمان کی دولت نصیب ہو سکتی ہے

سامعین گرامی قدر! سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ اور مختصر تشریح وتفسیر جو میں نے آپ

حضرات کے سامنے بیان کی اس کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ نمازی اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا مانگنا چاہتا ہے... اس دعا مانگنے سے پہلے وہ اللہ رب العزت کی تعریف وتوصیف اور مدح وثناء کرتا ہے پھر ایک وعدہ واقرار کرتا ہے کہ میں صرف تیری ہی عبادت کرونگا اور مصائب ومشکلات میں مدد صرف تجھ ہی سے مانگوں گا...... پھر وہ صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی اور پختہ ومضبوط رہنے کی دعا مانگتا ہے... اس راستے پر چلنے کی دعا جس راستے پر انبیاء کرام، صدیقین، شھدآ اور صالحین چلے مغضوب علیھم (یہود کے راستے سے) اور ضآلّین (نصاریٰ کے راستے) سے بچنے کی دعا مانگتا ہے...... ایک مرتبہ پھر یہ حقیقت ذہن میں بٹھائیے کہ صراط مستقیم وہ راستہ ہے جس پر انبیاء کرام چلتے رہے اور اس راستے میں عبادت وپکار صرف اور صرف اللہ ہی کے لئے ہوگی اور اس راستے میں شرک والی منحوس بیماری موجود نہیں ہے جس راستے میں اللہ کی بھی پکار ہوتی ہو اور حضرت عزیر علیہ السلام کی بھی پکار ہوتی ہو وہ مغضوب علیھم (یہودیوں) کا راستہ ہے اور جس راستے میں مصائب و مشکلات میں اللہ کی بھی پکار ہوتی ہو اور ساتھ ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مائی مریم کی بھی پکار ہوتی ہو وہ ضآلّین (یعنی عیسائیوں) کا راستہ ہے اور جس راستے میں ہر موقع پر اور ہر جگہ بغیر واسطے اور وسیلے کے صرف اور صرف اللہ ہی کی پکار ہوتی ہو وہ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (یعنی انبیاء واولیاء) کا راستہ ہے!

اٰمِیْن | جن نمازوں میں امام بلند آواز سے قرأت کرتا ہے امام فاتحہ کی قرأت مکمل کرلے تو امام اور مقتدی دونوں کو آمین کہنا چاہئے... آمین کا معنیٰ ہے اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ اے اللہ اس دعا کو قبول فرما!

یاد رکھیئے آمین بھی دعاء ہے مشہور تابعی حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اٰمِیْن دُعَآءٌ (بخاری ۱/۱۰۷) آمین ایک دعا ہے!

قرآن مجید کے ایک مقام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آمین دعاء ہے قرآن نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ایک دعا کا تذکرہ فرمایا ہے۔

وَقَالَ مُوْسٰی رَبَّنَا اِنَّکَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَہٗ زِیْنَتَہٗ اَمْوَا لًا فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا (یونس ۸۸)

موسیٰ نے دعا مانگتے ہوئے عرض کیا اے ہمارے پروردگار تو نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور بہت سے مال عطا فرمائے ہیں... اے ہمارے رب تو نے یہ انعام ان پر اس لئے کئے ہیں تاکہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے پھریں... اے ہمارے رب ان کے مال واسباب کو مٹادے اور ان کے دلوں پر مہر لگادے تاکہ دردناک عذاب دیکھنے تک وہ ایمان نہ لائیں۔

قرآن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کو ذکر کرنے کے بعد جب دعا کی قبولیت کا ذکر فرمایا تو کہا:

قَدْ اُجِیْبَتْ دَعْوَتُکُمَا (یونس۸۹) بے شک تم دونوں کی دعا قبول کی لی گئی ہے

آپ حضرات ذرا توجہ فرمائیں کہ دعا تو صرف حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام مانگ رہے ہیں مگر اللہ رب العزت کہتے ہیں تم دونوں کی (موسیٰ وہارون) دعا کو قبول کر لیا گیا ہے مفسرین نے کہا:

مَعْنَاہُ اَنَّ مُوْسٰی دَعَا عَلٰی فِرْعَوْنَ وَاَمَّنَ ھَارُوْنُ (قرطبی)

اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی اور حضرت ہارون نے ان کی دعا پر آمین کہا تھا! اور کسی کی دعا پر آمین کہنے والا بھی اس دعا کرنے میں شامل ہوتا ہے۔

امام اعظمؒ کا استدلال اگر آمین دعا ہے اور یقیناً دعا ہے تو پھر دعاء میں

اگر چہ جہر (یعنی بلند آواز کرنا) جائز ہے مگر اِخفاء (پوشیدہ طور پر) بہتر اور شریعت کو مطلوب ہے!

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (اعراف ۵۵)

پکارو اپنے رب کو گڑ گڑاتے ہوئے اور آہستہ سے

(خُفْيَةً کے لفظ پر غور فرمائیے) مشہور مفسر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ جو مسلکاً شافعی ہیں اور آمین بالجہر کے قائل ہیں وہ اپنی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ آمین آہستہ آواز سے کہی جائے یہ بہتر ہے...... اور امام شافعی رحمۃ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ آمین بلند آواز سے کہنا افضل اور بہتر ہے...... امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ آمین دعاء ہے اور قرآن میں ہے کہ دعاء آہستہ آواز سے کرنی چاہئے۔ آمین آہستہ آواز سے کہنے پر ایک دو حدیثیں بھی سماعت فرمالیں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی

جب آپؐ نے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْن پڑھا تو آپؐ نے آمین کہا اور اَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ (ترمذی ۱/۳۴) اپنی آواز کو پوشیدہ کیا۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی آمین آہستہ آواز سے کہتے تھے (طحاوی ۱/۹۹)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی آمین آہستہ آواز سے کہتے تھے... بعض روایات میں آمین بالجہر (یعنی آمین بلند آواز سے کہنا) بھی آیا ہے مگر وہ تعلیم کیلئے تھا، یعنی صحابہ کرام کو تعلیم دینے کے لئے تھا کہ وَلَا الضَّآلِّيْن کے بعد آمین بھی کہنا ہے یا بلند آواز سے آمین صرف جواز بتلانے کیلئے یا ابتدائی دور پر محمول ہے آخری دور کا

عمل آمین کا اِخفاء ہے جسے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر جمہور صحابہ اور تابعین نے اختیار فرمایا۔

ایک آمین ہے آمین بالسِّر یعنی آہستہ آواز سے آمین کہنا، اور ایک آمین ہے آمین بالجہر یعنی قدرے بلند آواز سے آمین کہنا ... ان دونوں کا جواز موجود ہے ... اختلاف اس میں ہے کہ دونوں میں سے افضل کیا ہے آمین بالجہر یا بالسِّر؟

اور ایک تیسری قسم ہے آمین بِالشّر یعنی شرارت کی نیت سے آمین کہنا

اللہ رب العزت ہمیں آمین بِالشّر کے شر سے محفوظ رکھے

وما علینا الا البلاغ المبین

سورۃ اخلاص

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰۤی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْن...... اَمَّا بَعْد۔ فَاَعُوْذُ بِا اللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ ○ اَللهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ○ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ○

سامعین گرامی قدر: سورۃ الفاتحہ کی قرأت کے بعد اگرچہ کسی خاص سورت کی تلاوت کرنے اور پڑھنے کا حکم شریعت نے نہیں دیا بلکہ فرمایا:

فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (المزمل ۲۰)

پس جتنا قرآن پڑھنا تمہارے لئے آسان ہو اتنا ہی پڑھو۔

اسلئے سورۃ الفاتحہ کے بعد کوئی سی سورت نمازی پڑھ سکتا ہے یا کسی بڑی سورت سے تین ایسی آیات پڑھ لے جو ایک مختصر سی سورت کے برابر ہوں یا ایک لمبی آیت پڑھ لے جو تین آیتوں کے برابر ہو۔

مگر ہمارے معاشرے اور ماحول میں دین سے دوری اور نماز کے مسائل سے بے اعتنائی کی وجہ سے عام لوگوں کو زیادہ سورتیں یاد نہیں ہوتیں اسلئے وہ سورت الفاتحہ کے بعد سورۃ الاخلاص کی تلاوت کرتے ہیں اس کے پیش نظر میں نے مناسب سمجھا کہ نماز کے ترجمہ اور تفسیر والے مضمون میں سورۃ الاخلاص کا ترجمہ، تفسیر اور مختصر سی تشریح بیان کروں۔

سورۃ الاخلاص کے نام

سورت الاخلاص کے بہت سے نام مفسرین نے ذکر فرمائے ہیں۔ جو اس سورت کی عظمت، مقام اور مرتبے پر دلالت کرتے ہیں ان ناموں میں سے چند نام بیان کرنا چاہتا ہوں:

ایک نام اس سورت کا بہت مشہور اور معروف ہے سورۂ توحید۔ واقعی یہ نام اس سورت کے لئے سجتا ہے، کیونکہ اس سورت میں مسئلہ توحید کو بڑے اختصار کے ساتھ مگر انتہائی جامعیت کے ساتھ اور بڑے خوب صورت اور دلنشین انداز میں اور بڑے عجیب انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

ایک نام اس سورت کا سورۃ الاساس رکھا گیا ہے۔ اساس عربی میں بنیاد کو کہتے ہیں چونکہ اس سورت میں مسئلہ توحید کو علیٰ وجہ الکمال بیان کیا گیا ہے۔۔۔ اور عقیدہ توحید ایمان واعمال صالحہ کی بنیاد ہے ایمان اور اعمال صالحہ کی بلند وبالا عمارت توحید کی بنیادں پر استوار ہے اور عقیدہ توحید کے بغیر اعلیٰ سے اعلیٰ عمل بھی بے معنی اور بے فائدہ ہو جاتا ہے، جس طرح مضبوط بنیاد کے بغیر عمارت کمزور ہو جاتی ہے

ایک نام اس سورت کا سورہ نجات بھی ہے۔ یہ نام بھی اس سورت کے لائق ہے کیونکہ جو اس سورۃ کے مضامین کو غور سے پڑھ لے اور اس کے ترجمہ اور تفسیر کو سمجھ لے تو اسے شرک وکفر کی آلودگیوں سے نجات مل جائے گی اور اگر اس سورت کے مضامین پر یقین کامل ہو اور انہی عقائد پر موت آجائے تو عذابِ جہنم سے نجات مل جائے گی۔

ایک اور نام اس سورت کا سورۃ النور ہے۔ یہ نام اس لئے تجویز ہوا کہ اس سورت کے پڑھنے سے اور دل وجان سے اس پر یقین رکھنے سے انسان کے دونوں جہان روشن ہو جاتے ہیں۔

ایک اور نام اس سورت کا سورۃ الامان ہے۔ یہ اس لئے تجویز کیا گیا کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے اور اس سورت کے مضامین پر ایمان رکھنے والے کو اللہ کے غضب

سنے امان عطا کرتی ہے

ایک نام اس سورت کا سورۃ المعرفۃ اس لئے رکھا گیا کہ جو شخص اس سورۃ کے مضامین کو ذہن میں رکھ کر پڑھ لے اسے اپنے رب کی معرفت اور پہچان ہو جاتی ہے ایک حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے سیدنا جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نماز پڑھی اور اس نے نماز میں سورۃ الاخلاص کو تلاوت کیا۔

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ هٰذَا عَبْدٌ عَرَفَ رَبَّهٗ

بے شک اس بندے نے اپنے رب کی معرفت حاصل کر لی۔

ایک نام اس سورۃ کا سورۃ البرأۃ بھی ہے اور سورۃ البرأۃ نام اس سورت کا اس لئے رکھا گیا کہ جو شخص یقین قلب کے ساتھ اس سورت کے مضامین پر ایمان رکھتے ہوئے اس سورت کو پڑھتا ہے وہ دوزخ کے عذاب سے بری ہو جاتا ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک شخص نے سورۃ الاخلاص کی تلاوت کی امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور فرمایا اَمَّا هٰذَا فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الشِّرْكِ

یقیناً یہ شخص شرک سے بیزار اور بری ہے

ایک اور حدیث میں آیا:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مِائَةَ مَرَّةٍ فِيْ صَلٰوةٍ اَوْ فِيْ غَيْرِهَا كُتِبَتْ لَهٗ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ

جس شخص نے سو مرتبہ سورۃ الاخلاص نماز میں یا نماز کے سوا پڑھی اس شخص کے لئے آگ سے براۃ لکھ دی جاتی ہے

ان ناموں کے علاوہ بھی اس سورۃ کے بہت سے نام ہیں اس مختصر وقت میں تفصیل کی گنجائش نہیں ۔ مثلاً سورۃ الولایۃ، سورۃ الصمد، سورۃ الجمال، سورۃ مذکرہ وغیرہ

تفصیل کے لئے تفسیر رازی کا مطالعہ فرمائیں۔

مگر ان تمام ناموں میں سے مشہور اور معروف نام اس سورۃ کا سورۃ الاخلاص ہے اس لئے کہ خالص توحید کا مضمون پوری فصاحت و بلاغت کے ساتھ اس میں مذکور ہے اس سورت میں خالص توحید بیان ہوئی ہے جو شخص اس کو سمجھ کر اس کی تعلیم پر ایمان لے آئے۔ وہ شرک سے اور پھر دوزخ کی آگ سے خلاصی پا جائیگا۔

سورۃ کی اہمیت وفضیلت

سامعین گرامی قدر: اس سے پہلے کہ میں اس سورت کے مضامین پر روشنی ڈالوں اور اس سورۃ کا ترجمہ اور تفسیر بیان کروں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس سورت کی اہمیت وفضیلت بیان کر دوں تا کہ آپ حضرات اس سورت کی اہمیت وفضیلت کو مدنظر رکھ کر اس کے مضامین کو بغور سنیں اور دل و دماغ میں جگہ دیں

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ امام الانبیاؐ نے ایک صحابی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر روانہ فرمایا اس صحابی کا معمول تھا کہ جب بھی امامت کرواتا ہر رکعت کی قرأت کے اختتام پر سورۃ الاخلاص ضرور تلاوت کرتا۔ واپسی پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو اس لشکر میں شامل تھے انہوں نے اس صحابی کی اس انوکھی بات کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا... آپؐ نے فرمایا سَلُوْهُ لِاَیِّ شَیْءٍ یَصْنَعُ ذَالِكَ

اس سے پوچھو! وہ ایسے کیوں کرتا ہے؟ صحابہ نے پوچھا تو اس نے کہا

لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَ بِهَا

اس سورت میں میرے اللہ رحمان کی صفات کا بیان ہے اس لئے میں اس کی تلاوت کو محبوب رکھتا ہوں۔ امام الانبیاء نے اس صحابی کی بات کو سن کر فرمایا

اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُحِبُّهٗ (بخاری، مسلم)

اس کا رحمان اللہ بھی اس سے محبت کرتا ہے

اسی سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے:

ایک انصاری صحابی مسجد قباء میں امامت کے فرائض ادا کرتے تھے ان کی عادت تھی کہ سورہ الفاتحہ کی قرات کے بعد دوسری سورت کی تلاوت کرنے سے پہلے وہ سورۃ الاخلاص پڑھا کرتے تھے۔

لوگوں نے ان کی اس عادت کی شکایت امام الانبیاؐ کے سامنے کی آپ نے اس صحابی کو بلایا اور پوچھا تم ایسے کیوں کرتے ہو؟

اس نے جواب میں عرض کیا

اِنِّی اُحِبُّھَا میں اس سورت سے محبت اور پیار کرتا ہوں

آپ نے فرمایا حُبُّکَ اِیَّاہُ اَدْخَلَکَ الْجَنَّۃَ (بخاری)

سورت الاخلاص کے ساتھ تیری محبت نے تجھے جنت میں داخل کروا دیا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت جبریل امین علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر تھے کہ ابوذر غفاریؓ تشریف لائے۔ جبریل امین نے کہا۔ یارسول اللہ: ابوذر آرہا ہے نبی کریمؐ نے فرمایا کیا تم ابوذر کو پہچانتے ہو؟

جبریل امین نے کہا:

ھُوَاَ شْھَرُ عِنْدَنَا مِنْہُ عِنْدَکُمْ

ابوذر کو زمین والے اتنا نہیں جانتے جتنا اسے آسمان والے جانتے ہیں

امام الانبیاؐ نے پوچھا:

بِمَا ذَا نَالَ ھٰذِہِ الْفَضِیْلَۃَ ابوذر کو یہ فضیلت اور یہ مقام کس وجہ سے ملا؟

جبریل امین نے کہا:

لِصِغْرِہٖ فِی نَفْسِہٖ وَقِرَاَتِہٖ قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَد (تفسیر کبیر)

ایک تو ابوذر اپنے دل میں اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتے ہیں (یعنی ان میں عاجزی

،تواضع اور انکساری ہے) دوسرے وہ سورۃ الاخلاص کی کثرت کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں...... اسی طرح کی ایک اور روایت آتی ہے کہ

حضرت سعد بن معاذؓ کا انتقال ہوا تو امام الانبیاءؐ نے ان کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد فرمایا کہ حضرت جبریل امین ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ سعد بن معاذ کے نماز جنازہ میں شریک ہوئے ہیں۔

صحابہ کرام نے پوچھا! یارسول اللہ! سعد بن معاذ کو یہ عظمت اور یہ شرف کس وجہ سے ملا۔

آپ نے فرمایا: سعد بن معاذ اٹھتے بیٹھتے سوار اور پیدل آتے اور جاتے ہر وقت سورۃ الاخلاص کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سنیے!

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ تبوک میں امام الانبیاء ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک دن سورج اتنی چمک، شعاع اور روشنی کے ساتھ طلوع ہوا کہ ہم نے زندگی میں کبھی اس طرح نہیں دیکھا۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں جبریل امین تشریف لائے اور اطلاع دی کہ آپؐ کے صحابی معاویہ لیثیؓ کا مدینہ میں انتقال ہوگیا۔ اور اللہ رب العزت نے اُن کے جنازے پر ستر ہزار فرشتے اتارے ہیں۔

- امام الانبیاءؐ نے فرمایا کہ معاویہ لیثیؓ کو یہ فضیلت اور درجہ کس وجہ سے نصیب ہوا؟

جبریل امین نے فرمایا...... وہ اٹھتے بیٹھتے ہر وقت سورۃ الاخلاص کی تلاوت کیا کرتے تھے اور انہیں اتنا عظیم مقام اور اتنا اعلیٰ درجہ سورۃ الاخلاص کی تلاوت کی وجہ سے حاصل ہوا۔

سورۃ الاخلاص۔ ثلث قرآن

سامعین گرامی قدر: سورۃ الاخلاص اگر چہ بہت مختصر سورت ہے اور صرف چار آیتوں پر مشتمل ہے لیکن مضامین کے اعتبار اور

لحاظ سے اتنی اہم اور عظیم القدر ہے کہ قرآن کے تیسرے حصے کے برابر ہے......
حدیث میں آتا ہے کہ ایک دن امام الانبیا نے صحابہ اکرام سے فرمایا سب اکٹھے اور جمع ہو جاؤ میں تمہیں ایک تہائی قرآن سنانا چاہتا ہوں۔ صحابہ کرام جمع ہو گئے امام الانبیاء ﷺ تشریف لائے اور سورۃ الاخلاص کی تلاوت فرمائی اور گھر تشریف لے گئے۔

صحابہ کرام ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ نبی کریم نے ایک تہائی قرآن سنانے کا وعدہ کیا تھا مگر صرف سورۃ الاخلاص کی تلاوت فرمانے کے بعد گھر تشریف لے گئے ہیں...... امام الانبیاؑ کو صحابہ کرام کی گفتگو کا پتہ چلا مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا

اَلَا وَاِنَّهَا تَعدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰن (مسلم کتاب فضائل القرآن)

میں نے تمہیں کہا تھا کہ میں ایک تہائی قرآن سناؤں گا غور سے سن لو کہ سورۃ الاخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

ایک اور حدیث اسی حدیث سے ملتی جلتی ایک اور حدیث سن لیجئے !امام الانبیاؑ نے فرمایا کہ:

يُعْجِزُ اَحَدَكُمْ اَنْ يَقْرَأَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ فِي لَيلَةٍ

کیا تم ہر رات ایک تہائی قرآن کی تلاوت نہیں کر سکتے

صحابہ اکرام نے جواب میں کہا:

اَيُّنَا يُطِيقُ ذَالِكَ يَا رَسُوْلَ الله

ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے کہ وہ ایک تہائی قرآن ہر رات میں پڑھ سکے؟...آپ نے فرمایا! سورۃ الاخلاص قرآن مجید کی تہائی ہے جس نے سورۃ الاخلاص کی تلاوت کر لی وہ سمجھ لے اس نے قرآن کی ایک تہائی تلاوت کی ہے۔

ثلث قرآن ہونے کی وجہ جو دو حدیثیں میں نے بیان کی ہیں اُن سے

یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سورۃ الاخلاص قرآن کی ایک تہائی ہے اس کی کئی وجوہات مفسرین نے بیان فرمائی ہیں مگر سب سے بہتر اور مناسب وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے تین مضامین بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔

پہلا مضمون جو قرآن نے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے وہ توحید کا مضمون ہے... دوسرا مضمون رسالت کا ہے... اور تیسرا مضمون قیامت کا بیان فرمایا ان تین مضامین میں سے ایک مضمون توحید والا سورۃ الاخلاص میں بیان کیا گیا اور علیٰ وجہ الکمال بیان کیا گیا اس لئے اس سورت کو قرآن کی ایک تہائی قرار دیا گیا ہے

شانِ نزول سورۃ الاخلاص کا شانِ نزول کیا ہے؟ اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں کچھ مفسرین کہتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے نبی کریمؐ سے کہا جس معبود کی طرف تو بلاتا ہے اس کا نسب بیان کرو...... مشرکین کے اس لامعنی سوال کے جواب میں سورۃ الاخلاص نازل ہوئی:

کچھ مفسرین نے کہا کہ یہود نے نبی کریمؐ سے کہا اے محمد! اللہ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا، آدم کو مٹی سے، جنات کو آگ سے، آسمان کو دھوئیں سے، زمین کو پانی کی جھاگ سے؟...... بتلائیے اللہ کس چیز سے بنا ہے؟... آپؐ یہود کا سوال سن کر خاموش ہو گئے تھوڑی دیر بعد جبریل امین سورت الاخلاص لے کر نازل ہوئے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہہ دیجئے (برملا اعلان کر دیجئے) کہ وہ اللہ ایک ہے اکیلا ہے... هُوَ ضمیر شان ہے یہ ضمیر اس صورت حال کے لئے آتی ہے جو متکلم اور مخاطب میں اس طرح مشترک ہو کہ اس کے بولتے ہی بلا تکلف اور فوراً ذہن اس کی طرف چلا جائے...... مطلب یہ ہوگا کہ اے مشرکین جس ہستی کے متعلق تم سوال کر رہے ہو وہ کوئی انوکھا یا نیا یا نرالہ رب نہیں ہے بلکہ وہ وہی ہے جس کو تم اللہ کے نام

سے جانتے ہو....... اللہ کا لفظ اور اللہ کی ہستی اہل عرب کے لئے اجنبی ہستی نہیں تھی وہ اپنے بچوں کے نام عبداللہ رکھتے تھے اور کعبہ کو بیت اللہ کہتے تھے بلکہ وہ اللہ رب العزت کی صفات کے قائل تھے اور مصائب میں گھر کر اللہ کو پکارا بھی کرتے تھے!

سورۃ الاخلاص میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہہ کر ان کے شرکیہ عقائد کی نفی کرنا مقصود ہے...... اَحَدٌ کی تشریح لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ سے فرما دی کہ اس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ اس سے کوئی جنا گیا... بس وہ اکیلا ہے نہ اس کی بیوی ہے اور نہ کنبہ اور نہ قبیلہ نہ ہی بیٹی اور نہ بیٹا۔

یہاں سورت الاخلاص میں اللہ رب العزت کی صفت اَحَد ذکر کی گئی ہے اسی سے ملتا جلتا اللہ رب العزت کا ایک اور نام وَاحِد بھی ہے۔

مگر وَاحِدٌ کا اطلاق محل اثبات میں دوسری مخلوق اور دوسری چیزوں پر بھی ہوتا رہتا ہے جیسے رَجُلٌ وَاحِدٌ ایک آدمی دِرْهَمٌ وَاحِدٌ ایک درہم مگر اَحَدٌ کا لفظ اثباتاً صرف اور صرف اللہ رب العزت ہی کے لئے بولا جاتا ہے...... پھر لطف کی بات یہ ہے کہ پورے قرآن مجید میں اللہ کے نام کے طور پر اور اللہ کی صفت کے طور پر لفظ اَحَد صرف ایک مقام پر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں استعمال ہوا ہے... یہ بھی توحید باری تعالیٰ پر اور اللہ کی یکتائی پر ایک عجیب دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اَحَد (یکتائی) ایسی مکمل ہے کہ قرآن نے تکرار لفظی کرتے ہوئے کسی دوسری جگہ پر ذکر نہیں کیا وہ ایسا اکیلا ہے کہ قرآن نے بھی اس کی یکتائی کو صرف ایک جگہ پر ذکر فرمایا ہے۔

پھر ذرا غور تو کرو کہ اس ایک مقام پر بھی اسم اَحَد نکرہ استعمال ہوا الف لام تعریف سے بے نیاز ہے یعنی اسم اَحَد اپنی ایسی شان میں جلوہ گر ہے کہ تعریف کی ضرورت ہی نہیں اور اس کی یکتائی ایسے کمال کے ساتھ ہے کہ کسی زائد حرف کا استعمال بھی نہیں ہوا:

سامعین گرامی قدر: ہم جو اللہ رب العزت کو اَحَد اکیلا کہتے ہیں تو کس اعتبار سے کہتے ہیں؟ ذرا غور تو کرو وہ اکیلا کہاں ہے؟ اس کے ساتھ ان گنت فرشتے ہیں حاملین عرش ملائکہ ہیں عرش اور کرسی اور نہ جانے کیا کیا ہے؟

یاد رکھیئے... وہ اس معنی کے لحاظ سے اکیلا نہیں ہے. جس معنی میں اکیلا کا لفظ اردو زبان میں استعمال ہوتا ہے خود اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

ایک اور جگہ پر فرمایا:

مَا يَكُوْنُ مِنْ نَجْوىٰ ثَلَاثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا (مجادله ۸)

جب تین آدمی سرگوشی کرتے ہیں تو وہ چوتھا ہوتا ہے اور جب پانچ آدمی سرگوشی کرتے ہیں تو وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے، اور نہ ان سے کم اور نہ ان سے زیادہ مگر وہ اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں۔

آیئے میں آپ کو بتلاؤں اور سمجھاؤں کہ اللہ رب العزت کے اَحَد یعنی اکیلا ہونے سے مراد کیا ہے؟

مراد اور مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی ذات اور صفات کے لحاظ سے اکیلا ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی بھی اس کا شریک نہیں کوئی اس کا مثیل نہیں ہے کوئی اس کی نظیر نہیں ہے مخلوقات میں سے کوئی بھی اس کا ساجھی اور شریک نہیں ہے نہ اس کی بیوی ہے اور نہ ہی بال بچہ نہ اس کا کوئی کنبہ ہے اور نہ قبیلہ اولاد باپ کی نظیر اور بے مثیل ہوتی ہے وہ ایسا نہیں ہے وہ اَحَدٌ ہے بے نظیر اور مثل ہوتی ہے اس معنی میں تنہا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے

سیدنا بلالؓ کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں طرح طرح کی تکلیفیں اور طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں... وہ امیہ بن خلف کے غلام تھے جو مسلمانوں کے شدید ترین دشمنوں میں سے ایک تھا... انہیں مکہ مکرمہ کی تپتی ہوئی زمین پر ننگی پیٹھ لٹایا جاتا ان کے سینے پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دی جاتی تاکہ کروٹ نہ بدل سکیں... مکہ کی نکیل دار زمین پر انہیں گھسیٹا جاتا رات کو زنجیروں کے ساتھ باندھ کر کوڑے مارے جاتے پھر دوسرے دن زخمی بدن کو گرم زمین پر لٹا دیا جاتا اور مشرکین کہتے اسلام سے اور دین توحید سے باز آجا، یا تڑپ تڑپ کر مرجا...... سزا دینے والے ایک ایک کر کے اکتا جاتے اور تھک جاتے مگر بلال کی زبان پر ایک ہی نعرہ ہوتا اَحَد اَحَد یعنی معبود وہی اکیلا ہے وہ تنہا ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت سعدؓ التحیات کے تشہد میں دو انگلیوں سے اشارہ کیا کرتے نبی کریمؐ نے دیکھا تو فرمایا اَحَد اَحَد ایک انگلی سے ایک انگلی سے یعنی جب مُشَارٌ اِلَیه (جس کی طرف اشارہ ہورہا ہے) ایک ہے تو اس کی طرف اشارہ بھی ایک انگلی سے ہونا چاہیے۔

اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے صَمَد اصل میں اس بڑی چٹان کو کہتے ہیں کہ دشمن کے حملے کے وقت جس کی پناہ پکڑی جائے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ صَمَد کا معنی ہے۔

اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ وَّالْمُحْتَاجُ اِلَیْهِ کُلُّ اَحَدٍ (روح المعانی)

ایسی ذات جو ہر ایک سے بے شمار پرواہ او بے نیاز ہو (اسے اپنے فیصلے کرنے میں اور احکام جاری کرنے میں اور کائنات کے نظام کو چلانے میں کسی کی ضرورت نہیں پڑتی) اور باقی سب مخلوق اور پوری کائنات جس کی محتاج ہو!

مفسر قرآن صحابی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں صَمَدْ وہ ہے : اَلَّذِیْ یُصْمَدُ اِلَیْہِ فِی الْحَاجَاتِ (بخاری، قرطبی)

جس ہستی کی طرف مصائب، تکالیف میں گھر کر قصد کریں اور اسے پکاریں! صَمَدْ وہ ہے جس کی طرف ہر ایک ہر وقت ہر چیز میں محتاج ہو اور وہ کسی کی طرف کسی وقت میں کسی چیز میں محتاج نہ ہو... ساری مخلوق ہر چیز میں اس کی محتاج ہے... تم انسان کھانے پینے کے محتاج... سونے اور جاگنے کے محتاج... آرام کے محتاج... بیمار ہو جاؤ تو ڈاکٹر، حکیموں کے محتاج... برادری، رشتے داری کے بندھنوں کے محتاج ... بیوی بچوں کے حقوق پورے کرنے کے محتاج... شادی اور غمی میں دوسروں کے محتاج... لباس سلوانے میں درزی کے محتاج...... اور جوتی بنوانے میں موچی کے محتاج... صفائی کے لئے خاکروب کے محتاج، باغات سینچنے کیلئے مالی کے محتاج... گاڑی چلانے کے لیے ڈرائیور کے محتاج... روشنی کے لیے چراغ کے محتاج روٹی ، پانی کے محتاج... چولہے اور آگ کے محتاج... دیاسلائی کے محتاج، توے اور پرات کے محتاج...

تم ہر وقت، ہر چیز میں محتاج ہی محتاج ہو اور وہ اکیلا اَلصَّمَدْ ہے جو کسی وقت بھی، کسی چیز میں کسی کا محتاج نہیں ہے! امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اَلصَّمَدْ کا پنجابی میں بڑا حسین اور خوبصورت معنیٰ کیا:

جیہدے باجھوں کسے دا کم نہ ٹرے، تے اوہدا کم ہر کسے باجھوں پیا ٹرے

(کسی کا کوئی کام اس کی مدد کے بغیر نہ چلے اور اس کا ہر کام ہر کسی کے سہارے کے بغیر چلتا رہے)

قرآن مجید میں اللہ کی صفت اَحَدٌ کی طرح اَلصَّمَدْ بھی صرف ایک جگہ یعنی سورۃ الاخلاص میں آیا ہے۔

ایسا بے نیاز کہ نسل چلانے کیلئے نہ اُسے بیوی کی ضرورت ہے او نہ اولاد کی

مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا

اس کے نہ کوئی بیٹا نہ بیوی

وہ بال بچوں سے بے نیاز ہے، وہ کھانے پینے سے بے نیاز ہے، سب کو کھلاتا ہے خود نہیں کھاتا، وہ سونے سے بے نیاز ہے، لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ نہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی کا جنا ہوا .... یہ بات اگرچہ لفظ اَحَد کے اندر بھی موجود تھی مگر یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کے مشرکانہ عقیدے کی بھرپور تردید کیلئے صاف اور واضح لفظوں میں اس کو بیان کیا ... یہود و نصاریٰ کا خیال تھا (میں مالک یوم الدین کی تشریح میں اس کو بیان کر چکا ہوں) کہ ہمارے نبی اللہ کے بیٹے اور جزء ہیں ... یہود کا خیال تھا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں...... پھر یہود و نصاریٰ کے مذہبی راہنما اس بات کے مدعی تھے کہ ہم بھی اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں!

مشرکین مکہ کا گندہ عقیدہ تھا... کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں...

قرآن مجید نے ایک جگہ پر کہا:

وَقَالُو اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (مریم ۸۸تا۹۱)

وہ کہتے ہیں کہ اللہ رحمان نے بھی اولاد بنائی ہے یقیناً تم بھاری چیز میں آ پھنسے ہو قریب ہے کہ تمہارے اس قول کی وجہ سے (کہ اللہ نے بھی

بیٹے بیٹیاں بنائی ہیں) آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزے ریزے ہو جائیں)

ایک اور مقام پر ان کے عقیدے کا تذکرہ اس طرح کیا:

وَجَعَلُوالَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْن

(زخرف ۱۵)

اور انہوں نے اللہ کے بعض بندوں کو اللہ کی جزء بنالیا انسان یقیناً واضح ناشکرا ہے۔

آج کا کلمہ گو

سامعین گرامی قدر! آپ نے یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کے خیالات اور عقائد سماعت فرمالئے سورۃ زخرف کی آیت ۱۵ میں بیان ہوا کہ انہوں نے اللہ کے بعض بندوں کو اللہ کی جزء ٹھہرالیا اللہ کا حصہ مان لیا آج کے کچھ نادان لوگ بھی اپنے عقائد میں غلو کرتے ہوئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰه کہتے ہیں... یعنی اللہ کے نور میں سے نکلا ہو نور اللہ کے نور کی جزء اور حصہ۔

سورت الاخلاص میں اللہ رب العزت نے اس عقیدے کی اور غلو سے بھرے ہوئے اس خیال کی واضح تردید فرمائی۔

لَمْ يَلِدْ اس سے کوئی پیدا نہیں ہوا اس نے کسی کو نہیں جنا اس کا کوئی ولد اور نائب نہیں ہے اس کی کوئی جزء اور حصہ نہیں ہے۔

وَلَمْ يُوْلَدْ وہ حادث نہیں ہے کہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہو وہ کسی سے نکلا بھی نہیں ہے بلکہ وہ ازلی ہے۔

یادرکھو! وہ کسی کی اولاد نہیں ہے کہ ماں باپ کے آگے مجبور ہو کر اُن کی بات ماننی پڑے اور اس کی کوئی اولاد نہیں ہے کہ وہ ضد کر کے اور نازنخروں سے اپنی بات منوالیں۔

وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے حضرت شیخ الہندؒ نے معنی کیا اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی کُفُوًا ہم سر کو کہتے ہیں جو برابر کا ہو، یہ برابری کسی ایک صفت میں ہو یا تمام صفات میں ہو...... ہماری زبان میں ہم پلہ یا ہم پایہ کہتے ہیں اور یہ حقیت ناقابل ترویدہے کہ اس جہان میں مخلوقات میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو کسی پہلو، کسی جہت، کسی طرف اور کسی انداز سے اللہ رب العزت کی ہم سری اور برابری کا دعویٰ کر سکے اس لئے کہ سب اُس کے بندے اور مخلوق ہیں اور وہ اکیلا خالق ہے اور مخلوق اور خالق کی آپس میں برابری اور ہمسری کیسے ممکن ہے۔

مگر ہر زمانے اور ہر قوم کے نادان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوقات میں سے نیک بندوں کو اور فرشتوں کو ہمسر اور برابر کا بنانے کی ناکام کوشش کی ہے اللہ کے سوا کسی کو داتا کہنا ہمسر بنانے کی کوشش تو ہے... اللہ کے سوا کسی کو گنج بخش پکارنا اللہ رب العزت کی برابری کرنا ہی تو ہے... اللہ کے سوا کسی کو غوث اعظم کہنا ہمسر بنانا ہی تو ہے... اللہ کے سوا کسی کو مشکل کشا، حاجت روا کہنا، کھوٹی قسمت کھری کرنے والا ماننا اللہ کے برابر کرنا ہی تو ہے... جس طرح اللہ کی اولاد کوئی نہیں اور جسطرح وہ کسی کی اولاد نہیں اسیطرح کوئی بھی اس کا ہم سر اور برابری کرنے والا نہیں نہ ذات میں نہ اس کے افعال میں اور نہ اس کی صفات میں قرآن نے ایک جگہ پر فرمایا:

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْر (الشوریٰ:۱۱)

اللہ جیسی کوئی چیز نہیں وہ (ہر ایک کی پکار کو) سننے والا ہے اور (ہر ایک کی حالت کو) دیکھنے والا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے سورۃ الاخلاص کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

شرکت گاہے در عدد می باشد آن را بلفظ اَحَدٌ نفی فرمود

علماء فرماتے ہیں کہ شرک کبھی عدد میں ہوتا ہے، اَحَدٌ فرما کر اس کی نفی کر دی

وگاہے در مرتبہ ومنصب می باشد آن رابلفظ صَمَدُ نفی فرمود۔

کبھی شرک منصب اور مرتبہ میں ہوتا ہے، صَمَد فرما کر اس کا رد فرما دیا۔

اور شرک کبھی نسب میں ہوتا ہے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ کہہ کر اس کو باطل کر دیا

وگاہے در کار و تاثیر می باشد وآں رابلفظ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُوًا اَحَدٌ نفی فرمود۔

اور شرک کبھی کام کرنے اور اثر اندازی میں ہوتا ہے اس کی تردید وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُوًا اَحَدٌ سے کردی۔

اسی وجہ سے... یعنی توحید کے اس جامع مضمون کی بنا پر اس سورت کو سورت الاخلاص کہا جاتا ہے۔

آخر میں ایک حدیث قدسی سنا کر آپ سے اجازت لوں گا۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں انسان مجھے گالی دیتا ہے یعنی میرے لئے اولاد ثابت کرتا ہے حالانکہ میں ایک ہوں بے نیاز ہوں نہ میں نے کسی کو جنا ہے اور نہ میں کسی سے پیدا ہوا ہوں اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے۔ (بخاری تفسیر سورت الاخلاص)

وما علینا الا البلاغ المبین۔

چودھویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ ○ وَقَالَ اللّٰهُ فِیْ مَقَامٍ اٰخَرَ ○ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْٓ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْر

یقیناً اللہ نے اس عورت کی بات سنی جو تجھ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی اور اللہ کے آگے شکایت کر رہی تھی اللہ تم دونوں کے سوال و جواب سن رہا تھا بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمِ

سامعین گرامی قدر: ہر نمازی کے لئے ضروری ہے کہ جب نماز میں قرءات مکمل ہو جائے تو تکبیر کہتے ہوئے رکوع کرے مشہور صحابی سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ:

کَانَ رَسولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْکَعُ ۔

(بخاری ۱۰۹، ج:۱، مسلم ۱۶۹، ج:۱)

امام الانبیاءؐ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو تکبیر کہتے تھے پھر جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے تھے:

تکبیر تحریمہ کے وقت یعنی نماز کی ابتداء میں تکبیر کہتے ہوئے رفع یدین کرنا (یعنی دونوں ہاتھوں کو اٹھانا) متفق علیہ مسئلہ ہے...... رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت، یا درمیانی تشہد کے بعد تیسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت، یا دونوں

سجدوں کے وقت، رفع یدین کرنا اختلافی مسئلہ ہے اور سب سے زیادہ صحیح مسلک یہی ہے کہ ان مواقع پر رفع یدین کرنا منسوخ ہے۔ اور اب ان جگہوں پر رفع یدین کرنا صحیح نہیں ہے۔

امام الانبیا ﷺ اور اصحابِ رسول اور تابعین عظام کے تعامل سے یہی بات ثابت ہوتی ہے...... امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کا مسئلہ یہ ہے کہ نماز کے شروع میں تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے رفع یدین کرنا سنت ہے اور اس کے علاوہ نماز میں کسی اور جگہ پر رفع یدین کرنا صحیح نہیں ہے۔

امام اعظمؒ کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے عمل اور اپنے مسلک کی دلیل کے لئے سب سے پہلے قرآن مجید کو دیکھتے ہیں پھر تمام احادیث کو سامنے رکھتے ہیں اور بڑے غور وفکر اور تدبر کے ساتھ تمام دلائل کو سامنے رکھ کر اپنا مسئلہ واضح کرتے ہیں... میں گذشتہ خطبات میں فاتحہ خلف الامام کی بحث میں اور آمین بالجہر کی بحث میں اس پر روشنی ڈال چکا ہوں۔

رفع یدین کے اس مسئلے پر بھی غور وفکر کرتے ہوئے انہوں نے سب سے پہلے قرآن مجید کو دیکھا کہ قرآن کیا کہتا ہے؟

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ

(المؤمنون)

ترجمہ: بے شک مومن فلاح پاگئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

مشہور صحابی مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباسؓ خَاشِعُوْنَ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَا يَلْتَفِتُوْنَ يَمِيْنًا وَّلَا شِمَالًا وَّلَا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ (تفسیر ابن عباس)

جو نماز میں دائیں اور بائیں التفات نہیں کرتے اور اپنے ہاتھ بھی نہیں اٹھاتے

قرآن ایک اور جگہ کہتا ہے :

قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ (بقرة : ۲۳۸)

اللہ کے آگے عاجزی سے کھڑے ہو۔

مجھے یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں کہ زیادہ حرکت کرنے میں عاجزی نہیں ... بلکہ عاجزی سکون میں ہے بار بار ہاتھ اٹھانا عاجزی کے منافی ہے اور اللہ کا مطالبہ یہ ہے کہ نماز میں میرے سامنے عاجزی سے کھڑے ہو۔

سیدنا ابن مسعودؓ کا فرمان

قرآن کے اس مطالبے اور حکم کے بعد امام اعظم نے سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کے عمل اور فرمان کو دیکھا سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے شاگردوں کو نماز سکھاتے ہوئے فرمایا:

اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

کیا میں تمہیں نبی کریم ﷺ جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟

فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّةٍ (ترندی ۵۹)

پھر انہوں نے نماز پڑھی اور صرف پہلی مرتبہ (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترندی فرماتے ہیں:

حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَیَقُوْلُ بِهٖ غَیْرُ وَاحِدٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ وَالتَّابِعِیْنَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْیَانِ وَاَهْلُ الْکُوْفَةِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث حسن ہے اور بے شمار اہل علم صحابہ کرام اور تابعین اسی کے قائل ہیں (کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہے)

اور حضرت سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا قول بھی یہی ہے۔

انصاف کی بات آج ہمارے ہاں جو لوگ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی رفع یدین کے قائل ہیں اور اسے واجب اور فرض کا درجہ دیئے ہوئے ہیں وہ دیدہ دلیری اور جہالت سے فتویٰ لگاتے ہیں کہ جو نمازی رفع یدین نہیں کرتے ان کی نماز نہیں ہوتی... یا وہ نماز خلافِ سنت ہے پھر وہ جاہل عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اور فریب میں مبتلا کرنے کیلئے اور علمی رعب جھاڑنے کیلئے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رفع یدین کرنے کی چار سو حدیثیں ہیں...

میں کہتا ہوں ہم تمہیں تین سو ننانوے حدیثیں معاف کرتے ہیں صرف ایک حدیث ہاں صرف ایک حدیث واضح اور مستند پیش کرو کہ امام الانبیا ﷺ نے فرمایا ہو اور حکم دیا ہو کہ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کیا کرو،

اللہ کے بندو! تمہارے پاس بھی ایک صحابی کا قول ہے رفع یدین کرنے کا...... اور ہمارے پاس بھی ایک صحابی کا قول ہے رفع یدین نہ کرنے کا......
تمہارے پاس حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ امام الانبیا ﷺ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے تھے (بعض روایات کو دیکھا جائے تو ابن عمرؓ کا اپنا عمل اس قول کے خلاف نظر آتا ہے)

حضرت سیدنا عبداللہ بنؓ عمر کے شاگرد حضرت مجاہد تابعیؒ جو دس سال تک ابن عمر کی خدمت میں رہے وہ فرماتے ہیں:

صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِي تَكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ

میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی وہ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں

رفع یدین کرتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص: ۲۳۷، ج: الطحاوی ص: ۱۳۳

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت پہلی روایت کے بالکل برعکس ملتی ہے، جسے ابوعوانہ (ص: ۹۰، ج: ۲) نے نقل کیا ابن عمر فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تکبیر تحریمہ کے وقت تو رفع یدین کیا کرتے تھے مگر رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ جو حضرات رفع یدین کے قائل ہیں ان کے پاس بھی بطور دلیل ہے ایک صحابی حضرت عبداللہ ابن عمر کا قول ہے:

اور ہمارے پاس بھی رفع یدین نہ کرنے کے بارے میں ایک مشہور صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول ہے:

ہمارے لئے سب صحابہ محترم اور مکرم ہیں صادق وامین ہیں مگر صحابہ کرام کے مابین علمی درجات، نبی کریم کے ساتھ صحبت کی کثرت وقلت کی بناپر فرق ضرور ہے۔۔۔

آئیے ان دونوں صحابہ کو تول لیتے ہیں پھر ان میں سے جو بھاری نکلے اس کے قول کو تسلیم کر لیتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ: عمر کے لحاظ سے اتنے چھوٹے ہیں کہ غزوہ احد یا غزوہ بدر میں ان سے کم سن ہونے کی وجہ سے انہیں شرکت کی اجازت نہ ملی اور حضرت عبداللہ بن مسعود السابقون الالون میں شمار ہوتے ہیں بلکہ اسلام قبول کرنے میں ان کو پانچواں یا چھٹا نمبر ہے۔

سیدنا ابن مسعودؓ امام الانبیاؑ کے مقرب ترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں باہر سے آنے والے لوگ شروع شروع میں یہ سمجھتے تھے کہ ابن مسعودؓ نبوت کے گھرانے کا فرد ہے۔۔۔ سفر وحضر میں وہ نبی کریم ﷺ کے خادم خاص تھے، آپ کی مسواک اور آپ کا

جوتا انہی کے پاس ہوتے تھے ۔ ان کا لقب پڑ گیا تھا: صَاحِبُ السِّوَاكِ وَالنَّعلَيْن

یعنی امام الانبیا کا مسواک اور جوتا اٹھانے والا! سبحان اللہ

پھر ابن مسعودؓ کا علمی مقام یہ ہے کہ خود فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی سورت اور کوئی آیت ایسی نہیں ہے کہ جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ یہ کہاں اتری ہے اور کیوں اتری ہے؟

سیدنا ابن مسعودؓ سے ایک اور روایت بھی ہے اسے بھی سن لیجئے:

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِي ﷺ ومَعَ اَبِي بَكْرٍ وَمَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَلَمْ يَرْفَعُوْا اَيْدِيَهُمْ اِلَّا عِنْدَ التَّكْبِيرَةِ الْاُوْلٰى فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ

(دار قطنی ۲۹۵/۱، بیہقی ۷۹/۲)

عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے ساتھ نماز پڑھی ہے ان سب نے صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا یعنی نماز کے آغاز میں۔

میرے پاس وقت نہیں کہ میں اس موضوع کو تفصیل کے ساتھ بیان کروں اور ایسی روایات آپ حضرات کے سامنے بیان کروں جن سے ثابت ہو رہا ہو کہ جید اصحاب رسول اور تابعین اپنی نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ص: ۲۳۷، ج: ۱، طحاوی ص: ۱۳۳، ج: ۱ میں امیر المومنین سیدنا عمرؓ کا عمل موجود ہے کہ وہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

انہی کتابوں کے حوالے سے امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا عمل موجود ہے کہ وہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں:

كَانَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ (بْنِ مَسْعُوْد) وَاَصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلَّا فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۶)

سیدنا ابن مسعود اور حضرت سیدنا علی کے شاگرد صرف نماز کے آغاز میں (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کرتے تھے۔

تابعین علیہم الرحمۃ وائمہ مجتہدین میں حضرت میمون مکی، حضرت، عُباد، حضرت ابو اسحاق، قیس بن ابی حازم ابراہیم نخعی، حضرت اسود، حضرت علقمہ، امام شعبی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام عبداللہ بن مبارک، حضرت سفیان ثوری، اصحاب ابن مسعود، اصحاب علی (رحمۃ اللہ علیہم) یہ سب عظیم بزرگ نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل تھے، اس کے بعد رکوع میں جاتے اور اٹھتے ہوئے اور سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔

سامعین گرامی قدر: ائمہ میں سے جو حضرات رکوع میں جاتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے رفع یدین کے قائل ہیں وہ صرف استحباب کی حد تک قائل ہیں۔ ائمہ کرام میں سے کوئی امام بھی اس کے فرض، واجب یا سنت مؤکدہ ہونے کا قائل نہیں... اور کسی امام سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے کہا ہو کہ جو لوگ رفع یدین نہیں کرتے وہ سخت گنہگار ہیں... اور ان کی نماز خلافِ سنت ہے یا وہ سعادتوں سے محروم ہیں یا ان کی نماز ناقص اور نامکمل ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس طرح کی باتیں اور اس طرح کے فتوے خوف

الٰہی سے عاری ہو کر آج کے غیر مقلدین لگا رہے ہیں یہی لوگ علم دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رکوع کے وقت رفع یدین کو کبھی سنت مؤکدہ، کبھی واجب اور ترنگ میں آکے کبھی فرض تک کہہ دیتے ہیں ...... پھر فتوؤں کی یلغار ہوتی ہے کہ اگر کوئی نمازی رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتا تو اس کی نماز ناقص، خلافِ سنت اور باطل ہے اور رفع یدین نہ کرنے والا تارکِ سنت ہو کر سخت گنہگار ہے۔

لوگو: ذرا انصاف کی نظر سے غور کیجئے اور دل پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ کیجئے کہ ان غیر محتاط مفتیوں کی زد میں کون کون آرہا ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت براء بن عازب کہہ رہے کہ امام الانبیا ﷺ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے ...... کیا العیاذ باللہ نبی کریم کی نمازیں نامکمل اور باطل تھیں؟ ...... خلفاِ راشدین، اصحابِ رسول، عظیم المرتبہ تابعین، جلیل القدر تبع تابعین، بڑے بڑے ائمہ... ان کے ہزاروں نہیں لاکھوں شاگرد بلکہ کروڑوں شاگرد اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں کروڑوں حنفی جو رکوع والا رفع یدین نہیں کرتے، کیا ان سب کی نمازیں نامکمل ہیں؟ ...... کیا ان سب کی نمازیں باطل ہیں؟ کیا امت کے اس کثیر طبقہ کی نمازیں خلافِ سنت اور نامقبول ہیں؟ کیا یہ سب لوگ گناہ سمیٹ رہے ہیں؟

جن روایات میں اور جن احادیث میں رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اُٹھتے ہوئے رفع یدین کا ذکر ہے وہ ابتدائی دور کی بات ہے جو بعد میں متروک ہوگیا اگر عہد نبوت کے آخری دور میں رفع یدین کا عمل متروک نہ ہوتا تو خلفاء راشدین (بالخصوص سیدنا عمر و سیدنا علی) اور دوسرے، بہت سارے صحابہ اسے کبھی ترک نہ کرتے

یاد رکھیئے! دور نبوت میں وحی کے ذریعے دوسرے اسلامی احکام کی طرح نماز کے احکام کی تکمیل آہستہ آہستہ ہوتی رہی ہے کیا کوئی ذی علم و شعور اس حقیقت سے انکار

کر سکتا ہے کہ ابتدائی دور میں نماز کے اندر سلام وکلام کرنا جائز تھا جو بعد میں متروک و ممنوع ہو گیا۔

ابتدائی دور میں نماز کے اندر تکبیر تحریمہ اور رکوع کے علاوہ بھی کئی جگہوں پر رفع یدین ہوتا تھا...

امام نسائی نے اپنی کتاب نسائی میں ایک مستقل باب باندھا ہے رَفْعُ الْیَدَیْنِ لِلسُّجُوْدِ (سجدے میں رفع یدین کا باب)

پھر وہ ایک حدیث لائے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے جب سجدہ کیا اور جب سجدہ سے سر اٹھایا تو رفع یدین کیا۔

ابو داؤد اور امام ترمذی حضرت سیدنا علی بن ابی طالب سے یہ حدیث لائے ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ جب دو سجدوں سے اٹھتے (یعنی دوسری رکعت کی طرف اٹھتے) تو رفع یدین کرتے تھے... (ابوداؤد ص:۱۱۶، ج:۱)

امام بخاریؒ نے مستقل ایک باب قائم کیا ہے

"بَابُ رَفْعِ الْیَدَیْنِ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ"

دو رکعتوں سے (تیسری رکعت کی طرف) اٹھتے وقت رفع یدین کا باب۔

پھر اس باب کے تحت حضرت عمرؓ کی حدیث لائے ہیں کہ ابن عمر جب تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ (بخاری ص:۱۰۲، ج:۱)

ایک اور روایت سنیے جسکے راوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز کی ہر تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے (مسند احمد)

یہ سب روایات اور احادیث ملتی ہیں مگر آج کوئی شخص بھی ان جگہوں پر رفع یدین کا قائل نہیں اور مجتہد ائمہ حضرات نے دوسری معتبر احادیث کو دیکھ کر اسے ابتدائی دور پر

محمول کیا ہے جو بعد میں منسوخ اور متروک ہوگیا۔

اسی طرح رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے والا رفع یدین بھی احناف اور مالکیہ فقہاء کی تحقیق کے مطابق اور ان معتبر احادیث کو دیکھ کر جو میں بیان کر چکا ہوں متروک اور منسوخ سمجھا جائے گا۔

رکوع | قرات سے فارغ ہونے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جانا ہے قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا (حج ۷۷)

اے ایمان والو رکوع کرو۔

پوری نماز کی حقیقت اور روح یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی کبریائی، بڑائی، عظمت ،جلال کا اقرار اور اظہار ہو اور اپنی انکساری، عاجزی، بندگی اور تواضع کا اعتراف ہو۔

رکوع میں جھک جانا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اقرار ہے اور اپنی بندگی کا اظہار ہے اسی بنا پر امام الانبیاء ﷺ نے رکوع اور سجود کو خوبصورت اور احسن طریقے سے ادا کرنے کا حکم دیا اور تاکید کی ...... ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ امام الانبیا ﷺ جب رکوع فرماتے تو نہ اپنے سر کو اونچا رکھتے اور نہ زیادہ جھکاتے بلکہ اس کے درمیان رکھتے۔ (مسلم ص:۱۹۴، ج:۱)

حضرت ابو حمید فرماتے ہیں کہ نبی کریم جب رکوع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ لیتے گویا کہ گھٹنوں کو پکڑے ہوئے ہیں۔ (ترمذی ص:۱/۳۵)

ایک صحابی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب رکوع کرتے تو آپؐ کی پیٹھ اتنی سیدھی اور برابر ہوتی کہ اس پر پانی بہایا جاتا تو وہ بھی ٹھہر جاتا۔

رکوع کرتے ہوئے نمازی کا سر پشت کے ساتھ برابر ہونا چاہیے ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ ہونی چاہیں اور رکوع میں نمازی کی نظر سجدے والی جگہ پر ہونی چاہیے۔

رکوع کی تسبیح رکوع میں کم از کم تین مرتبہ تسبیح (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم شریکوں سے پاک ہے میرا رب جو عظمت والا ہے) پڑھیے۔

یہ تین بار تسبیح پڑھنا ادنیٰ درجہ ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری (فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا (اِجْعَلُوْهَا فِیْ رُكُوْعِكُمْ) اسکو رکوع میں کہا کرو

اور جب یہ آیت اتری (فَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى) تو آپؐ نے فرمایا (اِجْعَلُوْهَا فِیْ سُجُوْدِكُمْ) اس کو سجدے میں پڑھا کرو۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”تم میں سے جب کوئی رکوع کرے تو رکوع میں (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم) تین مرتبہ کہے اسطرح اس کا رکوع مکمل ہو گیا اور یہ ادنیٰ درجہ ہے۔

امام الانبیاء ﷺ کا ایک ارشاد گرامی ہے کہ ”بد ترین چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے...... صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! نماز میں کیسے چوری کرتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا ”(لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا)

جو نماز کا رکوع وسجود پورا نہیں کرتا (وہ نماز کا چور ہے)

قومہ، تسبیح وتحمید رکوع مکمل ہو جائے تو نمازی کو چاہیے کہ:

(سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ) (اللہ نے سن لی بات اس شخص کی جس نے اس کی تعریف کی) کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے، تسلی واطمینان سے...... اس کو قومہ کہتے ہیں اور یہ واجب ہے۔ (فتح القدیر ص:۲۱۲/۱)

سیدنا ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ امام الانبیا ﷺ نے ایک شخص کو نماز سکھاتے ہوئے فرمایا (ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ) پھر تم رکوع کرو یہاں تک کہ پوری تسلی سے رکوع

کرنے والے ہو (ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَائِمًا) پھر رکوع سے اپنا سر اٹھاؤ یہاں تک کہ بالکل سیدھے کھڑے ہو پھر سجدے میں جاؤ۔

امام اعظم امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام رکوع سے اٹھتے ہوئے (سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ) کہے اور مقتدی (رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ) کہیں۔

حضرت ابو ہریرہ کی بیان کردہ حدیث امام اعظمؒ کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ فَاِنَّہٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُہٗ قَوْلَ الْمَلَآئِکَۃِ غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ (بخاری ۱/۱۰۹)

جب امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم اللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے ساتھ برابر ہوا تو اسکے اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

جو شخص اکیلے نماز پڑھ رہا ہے وہ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ بھی کہے اور رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ بھی کہے۔

سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ | اللہ رب العزت نے سن لی بات اس شخص کی جس نے اس کی حمد و تعریف کی...... نمازی ثنا بھی آہستہ پڑھ رہا ہے فاتحہ بھی آہستہ پڑھ رہا ہے پھر رکوع میں تسبیح بھی آہستہ پڑھ رہا ہے... مگر جو وہ السمیع ہے اس نے آہستہ آواز سے ہونے والی اپنی تعریف کو سنا اور خوب سنا:۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنی صفت اَلسَّمِیْعُ کا کئی جگہوں پر ذکر فرمایا کئی انبیاء کرام کی دعاؤں میں اور بزرگانِ دین کی دعاؤں میں اسی صفت کا تذکرہ ہوا، جد الانبیا حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعاؤں میں اس صفت کا ذکر

بڑے خوبصورت انداز میں ہوا۔

بیت اللہ کو تعمیر کرتے وقت دعا مانگتے ہوئے کہتے ہیں:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (بقرہ: ۱۲۷)

ہمارے پروردگار ہماری محنت قبول فرما بے شک تو ہی ہے سننے والا اور جاننے والا

سیدنا ابراہیم کی ایک دعا کا قرآن نے ذکر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ وَهَبَ لِىْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّىْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ

تمام صفات کارسازی اس اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل واسحاق عطا فرمائے ہیں کچھ شک نہیں کہ میرا پالنہار دعاؤں کا سننے والا ہے

مریم کی والدہ کی ایک دعا کا قرآن نے تذکرہ فرمایا ہے:

جب وہ امید سے ہوئیں کہا مولا! میرے پیٹ میں جو امانت ہے اسے تیرے گھر کے لئے وقف کرنے کی میں نذر مانتی ہوں... اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بے شک تو ہی ہے خوب سننے والا اور پوری طرح جاننے والا:

حضرت زکریاؑ بڑھاپے میں ایک بیٹے کیلئے اپنے پالنہار کے حضور درخواست کر رہے ہیں:

رَبِّ هَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ

(آل عمران ۳۸)

اے میرے پالنہار: مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔

امام الانبیاء ﷺ کی ایک بہت رقت آمیز دعا آپ کو سنانا چاہتا ہوں یہ دعا آپؐ نے عرفات کے میدان میں حجۃ الوداع کے موقع پر ۹ ذوالحجہ کو مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِي وَتَرَىٰ مَكَانِي وَ تَعْلَمُ سِرِّي وَ عَلَا نِيَتِيْ لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ اَمْرِيْ وَ اَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِي اَسْئَالُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنِ وَ اَتَبَهِلُ اِلَيْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ وَ اَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِرِ وَدُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهُ وَ فَا ضَتْ لَكَ عَبْرَتَهُ وَ ذَلَّ لَكَ جِسْمُهُ وَرَغِمَ لَكَ اَنْفُهُ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا وَكُنْ بِي رَؤُفًا رَّحِيْمًا يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَيَاخَيْرَ الْمُعْطِيْنَ۔ (البدایہ والنہایہ:۵/۱۲۷)

ترجمہ: اے میرے اللہ تو میری بات اور میرے کلام کو سنتا ہے اور میں جہاں اور جس حال میں ہوں تو اس کو دیکھتا ہے، میرے ظاہر اور باطن سے تو باخبر ہے میری کوئی بات اور میری کوئی حالت تجھ سے پوشیدہ نہیں... میں دکھی ہوں... محتاج ہوں... فریادی ہوں... پناہ کا طلب گار ہوں... لرزاں وترساں ہوں... اپنے گناہوں کا اقراری ہوں... تجھ سے مانگتا ہوں جیسے کوئی عاجز مسکین بندہ مانگتا ہے... تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں جیسے کمزور اور گنہ گار گڑگڑاتا ہے... اور تجھ سے دعا کرتا ہوں جیسے کوئی ڈرنے والا آفت زدہ فریاد کرتا ہے... مولا میں اس بندے کی طرح مانگتا ہوں جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہو اور آنسو بہ رہے ہوں اور جس کا بدن تیرے سامنے لاغر پڑا ہو... اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو اے میرے مولا! تو مجھے اس دعا مانگنے میں ناکام اور نامراد نہ کر... اور میرے حق میں بڑا مہربان اور شفیق ہو جا... اے ان سب سے بہتر و برتر، جن سے مانگنے والے مانگتے ہیں اور جو مانگنے والوں کو دیتے ہیں۔

اَلسَّمِیْعُ معبود کی شان

قرآنِ مجید نے اللہ رب العزت کی صفت اَلسَّمِیْعُ کا تذکرہ کثرت کے ساتھ کیا ہے... تقریباً پنتالیس مرتبہ اللہ رب العزت کی اس صفت کا ذکر ہوا... کہیں اس کے ساتھ اَلْعَلِیْم کا اضافہ فرمایا اور کہیں اَلْبَصِیْر کا قرآن نے اللہ رب العزت کی اس صفت اَلسَّمِیْعُ کا تذکرہ زیادہ کیوں کیا؟

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے الٰہ اور معبود ہونے پر یہ بڑی محکم، مضبوط اور بنیادی دلیل ہے...... کہ میری عبادت اس لیے کرو اور مصائب اور پریشانیوں میں... دکھوں اور تکالیف میں... خوشی اور غمی کے مواقع پر مجھے اس لیے پکارو کہ ہر ایک کی پکار کو سننے والا میں ہوں... اس لیے حضرت سیدنا ابراہیمؑ، سیدنا زکریاؑ اور والدۂ مریم کی دعاؤں میں آپ نے ابھی سنا کہ اسی صفت اَلسَّمِیْعُ کا تذکرہ ہوا۔

اور لطف کی بات ہی ہے قرآن نے جہاں کہیں غیر اللہ کو پکارنے سے... اور غیر اللہ کی پوجا پاٹ سے منع کیا ہے تو وہاں اسی بنیادی بات کا ذکر کیا ہے کہ وہ تمہاری پکاریں اور دعائیں سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اور جو پکار کو سن نہ سکے اسے پکارنے کا کیا فائدہ؟

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ (فاطر)

اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری دعاؤں کو سنتے ہی نہیں۔

ایک اور جگہ پر فرمایا: وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (احقاف:۵)

اور وہ (جن کو یہ مشرکین پکارتے ہیں) ان کی پکار سے غافل اور بے خبر ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا

اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ

یقیناً ہم تمہاری پوجا پاٹ سے غافل اور بے خبر تھے۔

آپ قرآن مجید مین حضرت سیدنا ابراہیم سے بیان، پیغام اور ان کی تقریروں کو

پڑھیں تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہوگی کہ انہوں نے غیر اللہ کی پوجا پاٹ سے منع کرتے ہوئے یہی دلیل دی ہے کہ وہ تمہاری پکاریں نہیں سنتے۔ اپنے بت پرست، بت گر اور بت فروش والد کے سامنے کھڑے ہیں اور تبلیغ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا (مریم: ۴۲)

بابا تم ان کی پوجا پاٹ کیوں کرتے ہو جو سنتے بھی نہیں اور دیکھتے بھی نہیں اور تمہارے کچھ کام بھی نہیں آسکتے۔

پھر قوم کو تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟

مردے نہیں سنتے یاد رکھیئے مرنے کے بعد کوئی بڑا ہو یا چھوٹا نبی ہو یا ولی، پیر ہو یا فقیر، شہید ہو یا امام مرنے کے بعد کوئی بھی ہو وہ دنیا والوں کا کلام، پیغام اور سلام سننے کی صلاحیت اور طاقت نہیں رکھتا۔ نہ قبر سے دور والوں کی ندا سنتا ہے اور نہ قبر کے اوپر کھڑے ہونے والوں کی پکار اور آواز سن سکتا ہے۔

قرآن نے واضح انداز میں بیان فرمایا

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ

بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ

اور آپ قبروں میں پڑے ہوؤں کو نہیں سنا سکتے۔

خود امام الانبیاء ﷺ اپنی زندگی میں حضرت سعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا حضرت سعد نے دروازے کے قریب آ کر آہستہ سے سلام کا جواب دیا تا کہ نبی کریم ﷺ جواب نہ سن سکیں۔ . . اور دوسری بار آپ کی

زبانِ مقدس سے میرے لئے اور میرے گھر والوں کے لئے سلامتی کی دعا نکلے ... آپؐ نے دوسری بار سلام کیا انہوں نے پھر آہستہ سے جواب دیا... آپؐ نے تیسری دفعہ سلام کیا... حضرت سعد نے پھر آہستہ سے جواب دیا آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ تین مرتبہ سلام فرماتے اگر جواب نہ آتا تو واپس تشریف لے جاتے ... حضرت سعد کے گھر سے سلام کا جواب نہ سن کر واپس تشریف لے جانے لگے تو سعد لپک کر آپؐ سے لپٹ گئے اور کہا یا رسول اللہ میں نے آپ کے سلام کا ہر مرتبہ جواب دیا ہے مگر ایسی آواز سے کہ آپ سن نہ سکیں اور آپؐ بار بار میرے لئے اور میرے گھر والوں کے لئے سلامتی کی دعا کرتے رہیں۔

سامعین گرامی قدر: ایک لحہ کے لئے یہاں ٹھہریئے اور اس حدیث پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے امام الانبیاء ہیں، واقعہ زندگی کا ہے... سوئے ہوئے بھی نہیں بلکہ حالت بیداری میں ہیں... حضرت سعد کے گھر کے دروازے پر تھے آپ دروازے کے باہر ہیں درمیان میں صرف گھر کے دروازے کا پردہ اور آڑ ہے، مگر نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سلام کو تین مرتبہ نہیں سنا اگر زندگی میں اور حالتِ بیدار ی میں ایک دروازے کی اوٹ میں آپؐ حضرت سعد کے سلام کو نہیں سن سکے تو بعد از وفات قبر میں جالی سے باہر کھڑے ہوئے امتی کے سلام کو کیسے سن سکتے ہیں؟

وہ روایت جو پیش کی جاتی ہے کہ جو میری قبر کے قریب کھڑے ہو کر درود پڑھے گا میں اسے خود سنوں گا۔ وہ من گھڑت اور موضوع روایت ہے اس میں ایک راوی محمد بن مروان سدی صغیر جھوٹا اور کذاب ہے، اس روایت کی دوسری کوئی سند نہیں ہے۔

ابن عبدالہادی نے الصارم المنکی میں لکھا ہے:

تَفَرَّدَ بِهٖ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَان وَ هُوَ كَذَّابٌ

اس روایت کو بیان کرنے میں محمد بن مروان تنہا اور اکیلا ہے اور وہ جھوٹا شخص ہے

اَلسَّمِیۡعُ کا مفہوم یاد رکھیے! بغیر وسائل، بغیر اسباب، بغیر کسی ذرائع کے اور بغیر آلات کے ہر ایک کی آواز کو سننے والا صرف اور صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے۔

کوئی بلند آواز سے پکارے یا آہستہ آواز سے، زبان ہلائے یا دل میں خیال لائے تہہ خانوں میں پکارے یا زمین کی سطح پر... یا فضاؤں میں پرواز کرتے ہوئے، سمندر کی تہہ میں پکارے... رات کے اندھیرے میں اور مچھلی کے پیٹ میں... جیل کی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں پکارے یا آگ کے الاؤ میں... یا بحر قلزم کے کنارے پر...... عرفات کے میدان میں پکارے یا کشتی میں بیٹھ کر... جنگل میں بیماریوں میں گھر کر پکارے یا تختِ شاہی پر بیٹھ کر... ہر ایک کی پکار کو برابر سننے والا صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے۔

ملاء اعلیٰ میں ہونے والی باتیں ہوں آسمان کی وسعتوں میں فرشتوں کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس ہو...... زمین کی پیٹھ پر اولاد آدم اور جنات کی سرگوشیاں ہوں...... بلوں میں حشرات الارض کے قدموں کی آہٹ ہو... جنگلات میں درندوں کی آواز ہو... فضاؤں میں پرندوں کے اُڑنے کی آواز ہو... سب آوازوں کو ہر وقت سننے والا صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے... وہی ہے جس نے آدمؑ کی صدا عرفات کے میدان میں سُنی... نوحؑ کی پکار کشتی میں سنی... ابراہیمؑ کی ندا جلتی ہوئی آگ میں سنی... اسماعیلؑ کی آواز چھری کے نیچے سنی... موسیٰؑ کی پکار بحر قلزم کے کنارے سنی... یوسفؑ کی آواز جیل کی تنگ و تاریک کوٹھری سے سنی... زکریاؑ کی بڑھاپے میں صدا سنی... روتے ہوئے یعقوبؑ کی صدائیں سنیں... صابر ایوبؑ کی ندا جنگل میں سنی... یونسؑ کی مچھلی کے پیٹ میں تین اندھیروں میں سنی... آمنہ کے لال کی پکاروں کو بدر کی وادیوں میں سنا... احد کی پہاڑیوں میں سنا... خندق کھودتے وقت کی صدائیں سنیں... خیبر کی قلعوں ہونے والی پکار کو سنا غار ثور میں ہونے والی

دعاؤں کوسنا...... ہاں ہاں وہی ہے جس نے مریم کی والدہ کی آواز کو امید کے دنوں میں سنا...... پھر خود مریم کی التجاؤں کوسنا...... اصحاب کہف کی درخواستوں کوسنا ... ذوالقرنین کی دعائیں سنیں ... حبیب نجار کی صدا کو سنا ... رجل مومن کی تمناؤں کوسنا ... خیبر میں حضرت علی کی پکار کوسنا ... کربلا میں سیدنا حسینؓ کی التجاؤں کوسنا ... ہاں ہاں وہی ہے جس نے سیدہ خولہ کی غمناک اور دکھ میں بھری ہوئی دعا اور پکار کوسنا ...

حضرت خولہؓ مشہور انصاری صحابی حضرت اوس بن صامتؓ کی زوجہ محترمہ تھیں حضرت اوسؓ بڑھاپے کی وجہ سے غصیل ہو گئے تھے اور مزاج میں تیزی اور چڑچڑاپن آ گیا تھا وہ کسی بات پر حضرت خولہ سے ناراض ہوئے اور اپنے غصے پر قابو نہ رکھ سکے اور خولہ سے کہا اَنْتَ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّی تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو ... اسے شریعت کی اصلاح میں "ظہار" کہتے ہیں جاہلیت کے زمانے میں ظہار کو طلاق سمجھا جاتا تھا اور ایسے الفاظ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اب میاں بیوی کا تعلق ختم ہو چکا اور ان کے درمیان قطعی جدائی ہو چکی۔

ایسے الفاظ کی ادائیگی کے بعد حضرت اوس بھی سخت پریشان ہوئے اور حضرت خولہ کی تو دنیا ہی اندھیر ہو گئی حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اپنے غم کی شکایت لیکر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر حاضر ہوئیں اور انتہائی غمگین لہجے میں کہا یا رسول اللہ! میرے خاوند نے مجھے ماں سے تشبیہ دی ہے۔ میری جوانی ڈھل چکی ہے بڑھاپا طاری ہو گیا ہے میرے پاس کوئی جائیداد بھی نہیں ہے، والدین بھی دوسری دنیا رخصت ہو چکے ہیں ... میری اپنی کمر جھک چکی ہے یا رسول اللہ کیا کوئی ایسی صوت ہے کہ ہم اس بڑھاپے میں ایک ساتھ زندگی گذار سکیں تا کہ ہم بھی اور ہماری اولاد بھی تباہی اور ہلاکت سے بچ جائے؟

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خولہ کی غم بھری داستان اور دردناک کہانی سن کر فرمایا خولہ قانون بنانا میرا منصب نہیں میں تو صرف قانون نافذ کرتا ہوں ! اللہ رب العزت کی طرف سے ابھی تک اس بارے میں کوئی حکم نہیں اترا اس لئے میں اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا!

سیدہ خولہ رضی اللہ عنہ کہنے لگی یارسول اللہ! میرے خاوند نے کوئی طلاق تو نہیں دی میرا گھر ویران ہو جائے گا، اولاد دربدر پریشان ہوگی۔۔۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خولہ کا تکرار اور جھگڑا کرنے کا انداز دیکھ کر فرمایا:

خولہ میرے سامنے کوئی درخواست نہ کرو بلکہ جس نے قانون بنانا ہے اس کے آگے زاری کرو اللہ رب العزت سے کہو وہ تیری پریشانی اور تیرے غم کا مداوا کرے!

اب حضرت خولہ نے رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی جانب اٹھائے اور اپنی فریاد اور درخواست اپنے مہربان مولا کے آگے پیش کرنے لگی:

قرآن کہتا ہے وَتَشْتَكِي إِلَى اللهِ خولہ نے اپنی شکایت اور اپنا مقدمہ اللہ رب العزت کی عدالت میں پیش کردیا اور کہنے لگی:

يَا مَنْ يَّرىٰ مَا فِي الضَّمِيْرِ وَيَسْمَعُ
اَنْتَ الْمُعِدُّ لِكُلِّ مَا يُتَوَقَّعُ

اے میرے اللہ مولا تو تو دلوں کے راز جانتا ہے اور ہر ایک کی پکار کو سنتا ہے جو بھی تجھ سے امیدیں وابستہ کرے تو اُس کی امیدیں پوری کرتا ہے! مولا! تیرے رسول نے بھی تیرا روزہ دکھا دیا ہے میں تنہا ہوں میں اپنی خستہ حالی بڑھاپے اور فاقے کا شکوہ تیرے مقدس دربار میں پیش کرتی ہوں مولا مجھ میں اور میرے خاوند میں جدائی ہوگئی تو ہمارے بچے برباد ہو جائیں گے مولا میری فریاد سن اور میرے حق میں اپنے نبی پر کوئی

حکم نازل فرما۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خولہ کی فریاد کرنے کا منظر اتنا دردناک تھا اور التجا کرنے کی حالت اتنی غمناک تھی کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور میں بھی اشکبار ہو گئے۔۔۔ ابھی خولہ کی دعا جاری تھی کہ امام الانبیاء ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہو گئی اُدھر خولہ رو رو کر دعا گو تھی۔۔۔ ادھر جبریل وحی لیکر اتر پڑے تھے تھوڑی دیر کے بعد وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے دمکتے چہرے سے فرمایا:

اَبْشِرِیْ یَا خَوْلَہ

خولہ مبارک ہو اللہ رب العزت نے تیرے بارے میں قرآن کی آیات نازل فرمادی ہیں اور جاہلیت کے دور کے قانون کو ختم فرمادیا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ

(مجادلہ ۱)

بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی اور اپنے اللہ کے آگے (اپنے رنج و پریشانی کا) شکوہ کر رہی تھی اللہ تم دونوں کی گفتگو (سوال و جواب) سن رہا تھا بے شک اللہ (سب کی باتیں) سننے والا اور (ہر ایک کو) دیکھنے والا ہے!

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سن کر فرمایا سبحان اللہ میں اللہ رب العزت کی سماعت کی وسعت پر قربان جاؤں خولہ کی التجا کی آواز میں نہیں سن رہی تھی مگر اللہ رب العزت نے عرش پر اسکی آواز کو سنا اور فوراً اس کی دعا کو قبول بھی فرمایا:

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اگر نمازی مقتدی ہے یا اکیلے نماز پڑھ رہا ہے تو اس نے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا ہے اے اللہ ہمارے رب تمام صفات الوہیت صرف تیرے

لئے ہیں (حمد پر گفتگو میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کے بیان میں تفصیلاً کر چکا ہوں) رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کے ساتھ درج ذیل کلمات بھی کہہ لے تو بہت ساری نیکیاں سمیٹ لے گا۔

حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ

تیرے لئے حمد ہے بہت پاکیزہ اور برکت والی!

سجدہ اب تکبیر کہتا ہوا سجدے میں چلا جائے پہلے گھٹنے زمین پر رکھے، پھر ہاتھ اور پھر ناک اور پیشانی زمین پر رکھ دے، نمازی کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے درمیان ہو اور انگلیاں ملی ہوئی قبلہ رو ہوں، دونوں پاؤں انگلیوں کے بل کھڑے ہوں اور پیروں کے انگلیوں کا رُخ بھی قبلہ کی طرف ہو، پیٹ زانوں سے الگ ہو اور بازو بغل سے جدا ہوں سجدے میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھنا چاہیے!

یہ ایک سجدہ ہو گیا اب اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اُٹھائے اور اطمینان سے بیٹھے اس بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں، اس بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں اسی طرح کھڑا رہے اور بائیں پاؤں کو زمین پر بچھا کر اُسی پر بیٹھ جائے اور جلسہ میں یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَ ارْفَعْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَعَافِنِیْ وَ اھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ...

اگر یہ دعا یاد نہ ہو یا اسے طویل سمجھ رہا ہے تو تین مرتبہ رَبِّ اغْفِرْلِیْ پڑھ لے۔

جلسہ استراحت ایک رکعت مکمل ہو چکی تو اب دوسری رکعت کیلئے اٹھنا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پنجوں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے جلسہ استراحت نہ کرے یعنی دوسرے سجدے سے فارغ ہونے کے بعد دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہونے سے پہلے چند سیکنڈوں کے لئے بیٹھ جائے پھر دوسری رکعت کیلئے اُٹھے، ایسا نہ کرے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

يَنْهَضُ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ (ترمذی ۳۸/۱)

نماز میں اپنے قدموں کے کناروں پر کھڑے ہو جاتے تھے! جن روایات میں جلسۂ استراحت کا تذکرہ ہے وہ عذر کی وجہ سے ہے۔۔۔ آخری عمر میں آپ کا وجود مبارک بھاری ہو گیا تھا اور آپ کمزور ہو گئے تھے ایسے حالات میں عذر کی بنا پر جلسۂ استراحت کیا ہوگا، ورنہ اصحاب رسول کا عمل بھی یہی تھا کہ دوسری اور چوتھی رکعت کے لئے جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے بلکہ پاؤں کے پنجوں کے سہارے کھڑے ہو جاتے تھے (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۴/۵)

یہ ایک رکعت مکمل ہوگئی دوسری رکعت میں ثناء نہیں پڑھنی تَعَوُّذ بھی نہیں پڑھنا بلکہ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر سورت الفاتحہ پڑھے اور کوئی سورت اس کے ساتھ ملائے۔۔۔۔۔ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملانے کی ضرورت نہیں سنتوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی سورت بھی ملانی چاہیے۔

(وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن)

پندرہویں تقریر

تشہُّد

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ (زمر۲)

بے شک ہم نے آپ کی طرف کتاب کو حق کے ساتھ اتارا پس آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اسی کے لئے عبادت کو خالص کرتے ہوئے

سامعین گرامی قدر! نمازی جب نماز کی دوسری رکعت کے دوسجدوں سے فارغ ہوجائے اور سجدہ سے سر اُٹھائے تو پھر قعدہ کرے ...... اگر نماز دو رکعت والی ہے تو یہ قعدہ اخیر ہے...... اور اگر نماز دو رکعت سے زیادہ رکعت والی ہے تو یہ قعدہ اولی ہے اور یہ واجب ہے اور اس میں التحیات (تشہد پڑھنا بھی واجب ہے)

قعدہ میں بیٹھنے کا طریقہ

قعدہ اولی اور قعدہ اخیرہ دونوں میں بیٹھنے کا وہی طریقہ ہے جو دوسجدوں میں بیٹھنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔

یعنی دایاں پاؤں کھڑا کردے اور بائیں پاؤں کو زمین پر بچھا کر اس پر بیٹھ جائے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا امام الانبیاء ﷺ کے التحیات میں بیٹھنے کا طر اور ہیئت اس طرح بیان کرتی ہیں:

کَانَ یَفْرِشُ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَیَنْصِبُ رِجْلَهُ الْیُمْنٰی

(مسلم ۱/۱۹۴ مشکوۃ ۵۷)

اپنے بائیں پاؤں کے بچھا دیتے تھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے!
حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے...... انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشہد میں بیٹھنے کا یہی طریقہ بتلایا ہے (ترمذی ۱/۶۵)
حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى وَ تُثْنِيَ الْيُسْرٰى (بخاری: ۱/۱۱۴)

بے شک نماز کی سنت یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھو اور بائیں پاؤں کو موڑ کر نیچے بچھا دو۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا

عَنِ الْاِقْعَاءِ وَالتَّوَرُّكِ فِي الصَّلٰوةِ (سنن کبریٰ بیہقی ۱/۱۲۰)

کہ نماز میں اقعاء اور تورک نہ کرو

تَوَرُّک کسے کہتے ہیں

غیر مقلدین علماء نے لکھا ہے کہ بایاں پاؤں نکال کر بائیں جانب کے کولہے پر بیٹھیں مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد صادق سیالکوٹی اپنی کتاب صلوۃ الرسول ص ۲۷۴ میں تحریر کرتے ہیں بائیں جانب کولہے پر بیٹھنا تورک کہلاتا ہے یہ سنت ہے ہر مسلمان کو آخری قعدہ میں ضرور تورک کرنا چاہیے!
آپ حضرات نے سن لیا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ یہی تھا کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا جائے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھا جائے ...... ابن عمرؓ اسی کو سنت کہہ رہے ہیں پھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے تورک سے منع فرمایا ہے...... مگر غیر مقلدین جو حدیثوں پر عمل کے دعویدار ہیں انہیں امام

الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول کے عمل سے ثابت مسنون طریقہ تو پسند نہیں ...... اور جس طرح بیٹھنے سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا وہ طریقہ ان کے ہاں پسندیدہ اور سنت ہے...... فیصلہ آپ خود فرمائیں کہ یہ حدیث اور سنت پر عمل ہے یا اس کی مخالفت ہے

تشہد | قعدہ اولیٰ ہو یا قعدہ اخیرہ...... دونوں قعدوں میں تشہد پڑھنا چاہئے

تشہد کے معنی ہیں گواہ ہونا...... چونکہ التحیات کے آخر میں توحید و رسالت کی شہادت بھی ہے اس لئے اسے تشہد کہتے ہیں... تشہد کے بارے میں احادیث کے اندر مختلف اصحابِ رسول کے حوالے سے مختلف الفاظ آئے ہیں...... ان میں سب سے بہتر اور مشہور وہ تشہد ہے جو سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے! جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں! جسے امام بخاری ۱/۱۲۶، مسلم ۱/۱۷۳ اور ترمذی ۶۸ نے نقل فرمایا:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

سب بدنی عبادتیں اور قولی عبادتیں اور مالی عبادتیں اللہ کیلئے ہیں۔ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں!

بعض علماء نے لکھا ہے اور اُن کا خیال ہے کہ اَلتَّحِیَّات کے یہ الفاظ وہی ہیں جو شب معراج میں اللہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مکالمے میں ادا ہوئے

انہی کو ہماری نماز کا حصہ بنا دیا گیا۔ (مکاتیب شیخ عبدالحق ۱۹۸)

میں آپ حضرات کے سامنے ان الفاظ کی وضاحت اور تشریح کرنا چاہتا ہوں ...... اللہ رب العزت مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے!

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ شب معراج میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حضور تین تحفے پیش کئے ...... اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ کا معنی ہے تمام قولی عبادتیں اللہ کیلئے ہیں (فتح الباری ۲/۴۵۷)

یعنی جس عبادت کا تعلق انسان کے قول اور زبان کے ساتھ ہے ...... جسے عربی میں دعا کہتے ہیں ...... اردو میں پکار کہتے ہیں ...... مصائب اور مشکلات میں گھر کر ...... دکھوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہو کر غائبانہ اس عقیدے سے پکارنا کہ وہ میری پکار اور التجا کو سن رہا ہے ...... اسے قولی عبادت کہتے ہیں ...... اور یہ عبادت کی سب سے اعلیٰ قسم ہے ...... بلکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عبادت قرار دیا ہے ...... ارشاد ہوا: اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃِ ...... پکارنا ہی عبادت ہے ...... پھر فرمایا اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ ...... پکارنا عبادت کا مغز اور نچوڑ ہے ...... سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَلدُّعَاءُ اَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ ...... پکارنا عبادت کی سب سے افضل قسم ہے!

قرآن مجید نے بھی اس حقیقت کو بیان فرمایا کہ عبادۃ اور پکار ایک چیز ہے ...... سورۃ المومن آیۃ ۶۰ میں ارشاد ہوا:

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ......

اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کرتا ہوں

آگے فرمایا ......

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ

جو لوگ میری عبادت سے اعراض کرتے ہیں وہ یقیناً ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے۔

ذرا غور فرمائیے...... سورۃ المومن کی آیۃ ۶۰ کے پہلے حصے میں پکار کا ذکر ہے ...... اُدْعُوْنِیْ ...... مجھے پکارو...... اور آیت کے آخری حصے میں اسی کو عبادت سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا......

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ......

جو لوگ میری عبادت سے اعراض کرتے ہیں......

اس سے یہ بات ثابت اور واضح ہوئی کہ مصائب و مشکلات میں گھر کر غائبانہ اس نظریئے اور اس عقیدے سے پکارنا کہ وہ میری پکار کو سن رہا ہے، یہ عبادت ہے اور عبادت صرف اور صرف اللہ رب العزت ہی کی ہونی چاہئے! غیر اللہ کی عبادت صریح شرک اور قبیح کفر ہے! اسی لئے قرآن نے بڑی تاکید کے ساتھ اولاد آدم کو تلقین کی کہ پکار صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ہونی چاہئے۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

(البقرہ ۱۸۶)

اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں (کہ ہمارا رب دور ہے یا نزدیک؟ دور ہے تو زور سے پکاریں اور قریب ہے تو آہستہ آواز سے پکاریں) فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ...... پس مین قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں!

سورۃ نحل آیۃ ۶۲ میں ارشاد فرمایا:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ

بھلا بے کس شخص کی پکار کو جب وہ پکارے کون قبول کر کے تکلیف کو دور کر دیتا ہے

سورۃ الاعراف آیۃ ۱۸۰ میں ارشاد باری ہے

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

اور اچھے نام (صفات) اللہ کے لیۓ ہیں (جیسے الرحمان، الرحیم، الوہاب، النافع، الضار، المعطی، المانع، القادر، القدیر، العزیز، الغالب، السمیع، العلیم، البصیر، الخبیر)

پس اللہ کو ان ناموں کے ساتھ پکارو

علامہ آلوسیؒ اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں

بِاَسْمَاءِ اللّٰهِ لَا بِاَسْمَآءِ الْاَمْوَات ......

اللہ کو اس کے ناموں کے وسیلے سے پکارو...... نہ کہ مردوں کے ناموں کے وسیلے سے۔

سورۃ بنی اسرائیل آیۃ ۱۱۰ میں اللہ رب العزت فرماتا ہے!

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (میرے پیغمبر) کہہ دیجئے اللہ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر جس نام سے بھی پکارو تمام اچھے نام (صفات) اُسی کے ہیں!

سورۃ الجن کی آیۃ ۲۰ میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ اعلان کریں

اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّىْ وَلَا اُشْرِكُ بِهٖ اَحَدًا

میں تو اپنے پالنہار ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا!

اسی سورۃ الجن کی آیۃ ۱۸ میں کہا گیا

وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا

بے شک مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

مسجد میرا گھر ہے...... میرے گھر میں آواز لگانی ہے اور پکار کرنی ہے تو

صرف میری کرنی ہے...... ذرا دیکھنا! تیرے گھر کے باہر کوئی شخص تیرے نام کے علاوہ کسی اور کو آواز دیتا ہے...... تو باہر نکل کر کہتا ہے او میاں! یہ میرا گھر ہے...... یہاں آواز لگانی ہے تو میرے نام کی لگا...... گھر تیرا ہو اور آواز کسی اور کے نام کی ہو...... یہ تجھے برداشت نہیں...... اسی طرح اللہ نے فرمایا مسجدیں میرا گھر ہیں...... میرے گھر میں پکار ہوگی تو صرف میرے نام کی ہوگی۔

مگر آج نادان لوگ مسجدوں کے فرنٹ پر ایسے عبارتیں لکھتے ہیں اور ایسے کتبے آویزاں کرتے ہیں جن میں غیر اللہ سے استغاثہ بھی ہوتا ہے اور غیر اللہ کی پکار بھی ہوتی ہے! آپ پڑھتے ہونگے اکثر مساجد میں اس طرح کے کتبے آویزاں ہوتے ہیں!

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْ حَالَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا

اے اللہ کے رسول ہماری حالت کو دیکھئے اور ہماری پکار کو سنیے!

حالانکہ اَلسَّمِیْع اور اَلْبَصِیْر اور اَلْخَبِیْر اور اَلْعَلِیْم ذات ہے تو صرف اللہ رب العزت کی ہے!

کئی مساجد کے ماتھے پر تحریر ہوتا ہے:

یَاشَیْخ عَبْدُ الْقَادِرِ جِیْلَانِی شَیْئًا لِلّٰهِ

اے شیخ عبدالقادر جیلانی اللہ کے واسطے عطا کر!

آپ حضرات قرآن مجید پڑھیں اور بغور پڑھیں...... ڈوب کر پڑھیں اور تدبر و فکر سے پڑھیں! قرآن نے انبیاء کرام کے واقعات کو ذکر فرمایا ہے...... اور یہ بتلایا ہے کہ انبیاء کرام نے مصائب میں گھر کر پریشانیوں میں مبتلا ہو کر صرف اور صرف اللہ ہی کو پکارا ہے...... اور بغیر کسی واسطے، وسیلے اور طفیل اور صدقے کے براہ راست پکارا ہے... میرے پاس وقت نہیں کہ میں تفصیل میں جاؤں آپ بتائیں ہمارے بابا آدمؑ نے عرفات کے میدان میں اپنی لغزش کی معافی کے لئے کس کو پکارا؟

دیکھیے سورۃ اعراف آیۃ ۲۳

ذرا بتلایئے تو سہی سیدنا نوحؑ نے طوفانوں میں گھر کر کشتی کا ملاح بنتے ہوئے کس کو پکارا؟ دیکھیے سورۃ ھود آیۃ ۴۱

حضرت ایوب علیہ السلام نے شدید ترین بیماری میں مبتلا ہو کر کس کو آواز لگائی ؟ دیکھیے سورۃ الانبیاء آیۃ ۸۳

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بحر قلزم کے کنارے جب سامنے دریا کی موجیں تھیں اور پیچھے فرعون کی فوجیں تھیں مشکل کی اس گھڑی میں کس کو پکارا؟ دیکھیے سورۃ شعراء آیۃ ۶۲

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف کی خبر ن کو کس کو پکارا؟ دیکھیے سورۃ یوسف آیۃ ۱۸...... حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں...... تین اندھیروں میں... دکھ کی گھڑیوں میں کس کو صدا لگائی ؟ دیکھیے سورۃ انبیاء آیۃ (۸۷) ...... حضرت زکریا علیہ السلام نے بڑھاپے میں...... طاقتیں اور قوتیں مفقود ہو جانے کے بعد...... بیٹا لینے کے لئے کس کو پکارا؟ دیکھیے سورۃ الانبیاء آیۃ (۸۹) سورۃ مریم آیۃ (۲)...... سیدنا یوسف علیہ السلام نے زلیخا اور اس کی سہیلیوں کی چالوں سے بچنے کے لئے کس کو پکارا؟...... خود امام الانبیاء ﷺ نے غارِ ثور میں...... جب دشمن غار کے منہ پر آگئے تھے...... مشکل کی اس گھڑی میں کس کو پکارا؟...... ذرا قرآن پڑھیے تو سہی...... سورۃ توبہ کی آیۃ ۴۰ کھولیئے تو سہی ...... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے ہیں...... لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا...... غم نہ کر...... تم کیا سمجھ رہے ہو کہ غار میں تم اور میں دو آدمی موجود ہیں نہیں ہمارا اللہ بھی ہمارے ساتھ ہے!

سامعین گرامی قدر! میں بیان یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ نمازی تشہد میں پڑھتا ہے اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ ...... اس کا معنی ہے میری زبانی عبادتیں ...... میری قولی

عبادتیں ...... میری لسانی عبادتیں ...... یعنی جن عبادات کا تعلق میری زبان سے ہے ...... مثلاً وظیفے پڑھنا، غائبانہ مدد کے لئے پکارنا ...... یہ عبادت میں صرف اور صرف تیرے لئے کرونگا۔

وَالصَّلَوَاتُ تمام بدنی اور جسمانی عبادتیں بھی صرف اور صرف اللہ رب العزت کے لئے ہیں! یعنی جن عبادات کا تعلق انسان کے جسم اور بدن کے ساتھ ہے مثلاً نماز میں قیام کرنا، رکوع کرنا، سجدہ کرنا، دوزانو اَلتَّحِیَّات میں بیٹھنا، بیت اللہ کا طواف کرنا، ملتزم کے ساتھ چمٹنا، حجر اسود کو بوسہ دینا، مسجد میں اعتکاف بیٹھنا، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا ... یہ تمام عبادتیں صرف اور صرف اللہ ہی کے لئے ہونی چاہئیں!

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس کی تاکید فرمائی ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ (حج ۷۷)

اے ایمان والو رکوع اور سجدہ کرتے رہو اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو

ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا۔

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ

(حٰم السجدہ ۳۷)

تم سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان سب کو پیدا فرمایا ہے!

هُدْهُدْ کی تقریر (سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دربار میں) ...... حضرت سلیمان کی تفتیش فرمانے پر ہدہد نے ایک تقریر کی ...... توحید سے لبریز اور دلائل سے مزین تقریر ...... بڑی خوبصورت اور حسین تقریر ...... کہنے لگا

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

میں نے ملکہ بلقیس کو دیکھا اور میں نے اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ کے علاوہ سورج کا سجدہ کرتے ہیں۔

اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (نمل ۲۵)

وہ اس اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ اور چھپی ہوئی چیزوں کو باہر نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ سب کو جانتا ہے!

ہدہد اللہ رب العزت کی دو صفتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد (کہ مختار کل بھی اللہ ہے اور عالم الغیب بھی اللہ ہے) نتیجہ نکالتا ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں وہی عظمت والے عرش کا مالک ہے!

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی منع فرمایا اللہ کے سوا کسی کے سامنے جھکنے اور سجدہ ریز ہونے سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سختی کے ساتھ روکا اور منع فرمایا! ایک موقع پر فرمایا:

اللہ کے سوا کسی اور کا سجدہ جائز ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کا سجدہ کرے...... ایک اور موقع پر ارشاد ہوا:

اَلَا وَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْ یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِهِمْ وَصَالِحِیْهِمْ مَسَاجِدًا اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوْا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْهَاکُمْ عَنْ ذَالِكَ (مسلم، مشکوۃ ٦١)

سنو اور غور سے سنو تم سے پہلے لوگوں نے اپنے اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا سنو تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تمہیں اس بات

سے منع کر کے جارہا ہوں!

آپؐ نے اپنے انتقال سے پہلے بڑے سخت لہجے میں فرمایا

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدًا

اللہ کی لعنت ہو یہودیوں پر اور نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا

یا مَسَاجِدًا کا معنی یوں کرلو...... جنہوں نے اپنے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا...... یعنی جو کام مسجدوں کے ساتھ یا مسجدوں میں کرنے چاہیں تھے انہوں نے وہ کام انبیاء کرام کی قبروں پر کئے...... مثلاً

پختہ اور چونا گچ بنانا تھا مسجدوں کو...... مگر انہوں نے چونا گچ اور پختہ بنایا انبیاء کرام کی قبروں اور مزاروں کو...... قمقمے اور چراغ اور دیئے جلانے تھے مسجدوں میں مگر انہوں نے چراغ روشن کئے انبیاء کی قبروں کے سرہانے...... غلاف چڑھانا تھا بیت اللہ پر...... مگر انہوں نے چادریں اور پھولوں کی چادریں چڑھائیں انبیاء کی قبروں پر...... چومنا تھا بیت اللہ کی کوکھ میں لگے ہوئے حجر اسود کو...... اور سینہ چمٹانا تھا ملتزم کے ساتھ...... مگر انہوں نے بوسے دیئے قبروں کی جالیوں کو اور سینے چمٹائے انبیاء کی قبروں کی دیواروں کے ساتھ...... اعتکاف بیٹھنا تھا مسجدوں میں ...... انہوں نے مجاورت کی انبیاء کی قبروں پر...... طواف کرنا تھا بیت اللہ کا...... مگر انہوں نے پھیرے دیئے انبیاء کرام کی قبروں کے! یہ ہے انبیاء کرام کی قبروں اور مزاروں کو مسجد بنالینا۔

یہاں میں دو باتیں...... بڑی دل لگتی باتیں کہنا چاہتا ہوں ذرا سوچئے تو سہی ...... وہ انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیں تو رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ کی زبان مقدس سے ملعون کہلوائیں...... اور آج بابا شاہ جمال، نوٹاں والی سرکار، کاواں والی سرکار کی

قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والے کل حوض کوثر پر رحمۃ للعالمین ؐ کا سامنا کس طرح کریں گے؟

دوسری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے کچھ دوست کہتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے مشرکین...... بت پرست تھے اور وہ بتوں کی عبادت و پکار کیا کرتے تھے...... اور قرآن مجید میں جتنی آیات اس مضمون کی ہیں کہ اللہ کے علاوہ جن جن کو تم پکارتے ہو وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں...... لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ...... وہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں...... مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے اوپر چڑھے ہوئے پردے کے مالک بھی نہیں ہیں...... وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے...... مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ مکھی سے اپنا نقصان بھی واپس نہیں لے سکتے...... وہ تمہاری پکاریں سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے...... وہ تمہاری پکاروں کا جواب نہیں دے سکتے۔

ہمارے کچھ مہربان کہتے ہیں کہ ان آیات میں ''بتوں'' کا تذکرہ ہے اور اُس زمانے کے لوگ بت پوجتے تھے...... وہ بت پرست تھے...... یہ آیتیں ہم پر فٹ نہیں ہوتیں اس لئے کہ ہم تو خیر سے بزرگوں کی پکار کرتے ہیں...... اور اشاعت التوحید والوں کی زیادتی ہے کہ وہ بتوں والی آیات ہم پر چسپاں کر رہے ہیں۔

میں اُن مہربانوں سے بصد ادب و احترام کہنا چاہتا ہوں کہ میں تمہاری بات تسلیم کروں یا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانوں؟ تم کہتے ہو اس زمانے کے مشرکین بُت پرست تھے...... وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اس لئے ملعون ہیں کہ وہ اپنے اپنے نبیوں کی قبروں پر سجدے کرتے تھے اور وہ لوگ انبیاء کرام کی قبریں پوجتے تھے۔

سامعین گرامی قدر! میں فیصلہ آپ پر چھوڑ دیتا ہوں...... آپ میں سے جس

کا دل چاہے وہ آج کے اس مذہبی راہنما کی بات کو مان لے کہ اُس زمانے کے مشرکین بے جان بتوں کی پرستش کرتے تھے اور جس کا دل چاہے وہ آمنہ کے لعل صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو تسلیم کرے کہ اُس زمانے اور اُس دور کے مشرکین (یہود و نصاریٰ) اپنے اپنے نبیوں کی قبروں کو پوجتے تھے اور ان پر سجدہ ریزیاں کرتے تھے!

فقہاء کے اقوال

قرآن و حدیث ... اور شریعت محمدیہ میں واضح طور پر یہ حکم موجود ہے کہ سجدہ صرف اور صرف اللہ رب العزت ہی کے لئے ہونا چاہئے ...... اللہ رب العزت کے علاوہ کسی اور کیلئے سجدہ ...... کسی بھی حالت میں جائز اور روا نہیں ہے ...... بلکہ حرام اور شرک ہے قرآن و سنت کی تصریح اور وضاحت کے بعد مزید کسی حوالے کی ضرورت تو باقی نہیں رہتی ...... مگر آپ حضرات کی تشفی اور تسلی کے لئے کہنا چاہتا ہوں کہ تمام فقہاء (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) اس بات پر متفق ہیں کہ سجدہ کا حق صرف اور صرف اللہ رب العزت کا ہے۔

فقہ حنفی کی تقریباً تمام کتب نے لکھا ...... فتاویٰ قاضی خان اُٹھائیے، کبیری اٹھائیے، در مختار اٹھائیے، شرح فقہ اکبر اُٹھائیے، بحر الرائق اٹھائیے، عالمگیری اٹھائیے ...... یہ سب نے لکھا ہے وَالسَّجْدَةُ حَرَامٌ لِغَيْرِ اللهِ ...... غیر اللہ کے لئے سجدہ حرام ہے ...... پھر لکھا ہے لَوْ سَجَدَ لِغَيْرِ اللهِ كفر ...... غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا ... در مختار نے تو یہاں تک کہا کہ: حَتّٰى لَوْ سَجَدَ الْكَعْبَةَ نَفْسَهَا كَفَرَ

یہاں تک کہ اگر نفسِ کعبہ کو سجدہ کیا تو پھر بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ کعبہ کی جانب صرف رُخ کرنا ہے سجدہ کعبہ کو نہیں کعبہ کے رب کو کرنا ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنی شہرہ آفاق تصنیف غنیۃ الطالبین ص: ۴۴ پر بڑی سخت بات تحریر فرمائی ہے اور بڑا زبردست فتویٰ لگایا ہے کہتے ہیں:

وَاِذَا زَارَ قَبْرًا لَا يَضَعُ يَدَهٗ عَلَيْهِ وَلَا يُقَبِّلُهٗ فَاِنَّهٗ عَادَةُ الْيَهُوْدِ
جب کسی قبر پر جائے تو قبر کو چھوئے بھی نہیں اور قبر کو بوسہ بھی نہ دے کیونکہ تعظیم کے نظریئے سے قبر کو چھونا اور قبر کو چومنا یہ یہودیوں کا طریقہ ہے!

میں یہاں ایک بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں بعض لوگ سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ سجدہ تو تب بنتا ہے جب سجدہ کرنے والا تسبیح بھی پڑھے یعنی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی بھی پڑھے...... ہم بزرگوں کے مزاروں پر اور آستانوں پر صرف سر جھکاتے ہیں...... ماتھا زمین پر ٹیکتے ہیں مگر سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی تو نہیں پڑھتے اس لئے یہ سجدہ نہیں بنتا!

یاد رکھیے! سجدہ نام ہے ماتھے کا زمین پر رکھ دینا! چاہئے اس میں تسبیح پڑھی جائے یا تسبیح نہ پڑھی جائے...... سجدہ میں تسبیح کا پڑھنا فقط سنت ہے...... فرض یا واجب نہیں ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی...... امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے برادر سجدہ کہ عبارت از جبین بر زمین نہادن است (مکتوبات ۲/۹۲)

اے بھائی سجدہ نام ہے ماتھے کا زمین پر رکھ دینے کا!

وَالطَّیِّبَاتُ سب مالی عبادتیں بھی اللہ کیلئے ہیں مالی عبادت وہ ہے جس کا تعلق انسان کے مال سے ہے مثلاً زکوۃ اور عشر اور فطرانہ ادا کرنا...... صدقہ اور قربانی...... نذر و نیاز دینا...... منت ماننا کہ میرا مریض تندرست ہو گیا یا مجھے مقدمہ سے رہائی مل گئی تو اللہ کے نام پر فلاں چیز دوں گا...... یا اللہ کے نام کی دیگ اتاروں گا...... یا مسجد تعمیر کرونگا...... یہ منت کا ماننا عبادت ہے، مالی عبادت کیونکہ منت ماننے والے کا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ جس کے نام کی منت مان رہا ہوں وہ میرے حالات سے واقف اور باخبر ہے اور مجھے نفع و نقصان پہنچانے پر قدرت اور

اختیار رکھتا ہے اس عقیدے اور اس نظریئے کے ساتھ اگر اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام کی منت مانے گا تو یہ شرک ہوگا اور یہ غیر اللہ کی عبادت ہوگی۔

یاد رکھئے! نذر اور نیاز مخلوق میں سے کسی کا بھی حق نہیں ہے بلکہ نذر و نیاز صرف اور صرف اللہ رب العزت ہی کے لئے ہونی چاہئے!

حضرت سیدہ مریم علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے امید سے ہونے کے بعد اللہ کے دربار میں عرض کیا۔

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَافِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا (آل عمران ۳۵)

اے میرے پالنہار بے شک میں نے نذر مانی ہے تیرے لئے کہ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے وہ تیرے (گھر کی خدمت کے لئے) آزاد ہے۔

سامعین گرامی قدر! ہر قسم کے مذہبی تعصب کو دماغ سے نکال کر میری گفتگو سنیئے گا...... اور دل کی تختی پر یہ بات لکھ لیجئے گا کہ نذر اور نیاز عبادت ہے...... مالی عبادت کیونکہ نذر ماننے والے کا اور نیاز دینے والے کا عقیدہ اور نظریہ...... یہ ہوتا ہے کہ جس کے نام پر نذر و نیاز دے رہا ہوں وہ عالم الغیب ہے...... وہ میرے حالات سے واقف اور باخبر ہے اگر اس کے نام کی نذر و نیار دونگا تو وہ خوش ہوگا اور میرے مال و اولاد میں اور کاروبار میں برکت عطا کرے گا اور اگر اُس کے نام کی نذر و نیاز نہیں دونگا تو وہ ناراض ہو جائے گا اور گھر میں بے برکتی ہو جائے گی...... بھینسوں کے تھنوں سے دودھ کی بجائے خون آنے لگے گا۔

اس عقیدے نے اور اس نظریئے نے نذر و نیاز کو عبادت بنا دیا...... اگر نذر و نیاز اللہ کے نام کی دی جائے تو وہ اللہ کی عبادت بن جائے گی...... اور اگر اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام کی دی جائے گی تو وہ اس کی عبادت بن کر شرک کے زمرے میں آجائے گی!

فقہ حنفی کی کتب میں یہ عبارت دیکھی جا سکتی ہے کہ:

اَلنَّذْرُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لِغَیْرِاللّٰهِ شِرْكٌ صَرِیْحٌ وَکُفْرٌ قَبِیْحٌ

نذر عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت واضح شرک اور کفر قبیح ہے۔

خلاصہ الفتاوی ۴/ ۳۷۸ میں آیا کہ:

اَلنَّذْرُ لِغَیْرِ اللّٰهِ حَرَامٌ لِاَنَّهٗ مِنْ اَنْوَاعِ الْکُفْرِ لِاَنَّ هٰذَا عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لِغَیْرِاللّٰهِ کُفْرٌ

غیر اللہ کے نام کی نذر حرام ہے کیونکہ یہ کفر کے قبیلے سے ہے اس لئے کہ نذر عبادۃ ہے اور غیر اللہ کی عبادت کفر ہے!

بحرالرائق نے لکھا ہے

وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوْقِ لَایَجُوْزُ لِاَنَّهٗ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَکُوْنُ لِلْمَخْلُوْقِ۔

مخلوق میں سے کسی کی نذر دینا جائز نہیں ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لئے نہیں ہوتی (بلکہ خالق ہی کا حق ہے)

غیر اللہ کی نیاز عقل کے بھی خلاف ہے

غیر اللہ کی نذر و نیاز ...

... قرآن و سنت شریعت محمدیہ اور فقہ حنفیہ کے خلاف تو ہے ہی...... اگر انسان سوچے اور غور کرے تو یہ بات سمجھ آتی ہے کہ غیر اللہ کی نذر و نیاز انسانی عقل کے بھی خلاف ہے اس لئے کہ نذر و نیاز اس کے نام کی ہونی چاہئے جو ہر ہر چیز کا بنانے والا اور پیدا کرنے والا ہے...... جو ہر شیٔ کا مالک و مختار ہے جب ہر مخلوق کا پیدا کرنے والا صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے...... جب ہر شیٔ کا بنانے والا وہی ہے ...... جب رزاق اور مالک اور مختار صرف اور صرف وہی ہے تو پھر نذر و نیاز بھی اسی کے نام کی ہونی چاہئے!

لوگو! جب اندھیری زمین کا سینہ چیر کردانے کو باہر لانے والا وہی ہے ...... پھر ایک دانے کو سات سو دانوں میں بدلنے والا وہی ہے...... پیاسی زمین کی رمزیں سمجھ کر بادل کا ہانک کر لانے والا اور پیاسی زمین کی پیاس بجھانے والا وہی ہے...... زمین کا سینہ چیر کر دریا، سمندر، نہریں، ندیاں اور نالے بہانے والا وہی ہے...... چلتے ہوئے پانی پر زمین کو بچھانے والا وہی ہے اور حرکت کرتے ہوئی زمین پر پہاڑوں کی میخیں ٹھونکنے والا وہی ہے...... زمین کی فصلوں کو آفتاب کی آتشیں کرنوں کے ذریعے پکانے والا وہی ہے...... طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کے پھل پیدا کرنے والا وہی ہے...... جب جانوروں کو پیدا کرنے والا وہی ہے...... جب جانوروں کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان سے صاف، شفاف اور صحت افزاء دودھ عطا کرنے والا وہی ہے...... تو پھر عقل کا تقاضا اور مطالبہ یہ ہے کہ جس کا کھائیے اُسی کا گائیے...... پھر مال ودولت میں سے اور جانوروں اور جانوروں کے دودھ میں سے نذر ونیاز اور حصہ بھی اسی کے نام کا نکالنا چاہئے!

اللہ کے سوا جتنی بھی مخلوق ہے...... چاہے انبیاء ہوں یا اولیاء...... چاہے فرشتے ہوں یا جنات...... عرشی ہوں یا فرشی...... وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور انہوں نے کائنات کا ایک ذرہ بھی نہیں بنایا، سورۃ نحل میں ارشاد ہوا:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۔

(نحل ۲۰۔۲۱)

اور جن جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں وہ مردے ہیں زندہ نہیں انہیں اتنا بھی پتہ نہیں

کہ وہ (قبروں سے) کب اٹھائے جائیں گے۔

سورۃ الحج میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ (حج ۷۳)

اللہ کے سوا جن جن کو تم پکار رہے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے اگر چہ وہ سب جمع ہو جائیں! قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ رب العزت نے چیلنج کے طور پر فرمایا

ھٰذَا خَلْقُ اللّٰہِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ (لقمان ۱۱)

یہ تو ہو گئی میری مخلوق (سورۃ لقمان کی آیت ۱۰ میں اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق اور اپنی کاریگری کا تذکرہ فرمایا) آیت ۱۱ میں فرمایا یہ چیزیں تو میں نے بنائی ہیں اب تم مجھے دکھاؤ کہ میرے سوا جن جن کو مدد کے لئے تم پکارتے ہو انہوں نے کون سی چیز بنائی ہے (یعنی انہوں نے کچھ بھی نہیں بنایا) جب سب کچھ پیدا کرنے والا صرف اور صرف میں ہوں...... ہر ہر چیز کو بنانے اور سنوارنے والا صرف اور صرف میں ہوں...... تو پھر اپنے مال و دولت میں سے...... غلے اور اناج میں سے...... دودھ اور جانوروں میں سے بطور نذر و نیاز حصہ بھی اسی کے نام کا نکالنا چاہیے اور میرے سوا جن جن کو تم مدد کے لئے غائبانہ پکارتے ہو...... اور جن جن کے نام کی ماہانہ اور سالانہ نیازیں دیتے ہو... اور اپنے مال میں سے اُن کے نام کے حصے نکالتے ہو انہوں نے زمین و آسمان میں ایک ذرہ اور تنکا بھی نہیں بنایا...... تو پھر اُن کے نام پر مال و دولت کو تقسیم کرنا...... اُن کے نام پر جانور وقف کرنا اور دودھ تقسیم کرنا انسانی عقل کے بھی خلاف ہے!

آگے بڑھنے سے پہلے ان تین الفاظ کا لفظی ترجمہ ایک مرتبہ پھر کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ حضرات کے ذہن نشین ہو جائے...... آپ تمام حضرات میرے ساتھ ان

الفاظ کو بھی دہرائیں اور ان کے ترجمے کو بھی دہرائیں۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ........ تمام زبانی عبادتیں خاص ہیں اللہ کے لئے

وَالصَّلَوَاتُ........ تمام بدنی عبادتیں خاص ہیں اللہ کے لئے

وَالطَّيِّبَاتُ........ تمام مالی عبادتیں خاص ہیں اللہ کے لئے!

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ

اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں اور ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی سلام ہو

سامعین گرامی قدر! تشہد میں بیٹھ کر ہر نمازی اپنے اللہ رب العزت کے حضور عہد و اقرار کرتا ہے کہ مولا! میری زبانی عبادتیں...... اور میری تمام تر بدنی اور جسمانی عبادتیں...... اور میری سب کی سب مالی عبادتیں صرف اور صرف تیرے لئے ہونگی اس عہد و اقرار کے بعد ہر نمازی...... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سلامتی و رحمت اور برکت کی دعا مانگتا ہے ...... قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کے برگزیدہ اور نیک بندوں کے لئے سلامتی کی دعا کریں...... قیامت کے دن بھی فرشتے...... مومنین سے کہیں گے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ خود اللہ رب العزت بھی جنتیوں کو سلام کے مبارک اور پیارے خطاب سے نوازیں گے اسی تعلیم کے تحت نمازی کو حکم دیا گیا کہ اللہ رب العزت کے حضور اپنی وفاداری کا عہد اور اقرار کرنے کے بعد سب سے پہلے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سلامتی، رحمت اور برکت کی دعا کرے۔

کیونکہ ایک مسلمان کو ہدایت کے سلسلے میں جو کچھ بھی عطا ہوا وہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ سلم کے ذریعے ہی عطا ہوا...... ایمان جیسی دولت اور قرآن جیسی کتاب

آپ ہی کے ذریعے ملی ہے...... دین کے احکام، اسلام کے ارکان، دوزخ کے راستوں سے بچاؤ اور جنت کی راہوں کی پہچان آپ ہی نے کرائی پھر نمازی اپنے لئے سلامتی کی دعا کرتا ہے...... اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا کے الفاظ کے ساتھ...... پھر وہ از راہ ہمدردی اللہ رب العزت کے تمام نیک بندوں کے لئے سلامتی کی دعا کرتا ہے ...... وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْن کے الفاظ کے ساتھ......

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا...... کہ جب تم نماز میں کہتے ہو وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْن ...... یعنی اللہ کے تمام نیک بندوں پر سلام، تو نمازی کا یہ سلام زمین و آسمان میں بسنے والے ہر بندے کو پہنچ جاتا ہے (نسائی ۱۹۱، بخاری)

یہ حدیث مبارک آپ حضرات ذہن میں رکھیں گے...... میں درود کے بیان کے وقت جب یہ بات آپ کو سمجھاؤں گا کہ درود امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم تک کیسے پہنچتا ہے؟ اس وقت یہ حدیث اور اس کا مفہوم بھی بیان کروں گا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْعَزِيْز

ایک شبہے کا جواب ہمارے کچھ نادان دوست...... اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کے کلمات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور ہر سلام کہنے والے کا سلام سنتے ہیں...... اُن حضرات کا استدلال یہ ہے کہ اگر آپ نمازی کا سلام نہیں سنتے تو پھر وہ خطاب کر کے سلام کیوں کہہ رہا ہے؟ ذرا غور اور توجہ سے اس شبہہ کا جواب سنئے! یہ سلام جو ہم تشہد میں کہہ رہے ہیں...... اسی طرح وہ سلام جو ہم قبرستان جا کر کہتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ ...... یہ سلام تحیہ (یعنی عرفی سلام نہیں ہے جس میں دوسرے شخص کو سنانا اور جس سلام کا جواب دینا واجب ہوتا ہے...... یہ سلام وہ سلام نہیں ہے بلکہ یہ سلام سلامتی کی دعا ہے اور جس کو دعا دی جائے ضروری نہیں کہ وہ دعا دینے والے کی دعا کو سن رہا ہو...... اگر کوئی شخص اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا

النَّبِیُّ ...... اس عقیدے اور اس خیال سے پڑھتا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس موجود ہیں اور آپ میرے سلام کو سن رہے ہیں اور میں نماز کے اندر آپ کو سلام کر رہا ہوں اور آپ خارج نماز سے میرے سلام کو سن رہے ہیں...... تو فقہ حنفی کی معتبر کتب کی روشنی میں اس شخص کی نماز فاسد ہو جائے گی...... کیونکہ سلام کہنا کلام ہے اور نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے!

پھر میری ایک زبردست وزنی دلیل سنیے کہ نماز کے اختتام کے وقت ہر نمازی دائیں بائیں خطاب کے صیغے کے ساتھ لوگوں کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللہ کہتا ہے مگر اس کے سلام کو ساتھ والا نمازی بھی نہیں سنتا!

سامعین محترم! پھر یہ قانون کہاں سے آیا ہے؟ اور یہ قانون کس نے بنایا ہے؟ کہ جب کسی کو خطاب کیا جائے تو خطاب کے لئے سماع (یعنی سننا) لازمی ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت بیت اللہ کو خطاب فرمایا تھا...... امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو خطاب کیا تھا...... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زخمی انگلی کو خطاب فرمایا تھا...... هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ

انصاف سے بتلائیے! کیا بیت اللہ، حجر اسود اور آپ کی زخمی انگلی آپ کے خطاب کو سن رہے تھے مؤذن صبح کی اذان میں...... اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہتا ہے...... سننے والا جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کے ساتھ مؤذن کو خطاب کرتا ہے...... کیا وہ مؤذن اس کے جواب کو سنتا ہے؟

یہ آپ کو کس نے کہہ دیا کہ خطاب سے سنانا مقصود ہوتا ہے...... ہر زبان میں ہوا، سورج، چاند، ستاروں، رات، دن اور محبوب وغیرہ کو خطاب کیا جاتا ہے...... مگر سنانا مقصود نہیں ہوتا! علامہ محمد اقبال مرحوم نے کوہ ہمالہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا

اے ہمالہ اے فصیلِ کشورِ ہندوستان

چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں

تو کیا اس خطاب سے سمجھ لینا جاہئے کہ علامہ محمد اقبال مرحوم سمجھ رہے تھے کہ ہمالہ پہاڑ میرا یہ خطاب سن رہا ہے!...... یاد رکھیے صاحب رضی نے شرح کافیہ میں لکھا ہے کہ خطاب کیلئے سماع اور موجود ہونا ضروری نہیں ہے!

حضرت نیلویؒ کا انداز بیان

استاذ العلماء، شیخ التفسیر والحدیث، استاذی مکرم حضرت مولانا محمد حسین شاہ صاحب نیلوی رحمۃ اللہ علیہ تشہد میں پڑھے جانے والے ان کلمات کو کتنے خوبصورت، حسین اور مربوط انداز میں بیان فرماتے ہیں:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ تمام قولی (زبان سے ادا کی ہوئی) عبادتیں بھی صرف اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہیں اور تمام بدنی اور تمام مالی عبادتیں بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں۔

غرض ہر قسم کی عبادتیں (مثلاً، دعا، نماز، رکوع، سجدہ، ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا، روزہ، حج زکوۃ، قربانی، نذر و نیاز، اعتکاف و جہاد وغیرہ) صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں...... کسی نوری، ناری، خاکی مخلوق یا کسی نبی، ولی، پیر، فقیر وغیرہ کا عبادت میں کوئی حق اور حصہ نہیں ہے۔

اور یہ مسئلہ (مسئلہ توحید) امام الانبیاء حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی وضاحت کے ساتھ اور بڑے مصائب اُٹھا کے اور بڑی تکالیف سہہ کے اور دکھوں کے سمندر عبور کر کے ہمیں سمجھایا...... واہ، واہ اے پیارے نبی واہ، واہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

اے ہمارے پیارے بنی! ہماری تو آپ کے حق میں یہی دعا ہے کہ آپ پر سلامتی ہو اور ہمیشہ آپ کی تعریف و توصیف ہوتی رہے اور قیامت کے دن تک آپ کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری رہے اور آپ پر اللہ رب العزت کی رحمت ہو اور آپ

کی ذات پر رب العالمین کی بے شمار اور لاتعداد برکتیں ہوں اور آپؐ کے مرتبے دن بدن بڑھتے رہیں۔

شہادت توحید ورسالت تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ...... کے الفاظ کے ساتھ ہر نمازی اللہ کے نیک اور صالح بندوں کیلئے سلامتی کی دعا کرتا ہے...... یہ عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ...... اللہ کے صالح بندے کون ہیں؟

فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو توحید ورسالت کی سچے دل سے اور قلبی یقین کے ساتھ شہادت اور گواہی دیتے ہیں۔

لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہ کی گواہی اور شہادت دینے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی اس بات کا اور اس حقیت کا اقرار کرے اور دوزانو بیٹھ کر یہ عہد کرے کہ اس پوری کائنات میں ...... زمین وآسمان میں اور چودہ طبقوں میں... اللہ کے علاوہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اِلٰہَ اور معبود بننے کے لائق ہو...... اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس سے امیدیں وابستہ کی جائیں ...... جس سے غائبانہ خوف کھایا جائے ...... جو غائبانہ پکار سننے والا ہو...... جس کے قبضے میں نفع ونقصان ہو، جس کے اختیار میں عزت وذلت ہو...... جو فتح وشکست کا مالک ہو، خیر اور شر جس کے قبضے میں ہو ...... اللہ کے علاوہ مخلوقات میں سے کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو عالم الغیب اور حاضر وناظر ہو، مشکل کشا اور حاجت روا کہلانے کا حق دار ہو... جسے داتا اور گنج بخش کہا جاسکے... جو غوث اعظم اور دستگیر بننے کے لائق ہو، شفا بخشنا اور رہائی عطا کرنا جس کے ہاتھ میں ہو... جو غائبانہ مدد کرنے پر قادر ہو، جو مالک ومختار ہو،... جو متصرف فی الامور ہو، جس کے نام کی نذر ونیاز دی جائے اور جس کے آگے جبین جھکائی جائے۔

وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (جس ہستی کا نام) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے

وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

سامعین گرامی قدر! ذرا غور فرمایئے رسالت کی شہادت دینے میں عَبْدُہٗ کا لفظ پہلے لا کر اور عَبْدُہٗ کو رَسُوْلُہٗ پر مقدم کر کے اُن لوگوں کے شرکیہ عقیدے اور غلط نظریئے پر کاری ضرب لگائی جو اپنے اپنے نبیوں کو اِبْنُ اللّٰہ اور نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہ سمجھتے تھے...... جو لوگ اپنے انبیاء کو اللہ کے نور کا حصہ اور جزو مانتے تھے۔

یہاں نمازی سے اقرار کروایا جا رہا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے اللہ کا بندہ مان، پھر رسول تسلیم کر...... جس نے آمنہ کے لال کو عَبْدُہٗ نہیں مانا اس نے رسول بھی نہیں مانا۔

میرے استاد شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریروں میں ...... عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان فرماتے تھے کہ پہلے عَبْدُہٗ پھر رَسُوْلُہٗ...... مائی آمنہ کے گھر پیدا ہوئے تو عَبْدُہٗ...... مائی حلیمہ کے گھر رہے تو عَبْدُہٗ...... مکہ میں بکریاں چراتے رہے تو عَبْدُہٗ...... شام کی تجارت کی غرض سے گئے تو عَبْدُہٗ...... چالیس سال کے بعد آپ کے سر پر نبوت کا تاج سجایا گیا تو رَسُوْلُہٗ...... پہلے عَبْدُہٗ پھر رَسُوْلُہٗ

آپ کی رسالت کی شہادت دینے کا مطلب یہ ہے کہ جس ہستی کو میں نے نبی اور رسول مان لیا ہے...... اب ساری زندگی انکی اطاعت و فرمانبرداری میں بسر کرونگا ... اقرار رسالت کا مطلب ہے کہ جس ہستی کو میں نے اللہ کا پیغمبر تسلیم کر لیا ہے اب پوری کائنات سے بڑھ کر...... دنیا کے تمام رشتوں سے بڑھ کر...... جہان کی ہر چیز سے بڑھ کر اُن ہی سے محبت اور پیار کرونگا...... اپنے والدین سے بڑھ کر، اپنی اولاد سے بڑھ کر، اپنی برادری اور کنبے قبیلے سے بڑھ کر، اپنے مال و اسباب سے

بڑھ کر، مکانات اور باغات سے بڑھ کر...... تجارت وزیورات سے بڑھ کر، اپنی ہر ہر محبوب چیز سے بڑھ کر...... اپنے پیغمبر سے محبت کرونگا اور زندگی کے ایک ایک موڑ پر، اور عمر کے ایک ایک لحہ میں...... شادی وغمی میں، مرن اور پرن میں، تجارت وسیاست میں، عدالت وحکومت میں، نکاح وطلاق میں، عبادات ومعاملات میں، سونے اور جاگنے میں، صلح وجنگ میں، غرضیکہ زندگی کے ایک ایک لحظہ میں...... میں اسی ہستی کی اطاعت کرونگا جس ہستی کی رسالت ونبوت کی گواہی اور شہادت دے رہا ہوں!

سامعین گرامی قدر! یاد رکھیئے توحید ورسالت کا اقرار اور شہادت ایک مسلمان کا اساسی اور بنیادی عقیدہ ہے...... اسی عقیدے پر دین اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے...... اسی عقیدے کی مضبوطی اور پختگی پر اعمال کی قبولیت کا دار ومدار ہے...... اگر عقیدہ توحید اور رسالت پختہ نہیں...... اگر عقیدہ میں شرک اور بدعات کی رائی کے دانے کے برابر آمیزش ہے تو پھر کوئی عمل بھی درجہ قبولیت نہیں پاسکتا...... کمزور بنیاد پر کوئی عمارت استوار نہیں ہوسکتی اور روح کے بغیر بدن کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ جاتی۔

آئندہ جمعۃ المبارک کے خطبے میں درود پر تفصیلی گفتگو کروں گا ان شاء اللہ العزیز۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

سولہویں تقریر

درُود

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن۔ اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔
اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

سامعین گرامی قدر! گذشتہ خطبات میں نماز کے ترجمہ وتفسیر کے سلسلہ میں ابتداء سے لیکر تشہُّد تک بیان آپ سماعت فرما چکے ہیں نماز کی آخری رکعت میں تشہد کے بعد درود کا پڑھنا جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے...... امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا یہی مسلک ہے۔

تشہد کے بعد درود پڑھنے کا حکم اس لئے دیا گیا...... کہ نمازی نے اس کے بعد اپنے لئے، اپنے آباؤ اجداد کے لئے، اپنی اولاد اور تمام مومنین کیلئے دعا مانگنی ہے...... اپنے لئے اور باقی تمام مسلمانوں کیلئے مغفرت، رحمت اور سلامتی طلب کرنی ہے! اور شریعت نے دعا کی قبولیت کے آداب میں سے ایک ادب یہ سکھایا ہے کہ دعا مانگنے سے پہلے اللہ رب العزت کی حمد وثناء اور تعریف وتوصیف کرو اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر تحفہ درود وسلام پیش کرو!

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان جتنے اعمال کرتا ہے اور جتنی دعائیں مانگتا ہے...... ان میں سے کوئی عمل اور کوئی دعا ایسی نہیں ہے جس کے بارے پورے وثوق

سے کہا جا سکے کہ یہ لازماً قبول ہوگی ...... مگر درود وہ واحد عمل ہے اور درود ایسی دعا ہے جو اللہ کبھی رد نہیں فرماتا یہ ہمیشہ درجہ قبولیت پاتی ہے ...... اس لئے کہ درود والی دعا کرنے کا حکم دینے سے پہلے ہی اللہ رب العزت نے فرمادیا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ...... بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہے ہیں ...... اب ایک شخص درخواست کرتا ہے ...... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ...... اے اللہ رحمت بھیج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ...... اس شخص کی یہ درخواست اور دعا لازماً اور سو فیصد قبول ہے کیونکہ اللہ رب العزت تو اس کی یہ درخواست سے پہلے ہی ہر لمحہ اور ہر لحظہ اپنے پیارے نبی پر رحمتیں بھیج رہا ہے۔

جب درود والی درخواست اور دعا اللہ رب العزت قبول فرمالیں گے تو پھر درود کے بعد مانگی جانے والی دعا کو رد کر دینا اس کی شان کریمی کے خلاف ہے!

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھی پھر دعا کرنے لگا ...... اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ اے اللہ مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دعا کو سن کر فرمایا:

عَجِلْتَ اَيُّهَا الْمُصَلِّيْ ...... اے نمازی تم نے دعا مانگتے ہوئے جلد بازی سے کام لیا ہے ...... میں تجھے دعا مانگنے کا صحیح طریقہ بتاتا ہوں! فَاِذَا صَلَّيْتَ ...... پس جب تم نماز پڑھ چکو ...... فَاحْمَدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ...... تو اللہ رب العزت کی حمد وثناء اور اس کی تعریف وتوصیف کرو ...... وَصَلِّ عَلَيَّ ...... پھر مجھ پر درود پڑھو ...... ثُمَّ ادْعُهٗ ...... پھر اپنے لئے دعا کرو!

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھی پھر اللہ رب

العزت کی حمد وثنا کی ...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تحفہ درود سلام پیش کیا آپ نے اس شخص سے فرمایا ...... اُدْعُ تُجَبْ ...... اے نمازی اب مانگ تیری دعا قبول کی جائے گی (ترمذی، ابوداود، مشکوۃ ۸۶)

ابن مسعودؓ کا عمل

مشہور صحابی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک جگہ پر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم (رضی اللہ عنھما) بھی موجود تھے ...... میں نماز پڑھ رہا تھا ...... نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اللہ رب العزت کی حمد وثناء کی ...... پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا ...... ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِیْ ...... پھر میں نے اپنے لئے دعا مانگی۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر اور سن کر فرمایا ...... سَلْ تُعْطَهْ سَلْ تُعْطَهْ ...... اب مانگ تجھے عطا کیا جائے گا (ترمذی، مشکوۃ ۸۷)

فضیلت درود

درود کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اس کی نسبت اپنی طرف کی ہے ...... پھر فرشتوں کو شریک فرمایا اور آخر میں ایمان والوں کو درود پڑھنے کا حکم دیا ارشاد ہوا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (احزاب)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والو تم بھی نبی پر درود اور سلام بھیجو۔

اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں بڑا عجیب انداز اپنایا ہے ...... پہلے اپنے درود بھیجنے کا تذکرہ فرمایا ...... ساتھ ہی فرشتوں کے درود بھیجنے کا ذکر کیا پھر

ایمان والوں کو اس کا حکم دیا:

اللہ رب العزت بتلانا چاہتا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو تمہارے درود کی کوئی ضرورت نہیں ہے...... کیونکہ ان پر تو پہلے ہی سے اللہ رب العزت اور فرشتوں کی جانب سے درود کا یہ سلسلہ جاری وساری ہے...... اور ان پر ہر وقت اور ہر لحظہ اور ہر لحہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے...... درود پڑھنے میں تمہاری اپنی بھلائی، خیر اور بہتری ہے!

آیت کی تشریح اس آیت کریمہ میں درود کی نسبت اللہ کی طرف ہوئی ہے پھر فرشتوں کی طرف ہوئی ہے.. اور آخر میں ایمان والوں کو درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے

یاد رکھیے کہ جب درود کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی تو معنی اور مفہوم الگ ہوگا...... جب نسبت ملائکہ کی طرف ہوگی تو پھر معنی اور ہوگا...... اور جب نسبت ہماری طرف ہوگی تو پھر اس کا معنی بالکل دوسرا ہوگا۔

جب صلوٰۃ (درود) کی نسبت اللہ کی طرف ہوگی تو اس کا معنی اور مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ رب العزت فرشتوں کی محفل میں اپنے پیارے پیغمبر کی تعریف وثناء اور مدح و توصیف کرتا ہے!

بخاری میں ابولعالیہ کا قول موجود ہے

صَلٰوۃُ اللهِ ثَنَاءُهٗ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلٰٓئِكَةِ (بخاری ۲/۷۰۷)

اللہ کی صلوۃ سے مراد.. اللہ کا فرشتوں کے سامنے اپنے نبی کی تعریف کرنا ہے۔

ترمذی میں ہے کہ سفیان ثوریؒ اور بہت سے اہل علم...... صَلٰوۃُ الرَّبِّ سے مراد... وہ رحمت لیتے ہیں جو اللہ ہر آن اپنے محبوب پیغمبر پر فرماتا رہتا ہے

(ترمذی ۹۶)

اور جب درود کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو پھر معنی ہوگا ...... اَلدُّعَاءُ

وَالْاِسْتِغْفَارُ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کی بلندی کی دعا کرنا...... اور آپ کی عظمت کا اظہار کرنا۔

اور درود کی نسبت جب مومنوں کی طرف ہو تو پھر اس کا مفہوم ہوگا...... طَلَبُ الرَّحْمَةِ ...... اپنے رب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رحمت کی درخواست کرنا۔

اللہ رب العزت نے ہمیں حکم دیا...... یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ...... اے ایمان والو تم بھی اپنے پیغمبر پر تحفہ صلوۃ وسلام بھیجو...... ہم نے اپنے اللہ رب العزت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جب درود بھیجا تو اس طرح نہیں کہا: اُصَلِّی عَلٰی مُحَمَّدٍ...... میں درود بھیجتا ہوں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر...... بلکہ ہم نے کہا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ...... اے ہمارے پالنہار مولا...... تیرے محبوب پیغمبر کی پاک ذات میں کوئی عیب اور کوئی نقص نہیں ہے...... تو نے انہیں ہر عیب سے پاک پیدا کیا ہے ...... اور ہم سراپا عیوب ونقائص ہیں...... وہ معصوم اور ہم سراپا خطار کار و گنہگار ...... جس شخص میں عیب ہی عیب ہوں...... جو شخص گناہوں کی دلدل میں پھنسا ہوا ہو...... وہ اس ذات اور اس شخصیت کی کیا مدح وثناء کرے جو پاک ہے معصوم ہے، طاہر وطیب ہے، مقدس ومطہر ہے۔

ہم نہ مقام رسالت کو کما حقہ، سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی انکی تعریف وتوصیف اور مدحت ومقام کا حق ادا کرسکتے ہیں اس لئے ہم عجز کا اعتراف کرتے ہوئے تیرے دربار میں درخواست کرتے ہیں کہ ہماری طرف سے تو ہی ہمارے بے عیب پیغمبر پر درود بھیج ...... اس لئے کہ تو ہی کما حقہ اُن کے مقام ومرتبہ کو جانتا ہے۔

صَلُّوْا ... وَسَلِّمُوْ ...... دو حکم

اس آیت کریمہ میں ایمان والوں کو دو حکم دیئے گئے ہیں ...... صَلُّوا وَسَلِّمُو ...... درود بھی بھیجو اور سلام بھی بھیجو۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دونوں حکم اس درود ہی میں پائے جاتے ہیں جو کچھ احباب نے کچھ عرصے سے ایجاد کر لیا ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ ...... اور درودِ ابراہیمی میں صَلُّوْا پر عمل تو ہو جاتا ہے مگر سَلِّمُوْا پر عمل نہیں ہوتا کیونکہ درودِ ابراہیمی میں سلام کے الفاظ موجود نہیں۔

وہ حضرات عوام الناس کو مغالطہ دیتے ہیں کہ ہمارا درود جو ہم اذان سے اول و آخر پڑھتے ہیں ...... یہ افضل بھی ہے اور قرآن کی منشاء کے مطابق بھی ہے۔

سامعین گرامی قدر! آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ آیت جس وقت نازل ہوئی تو اصحاب رسول کی مقدس جماعت نے اس آیت کا مفہوم کیا سمجھا؟ اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کا مفہوم کیا بیان فرمایا؟ اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ آیت کی جو تفسیر ...... صاحب قرآن خود بیان فرما دیں اس کے بعد کسی دوسری تفسیر کی ... کسی کے قول کی ...... اور لیت و لعل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

حدیث کی کتب میں آیا کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ...... تو اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا! یا رسول اللہ اس آیت کریمہ میں ہمیں اللہ رب العزت نے دو حکم دیئے ہیں ...... صَلُّوْ وَسَلِّمُوْا ...... درود بھیجنے کا بھی اور سلام کا بھی!

فَاِنَّ اللہَ قَدْ عَلِمْنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ

اللہ رب العزت نے یہ تو ہم کو بتا دیا کہ ہم آپ پر سلام کس طرح پڑھیں (یعنی اللہ رب العزت کے بتلانے سے آپ نے ہمیں سکھا دیا کہ ہم ہر نماز میں تشہد کے

دوران ...... اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ کہہ کر آپ پر سلام بھیجا کریں)

لیکن دوسرا حکم صَلُّوْا ...... درود بھیجنے کا اس پر کیسے عمل ہوگا کَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ...... آپ ہمیں یہ بھی بتا دیجئے کہ آپ پر صلوۃ (یعنی درود) کیسے بھیجا کریں؟

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے اس سوال کے جواب میں فرمایا

قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (بخاری)

دیکھا آپ نے کہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے پوچھنے پر انہیں وہی درود سکھایا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور جسے درودِ ابراہیمی کہتے ہیں! امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں سَلِّمُوْا سے مراد وہ سلام ہے جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے...... اور صَلُّوْا سے مراد وہی درود ہے جو نماز میں ہر نمازی پڑھتا ہے۔

دوسری بات آپ کے ارشادِ عالیہ سے یہ معلوم ہوئی کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے درود ابراہیمی کو پسند فرمایا...... جس درود میں آل کا ذکر بھی ہے اور برکات کا تذکرہ بھی...... اور سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکرِ خیر بھی۔

جو درود وسلام کچھ لوگوں نے ایجاد کر کے مشہور کر دیا ہے ... اُسے غور سے دیکھیں تو اسمیں نہ اللہ سے درخواست والتجا ہے... نہ برکات کا تذکرہ ہے...... نہ آل رسول کا ذکر ہے۔

حیرت ہے کہ اصلی سلام کے مقابلے میں بناوٹی سلام ایجاد کیا گیا اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ اور جامع درود کے مقابلے میں اپنی طرف سے طرح طرح کے درود گھڑے گئے...... کسی کا نام درود تاج رکھ لیا...... کسی کا نام درود لکھی رکھ لیا...... پھر ان کے فضائل بھی خود گھڑ لئے......اور عوام الناس کی سادہ لوحی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے انہیں مشہور کر دیا، اور پھر ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ اپنے ایجاد کردہ الفاظ کو صلوۃ وسلام کا نام دے کر اذان کا حصہ بنا دیا! اور پھر ظلم اور زیادتی یہ کی گئی کہ جو اہلسنت اس طرح اذان نہیں دیتا اُسے منکر، وہابی، گستاخ اور درود کا انکاری کہا گیا... اور تعجب کی بات یہ ہے کہ قرون اولیٰ کی مبارک صدیاں...... پوری آٹھ صدیاں اذان سے اول و آخر صلوۃ وسلام پڑھنے کی بدعت سے خالی اور پاک نظر آتی ہیں......آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ اس نئے کام کی ابتداء ۷۹۱ھ میں مصر میں ہوئی اس وقت وہاں رافضیوں کی حکومت تھی...... ایک جاہل صوفی نے اذان کا یہ طریقہ خواب میں دیکھا اور مصر کے جاہل حاکم کے سامنے بیان کیا...... اُس حاکم نے پورے مصر میں قانوناً اس طریقے کو جاری کر دیا (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے، درمختا، تاریخ الخلفاء سیوطی ۴۹۸)

درود و سلام کیسے پہنچتا ہے درود و سلام کے سلسلے میں ایک بات کو سمجھنا اور سمجھانا بہت ضروری ہے...... میں اُسے بیان کرنا چاہتا ہوں اور آپ سے توقع رکھونگا کہ آپ میری گذارشات کو دل کے کانوں سے سنیں گے... یہ صلوۃ وسلام جو ہم پڑھتے ہیں...... کیا یہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے یا نہیں؟

...اگر پہنچتا ہے تو اس کی نوعیت اور کیفیت کیا ہے؟ کیا ہر درود و سلام پڑھنے والے کا نام لیکر نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا جاتا ہے؟ کہ فلاں بن فلاں نے درود پڑھا ہے اور فلاں بن فلاں نے سلام پڑھا ہے؟

اس سلسلہ میں یہ بات اور یہ حقیقت ذہن میں رکھیئے کہ درود وسلام کا یہ تحفہ جو وفات کے بعد آپ تک پہنچتا ہے (اور یقیناً پہنچتا ہے) کیا زندگی میں بھی پہنچتا تھا یا نہیں؟ (یقیناً زندگی میں بھی پہنچتا تھا) تو جو کیفیت اور جو نوعیت زندگی میں صلوٰۃ وسلام پہنچنے کی تھی...... اسی کیفیت اور اسی طریقے کے بعد از وفات اب بھی پہنچتا ہے۔

اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کا نام لیکر آپ کو اطلاع دی جاتی تھی (کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے) تو اب بھی صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کا نام لیکر اور اس کے والد کا نام لیکر آپ کو اطلاع دی جاتی ہوگی... اور اگر آپ کی زندگی میں صلوٰۃ وسلام کے پہنچنے کا یہ طریقہ اور یہ کیفیت نہیں تھی تو ظاہر بات ہے کہ بعد از وفات بھی صلوٰۃ وسلام کے پہنچنے کا یہ طریقہ اور یہ کیفیت نہیں ہوگی۔

آیئے دیکھتے ہیں...... اور انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں درود وسلام آپ پر کیسے پہنچتا تھا؟

آپ حضرات میں سے کون نہیں جانتا کہ امیر المومنین داماد نبی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر مکہ مکرمہ پہنچے...... مشرکین مکہ نے انہیں قید کر کے افواہ اڑا دی کہ عثمان کو شہید کر دیا گیا ہے...... آپ تک خبر پہنچی تو آپ نے اس افواہ کو سچا سمجھتے ہوئے چودہ سو صحابہ سے بیعت لی کہ جب تک عثمان کے خون کا قصاص نہیں لیں گے اس وقت تک یہاں سے مدینہ منورہ واپس نہیں جائیں گے...... اس بیت کا تذکرہ قرآن مجید میں سورۃ الفتح کے اندر ہوا... مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ افواہ تھی اور یہ خبر جھوٹی تھی...... عثمان تو مکہ مکرمہ میں زندہ وسلامت ہیں اور خیریت سے ہیں۔

سامعین گرامی قدر! فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ سید عثمان مکہ مکرمہ میں زندہ

تھے۔۔۔۔۔۔وہ لازماً نماز بھی پڑھتے ہونگے۔۔۔۔۔۔نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام اور درود بھی پڑھتے ہونگے۔۔۔

اگر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کا نام لیکر آپ پر صلوٰۃ وسلام پہنچتا تھا۔۔۔۔۔۔کہ فلاں بن فلاں نے آپ کو سلام کہا ہے اور درود پڑھا ہے۔۔۔۔۔۔تو جس وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا صلوٰۃ وسلام پہنچتا تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ عثمانؓ تو زندہ ہیں اور اُن کا صلوٰۃ وسلام ابھی مجھ تک پہنچا ہے مگر یہاں تو عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے بیعت ہو رہی ہے۔۔۔۔۔۔آپؐ کو پورا یقین ہے کہ سید عثمانؓ کو مشرکین مکہ نے شہید کر دیا ہے

معمولی عقل رکھنے والا شخص بھی اس واقعہ سے بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی آپ پر درود وسلام پہنچتا تھا مگر اس طرح نہیں کہ آپ کو نام لیکر بتایا جاتا کہ فلاں بن فلاں نے آپؐ پر درود پڑھا ہے! اسی طرح بعد از وفات بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پہنچتا ہے مگر اسی طرح نہیں کہ آپؐ کو صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کا نام لیکر بتایا جاتا ہو۔۔۔

ایک اور واقعہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔۔۔۔۔۔کچھ کفار منافقین کا روپ دھار کر آپؐ کی خدمت میں پہنچے اور التجا کی کہ کچھ قراٗ اور علماء ہمارے ساتھ روانہ فرمائیے جو ہمارے قبیلے کے لوگوں کو دین کے احکام سکھا دیں۔۔۔۔۔۔آپؐ نے اصحابِ رسول کی مقدس جماعت میں سے ستر صحابہ کو جو قاری اور عالم تھے اُن کے ساتھ روانہ فرما دیئے۔۔۔ان منافقین نے انتہائی ظلم اور سفاکیت کے ساتھ ان ستر صحابہ کو شہید کر دیا ایک مہینے تک آپؐ کو اس المناک اور دردناک واقعہ کا علم نہ ہوا۔۔۔ایک مہینے کے بعد اللہ رب العزت نے جبریل امین کے ذریعے آپؐ کو اس المناک واقعہ کی اطلاع دی

(بخاری)

اس واقعہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔۔۔۔۔۔ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ امام

الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب اور حاضر و ناظر نہیں تھے ...... ورنہ آپؐ ان غداروں اور مکاروں کے دھوکہ اور فریب میں کبھی نہ آتے اور ستر صحابہ کو اُن کے ساتھ کبھی نہ بھیجتے ...... دوسری بات یہ واضح ہوئی کہ اگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی زندگی میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کا نام لیکر درود پیش کیا جاتا تھا...... تو پھر ان ستر صحابہ کا صلوٰۃ وسلام جب نہیں پہنچ رہا تھا تو آپ کو پہلے دن ہی معلوم ہو جانا چاہئے تھا کہ میرے ستر صحابہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں...... وہ اس دنیا میں موجود نہیں...... اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کا پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام مجھ تک لازماً پہنچتا!

معلوم ہوا کہ آپؐ کی زندگی میں پڑھا ہوا درود وسلام آپ تک پہنچتا تو تھا......

مگر اس طرح نہیں کہ درود وسلام پڑھنے والے کا نام لیکر آپؐ کو بتایا جاتا ہو...... اب وفات کے بعد بھی صلوٰۃ وسلام آپ تک لازماً اور یقیناً پہنچتا ہے...... مگر اس طرح نہیں جس طرح کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا کے کسی حصے میں اور کسی جگہ بھی کوئی شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیتے ہیں کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اُس نے آپ پر درود پڑھا ہے... بلکہ صلوٰۃ وسلام پہنچنے کی کیفیت یہ ہے جسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب حجۃ اللہ البالغہ (باب الاذکار وما یتعلق بہا) میں اُن احادیث کی تاویل کی ہے جن احادیث میں صلوٰۃ وسلام پہنچنے کا تذکرہ ہوا ہے!

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی تمام حدیثوں کا مفہوم یہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کی دعا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مقبول ہوتی ہے اور صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کے اجر وثواب میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ مفہوم کی تائید...... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس فرمان اور ارشاد گرامی سے بھی ہوتی ہے جو آپؐ نے

تشہد میں پڑھے گئے الفاظ...... اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ کے بارے میں فرمایا۔

آپ نے فرمایا:

فَاِنَّکُمْ اِذَا قُلْتُمْ ذَالِكَ اَصَابَتْ کُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ (نسائی ۱۹۱، بخاری، مسلم باب التشھد)

تم میں سے جب بھی کوئی یہ الفاظ پڑھتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ تو تمہارا یہ سلام ہر صالح بندے کو پہنچ جاتا ہے چاہئے وہ بندہ زمین میں رہتا ہے یا آسمانوں میں حالانکہ نمازی جب یہ سلام کہتا ہے تو اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے نمازی کو بھی سلام کا پتہ نہیں چلتا...... اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ نمازی کا یہ پڑھا ہوا سلام ہر صالح بندے کو پہنچ جاتا ہے...... کیا ہر بندے کو بتایا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے تجھے سلام کہا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ سلام پہنچنے کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ جب بھی کوئی نمازی...... اپنی نماز میں سلام کے کلمات کہتا ہے تو دنیا کے تمام صالح بندوں کے حق میں سلامتی کی یہ دعا قبول ہو جاتی ہے یہی مطلب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام پہنچنے کا بھی ہے کہ صلوۃ وسلام پڑھنے والے کی یہ دعا آپ کے حق میں مقبول ہو جاتی ہے...... اور آپ کے درجات بلند سے بلند تر اور اعلیٰ سے اعلیٰ ترین ہو جاتے ہیں اور صلوۃ وسلام پڑھنے والے مومن کا دامن نیکیوں اور اجر وثواب سے بھر جاتا ہے۔

درود پر اجر وثواب

سامعین گرامی قدر! آئیے ذرا ارشادات نبویہ کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ درود پڑھنے پر اللہ رب العزت کتنا اجر وثواب عطا فرماتے ہیں...... اور درود پڑھنے والے کے درجات کس قدر بلند کر دیئے جاتے ہیں!

مشہور معروف صحابی جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں سیدنا عبدالرحمان بن عوف

رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلٰوةً صَلَّيْتُ عَلَيْهِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ (مسند احمد، مشکوۃ ۸۷)

جو شخص آپ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا میں اس شخص پر رحمت نازل کروں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلامتی اتاروں گا!

ایک اور صحابی خادم رسول اللہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئٰتٍ وَرُفِعَتْ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ (نسائی، مشکوۃ ۸۶)

جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا تو اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اس کے دس گناہ مٹا دے گا اور جنت میں اس کے دس درجے بلند فرما دے گا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ایک مومن شخص کیلئے کس قدر حوصلہ افزا اور مسرت سے لبریز ہے کہ:

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً

(ترمذی، مشکوۃ ۸۶)

قیامت کے دن تمام لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھنے والا ہے

آلِ مُحَمَّد سے کیا مراد ہے؟

درود میں ہر نمازی آلِ مُحَمَّد کا بھی تذکرہ کرتا ہے...... میں آپ حضرات

کو سمجھانا چاہتا ہیں کہ آل محمد سے مراد کیا ہے!

ایک طبقے نے مسلسل پروپیگنڈے کے ذریعے آل رسول اور اہل بیت کا ایک محدود تصور لوگوں کے دل و دماغ میں رائج کر دیا ہے۔۔۔۔۔۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب بھی اہل بیت یا آلِ رسول کا ذکر ہو تو عوام الناس کے ذہن میں بلکہ خواص کے ذہنوں میں بھی چار شخصیات یا اُن کی اولاد کا تصور ابھرتا ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن بن علی اور سیدنا حسین بن علی (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

میں قرآن وحدیث کے آئینے میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جب آل کا لفظ بولا جائے تو اس سے کون مراد ہوتا ہے!

قرآن مجید کے تقریباً چھبیس مقام پر آل کا لفظ آیا ہے اور ہر مرتبہ کسی معروف اور مشہور شخصیت کے ساتھ بطور مضاف استعمال ہوا ہے! تقریباً چودہ مرتبہ آل کا لفظ فرعون کے ساتھ آیا ہے۔۔۔۔۔۔یعنی اٰلِ فِرْعَوْن

آل کا لفظ چار مرتبہ سیدنا لوط علیہ السلام کے ساتھ آیا ہے۔۔۔۔۔۔دو مرتبہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام، کے ساتھ۔۔۔۔۔۔اور دو ہی مرتبہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ۔۔۔۔۔۔ایک مرتبہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام، کے ساتھ اور ایک ہی مرتبہ سیدنا ہارون علیہ السلام کے ساتھ ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ اور ایک مرتبہ سیدہ مریم کے والد عمران کے ساتھ۔

جس جس جگہ قرآن مجید میں آل فرعون آیا ہے۔۔۔۔۔۔اس سے مراد فرعون کے پیروکار۔۔۔۔۔۔فرعون کی قوم اور فرعون کے متعلقین ہیں۔

مشہور شیعہ عالم مولوی مقبول وَاَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ کا ترجمہ کرتا ہے۔۔۔۔۔۔اور تمہارے دیکھتے دیکھتے فرعون والوں کو ڈبو دیا۔

مشہور شیعہ مفسر فتح علی کاشانی وَاِذْ اَنْجَیْنَا کُمْ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ کے تحت تحریر کرتا ہے یعنی فرعون کے متبعین و متعلقین (تفسیر منہج الصادقین ۱۸۲/۱)

سیدنا لوط علیہ السلام کے واقعہ میں ان کے بیوی کو آل سے تعبیر کیا گیا ہے

اِلَّآ اٰلِ لُوْطٍ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا امْرَاَتَه (حجر ۶۰)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آل کے لفظ میں بیوی بھی شامل ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو آل لوط سے انکی بیوی کو مستثنیٰ کرنے کی ضرورت نہ تھی! قرآن مجید نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ایک مقام پر یوں کہا فَالْتَقَطَه آلُ فِرْعَوْنَ ...... پس نکالا موسیٰ کو فرعون کی آل نے ...

سیدنا موسیٰ کو دریا سے فرعون کی بیوی نے نکالا تھا اللہ رب العزت نے اُسے آلِ فرعون کہا...... معلوم ہوا قرآنی اصطلاح میں بیوی بھی آل ہے!

آئیے آپ حضرات کے سامنے ایک دو حدیثیں بھی پیش کر دیتا ہوں تا کہ مسئلہ مزید نکھر جائے اور معاملہ نورٌ علیٰ نور ہو جائے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگتے ہوئے کہا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا (مسلم کتاب الزهد)

اے اللہ محمد کی آل کو بقدر کفاف روزی دے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ہم آل محمد کا یہ حال تھا کہ مہینہ بھر تک آگ نہ سلگاتے صرف کھجور اور پانی پر گذارا کرتے تھے (مسلم کتاب الزہد)

ان ہی سے ایک روایت اس طرح آئی ہے۔

آل محمد دو دن تک برابر جو کی روٹی سے سیر نہ ہوئے یہاں تک کہ اللہ کے رسول کی روح قبض کر لی گئی (مسلم کتاب الزہد)

حضرات گرامی قدر! ذرا غور فرمایئے ان روایات میں آل محمد سے مراد ازواج مطہرات کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔۔ وہ کون سے گھر تھے جہاں کئی کئی دن تک آگ نہیں جلتی تھی؟

میرے کہنے کا اور بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آل کے لفظ میں ازواج مطہرات اولاد، پیروکار اور متبعین سب شامل ہیں۔۔۔۔۔۔ آل کے لفظ کو بیٹی، داماد اور نواسوں تک محدود کرنا ہر لحاظ سے غلط اور خلاف شریعت ہے!

آل کا لفظ محض امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان والوں کیلئے مخصوص نہیں ہے بلکہ اس میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو دین و مذہب کے لحاظ سے آپؐ کے پیروکار ہیں اور آپ کے بتلائے ہوئے طریقوں پر چلنے والے ہیں!

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا کوئی فرد اگر آپ کا پیروکار نہیں تو وہ آپؐ کی آل میں داخل نہیں۔۔۔۔۔۔ اگر کسی کا دور دراز تک آپؐ سے نسبی تعلق اور رشتے داری نہیں مگر وہ آپؐ کے بتلائے ہوئے راستے کا پیروکار ہے تو وہ آلِ محمد میں داخل ہے! البتہ خاندان رسالت کے وہ افراد بدرجہ اولیٰ آلِ محمدؐ ہیں جو آپ سے نسبی رشتہ بھی رکھتے ہیں اور پھر خوش قسمتی سے آپ کے پیروکار بھی ہیں!

درود میں جب ہم اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھتے ہیں اور پھر اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھتے ہیں تو آل محمد سے مراد آپ کے ازواج ومطہرات، اولاد اور امت کے وہ سب لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے آپؐ کی دعوت کو قبول کیا اور زندگی آپ کے حکموں کے مطابق بسر کی۔۔۔۔۔۔ یعنی ہر مومن آل محمد میں شامل ہیں۔

درود کے بعد دعا نماز میں درود پڑھنے کے بعد نمازی دعا کرے۔۔۔ اس لئے کہ درود کے بعد مانگی گئی دعا درجہ قبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر پسند

کرے دعا میں سے جو اس کو اچھی معلوم ہو اور دعا کرے (بخاری ۱/۱۱۵)

حدیث میں کئی ایک دعاؤں کا تذکرہ ہے جو نماز کے اختتام کے قریب اور سلام پھیرنے سے پہلے مانگنی چاہئیں، سب سے مشہور دعا یہ ہے:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ط

- رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ ط

اس دعا کا ترجمہ سن لیجئے۔

اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنادے اے میرے رب میری دعا کو قبول فرما اے میرے رب قیامت کے دن مجھے اور میرے ماں باپ کو اور تمام مومنوں کو معاف فرمادے

اس دعا کے علاوہ کچھ اور دعائیں بھی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اور اُن کا پڑھنا بھی جائز اور مستحسن ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا...... یارسول اللہ مجھے کوئی دعا سکھا دیجئے جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہین یہ دعا بتلائی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمِ (بخاری ۱/۱۱۵، مسلم ۲/۳۴۷)

اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کئے ہیں اور گناہوں کو تیرے سوا بخشنے والا کوئی نہیں ہے پس مجھے اپنی طرف سے مغفرت عطا فرما اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے!

سلام | دعا مانگنے کے بعد داہنی طرف منہ پھیرتے ہوئے کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ ...... سلامتی ہے تم پر اور اللہ کی رحمت!

پھر منہ بائیں جانب پھیرتے ہوئے سلام کہے اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی کراماً کاتبین اور دیگر فرشتوں کی نیت کرے کہ میں ان کو سلام کہہ رہا ہوں۔

امام سلام کے وقت اُن مقتدیوں کی نیت کرے جو دائیں اور بائیں ہیں اور ساتھ ہی فرشتوں کی نیت بھی کرے اور مقتدی ہر طرف کے نمازیوں کی، ملائکہ کی، اور جس طرف امام ہو تو اس کی نیت کرے نماز سے فارغ ہونے کے بعد تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہِ کہنا چاہئے ...... اور پھر یہ دعا مانگے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (مسلم ۱/۲۱۸)

اے اللہ تو سلامتی عطا کرنے والا ہے اور سلامتی آپ کی طرف سے ہوتی ہے تو بڑی برکت والا ہے اے بزرگی اور عزت کے مالک۔

ایک اور دعا جو آپ نے اپنے پیارے صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بتائی اور فرمایا اسے کبھی ترک نہ کرنا:

رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ ۔

(ابو داؤد ۱/ ۲۱۳)

اے میرے پالنہار مجھے اپنے ذکر اور شکر اور اچھی عبادت ادا کرنے کی توفیق دے

حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتا ہے تو وہ شخص مرتے ہی جنت کی نعمتوں میں داخل ہو جائے گا ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہ ...... ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ...... ۳۳ بار اللہ اکبر پڑھ کر یہ کلمہ پڑھ لے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہی اور حمد یں اسی کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَ مِثْلُ زَبَدِ الْبَحْرِ (مسلم ۱/۲۱۹)

اس شخص کے گناہ اگر سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہونگے تو اللہ رب العزت انہیں معاف فرمادے گا فرض نماز کے بعد دعا کا مانگنا مسنون اور مستحب ہے اور اس وقت کی دعا بہت مقبول ہوتی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ... کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے... آپؐ نے جواب میں فرمایا:

جَوْفُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرُ الصَّلٰوتِ الْمَكْتُوبَاتِ (ترمذی ۵۰۴)

جو دعا رات کے آخری حصے میں کی جائے اور وہ دعا جو فرض نماز کے بعد مانگی جائے!

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دونوں ہاتھ اُٹھا کر جن کی ہتھیلیاں چہرے کی طرف ہوں اپنے رب سے التجا کرے جو نمازی اس طرح نہیں کرتا اس کی نماز ادھوری ہوگی (ترمذی، مشکوٰۃ ۷۷)

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

نوٹ! فضیلت درود کے موضوع پر میری ایک مفصل تقریر خطبات بندیالوی جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں!

علامہ محمد عطاء اللہ بندیالوی کی مدلل، پُر مغز اور معلوماتی تقاریر کا مجموعہ
خطباتِ بندیالوی
۷ جلدوں میں
پہلی جلد آیۃ الکرسی کی تفسیر پر مشتمل
۲۵ تقاریر میں توحید الٰہی کے تقریباً
تمام پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے
دوسری جلد امام الانبیاء ﷺ کی سیرت
عظمت کو قرآن و حدیث کے دلائل سے
۱۹ تقاریر میں بیان کیا گیا ہے
تیسری جلد: سیرت انبیاء کرام
از سیدنا آدم تا سیدنا موسیٰ علیہ السلام
کے عنوان پر ۱۶ تقاریر
چوتھی جلد سیرت انبیاء کرام کے سلسلہ میں
از سیدنا شعیب علیہ السلام تا امام الانبیاء ﷺ
۱۸ تقاریر کا مجموعہ
پانچویں جلد نماز میں پڑھے ہوئے کلمات کا ترجمہ و تفسیر
اور مختلف فیہ مسائل میں مسلکِ احناف
کی ترجیح کے موضوع پر ۱۶ تقاریر کا مجموعہ
چھٹی جلد سیرت و عظمت امیر معاویہؓ
و عظمت و شہادت سیدنا حسینؓ اور واقعہ کربلا
کے عنوان سے ۱۳ تقاریر کا مجموعہ
ساتویں جلد صحابہ کرامؓ قرآن کے آئینے میں
عظمتِ اصحابِ رسولؐ کے عنوان پر انتہائی مدلل، معلوماتی اور اچھوتے انداز میں ایک لاجواب
اور بے مثال شاہکار جس سے علماء، طلباء، خطباء اور عوام الناس یکساں مستفید ہوں گے۔
شعبہ نشر و اشاعت
جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ
سرگودھا پاکستان